مولانا حارث اللہ فرقانی
پی ایچ ڈی سکالر

امام ابو حنیفہ اور امام بخاری

اختلاف کے آئینے میں

مولانا حارث اللہ فرقانی
پی ایچ ڈی سکالر

عکس
AKSPUBLICATIONS

نام کتاب: امام ابو حنیفہ اور امام بخاری (اختلاف کے آئینے میں)

مصنف: مولانا حارث اللہ فرقانی
پی ایچ ڈی۔ سکالر

سن طباعت: 2018ء

تعداد: 600

قیمت: 500

AKSPUBLICATIONS
Book Street, Data Darbar Market, Lahore
Ph:042-37300584,Cell # 0300-4827500-0348-4072944
E-mail:publications.aks@gmail.com

فہرست مضامین

باب دوم

تراجم الابواب کی روشنی میں امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہ الحدیث کا جائزہ

باب سوم

استخراج المسائل اور فقہ الحدیث کے میدان میں
امام ابوحنیفہؒ اور امام بخاریؒ کے اختلاف کا جائزہ

التقريظ

الحمد لله و كفى والصلاة والسلام على عباده الذين اصطفى و بعده!

فانی قد طالعت المقالة التی الفها و جمعها مولوی حارث اللّٰه حفظه اللّٰه تعالیٰ حرفًا بحرف فوجدتها نافعة للطلباء والعلماء طبق ظنی الفاتر وسلك الفاضل عفی عنه مسلك الاعتدال فی باب الائمة والمحدثين رحمهم الله كما هو اللائق لشانهم والواجب على كل احد ان ينظر فی جميع المسائل المختلفة الثابتة بالاحاديث الصحيحة بنظر الانصاف وان يوقر الائمة وان يبين مذهبه ويذكر دلائل امامه رحمه اللّٰه بحيث لا يلزم من بيانه اهانة سائر الائمة رحمهم اللّٰه تعالیٰ لان جميعهم خدمة الدين القويم واختلافهم رحمة للامة كما ورد فی الحديث الشريف "اختلاف امتی رحمة" او كما قال رسول اللّٰه ﷺ فالمؤلف المذكور كتب فی مقالته اشياء نفيسة الماخوذة من كتب معتبرة سيّما مناقب الامام الهمام البخاری رحمہ اللّٰه و دقائق استنباطاته العلمية وذكر من كمالات الامام الاعظم رحمه اللّٰه تعالیٰ و لطائفه العلمية ومهارته الفقهية و ثناء المحدثين العظام رحمهم اللّٰه تعالیٰ و ذكر المؤلف نصره اللّٰه تعالیٰ اجوبة كاملة دافعةً للخصم فی باب "قال بعض الناس" آخذًا من الشروح المعتبرة فجزاه اللّٰهُ تعالیٰ خيرًا واجعل سعيه مقبولًا و مقالته مشهورة متداولة بين الناس آمين

وصلی اللّٰہُ تعالیٰ و تبارك علی خیر خلقه سیّدنا محمد رسول اللّٰہِ ﷺ وعلی آله و اصحابه اجمعین.

نقیب اللہ

۵-۱-۱۴۳۹

شیخ القرآن والحدیث

بالجامعة دار الفرقان الکریم ، جے فور، فیز ۲ ، حیات آباد بشاور

سپاس وتشکر

حمد وثناء اس عرشِ عظیم کے مالک کے لیے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے عقل دی اور قلم کے ذریعے اسے علم دیا۔ درود وسلام سید الکونین ﷺ پر جس نے انسانوں کو پیغامِ الٰہی پہنچایا اور لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لایا۔

دورانِ تحقیق راقم کو جس چیز نے مشکل میں ڈالا تھا، وہ کتب کی عدم موجودگی تھی۔ راقم نے دن رات تگ و دو کرتے ہوئے مختلف علاقوں اور شہروں کا سفر کیا، مختلف مکتبوں کا رخ کیا، انٹرنیٹ پر بھی اپنے موضوع سے متعلقہ مواد کی خوب تلاش کی، حتیٰ کہ دورانِ سفرِ عمرہ، مسجد بیت الحرام اور مسجد نبوی علی صاحبها الصلاۃ والسلام کے کتب خانوں اور شیوخ سے بھی استفادہ کیا۔

راقم الحروف سب سے زیادہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا صد بار شکر گزار ہے جس نے اسے اس بحث کی تکمیل کی توفیق بخشی۔ اس کے بعد میں اپنے نگرانِ مقالہ اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد صاحب (شیخ زید اسلامک سینٹر، جامعہ پشاور)، پروفیسر ڈاکٹر عبد القادر سلیمان، الدکتور صالح الحربی المدنی، الدکتور حشر الدین المکی (الاستاذ المحترم بالمسجد الحرام)، نیز اپنے مشائخ مولانا محمد نقیب اللہ (شیخ الحدیث مدرسہ دار الفرقان، حیات آباد)، مولانا محمد عارف (شیخ الحدیث مدرسہ دار الفرقان، حیات آباد)، مولانا محمد قاسم (شیخ الحدیث مدرسہ دار الفرقان، حیات آباد)، مفتی حبیب الرحمٰن (استاد مدرسہ دار الفرقان، حیات آباد)، مفتی محمد الیاس (استاد مدرسہ دار الفرقان، حیات آباد)، مولانا فضل الہادی (استاد مدرسہ دار الفرقان، حیات آباد)، مفتی نفیس احمد (استاد جامعہ فاروقیہ، حیات آباد)، مولانا عبد الرحمٰن (استاد جامعہ فاروقیہ، حیات آباد)، مولانا حافظ فضل مالک (مہتمم جامعہ فاروقیہ شاہ کس، جمرود) اور اپنے

تمام مشائخ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے دورانِ تعلیم اور اس تحقیقی مقالہ کی تکمیل اور تصحیح میں میری رہنمائی اور معاونت فرمائی۔ نیز میں اپنے والدین کا بالخصوص اور ان تمام بھائیوں کے تعاون کا بالعموم احسان مند ہوں کہ جنہوں نے ہر مشکل میں مدد کی۔ فجزاهم الله خيرا. (آمین)

مقدمہ

جامع صحیح بخاری میں امام بخاریؒ کے اعتراضات کا امام ابوحنیفہؒ کی فقہی آراء سے موازنہ

تعارف موضوع:

الحمدلله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد!

اللہ تعالیٰ شانہ نے انسان کو اپنی کامل تخلیق کا بہترین مظہر بنایا ہے اور اپنی اسی اشرف مخلوق کی دارین کی صحیح راہنمائی کے لیے خود انہی میں سے چند معصوم و باکمال افراد کا انتخاب کر کے ان کی طرف وقتاً فوقتاً بھیجتا رہا جو کہ اس کی تعلیمات کو کما حقہ بندگانِ حق تک پہنچاتے رہے یہاں تک کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت نے سلسلۂ نبوت پر ختم ثبت کر دیا۔ آپ ﷺ کو عطا کردہ وحی (قرآن وسنت) اتنی جامع ہے کہ سابقہ تمام مذاہب کا حسن و کمال اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اتنی جامع و مفید تر ہیں کہ اگر ان سے صحیح تفقہ اخذ کیا جائے تو قیامت تک کے تمام مسائل کا حل بخوبی تلاش کیا جا سکتا ہے چنانچہ انہی تعلیمات کو امت محمدیہ تک صحیح و سلیس صورت میں پہنچانے کے لیے آپ ﷺ ہی کی موجودگی میں کلام اللہ شریف اور احادیثِ نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی جمع و تدوین کا آغاز کیا گیا اور اس کی واضح دلیل آپ ﷺ کا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ فرمان ہے: "اكتب فوالذى نفسى بيده ما يخرج منه الا حق" [1] نیز جمع و تدوین کا یہ سنہری دور یوں ہی جاری رہا حتی کہ دور عثمانی میں تمام امت محمدیہ کا مصحفِ عثمانی پر اجماع منعقد ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی جمع و تدوین کا سلسلہ یہیں پر ختم نہیں ہوا بلکہ دورِ صحابہ سے لے کر تابعین اور تبع تابعین (یعنی تقریباً تیسری اور چوتھی صدی ہجری) کے ادوار تک جو خدمات

---

[1] سنن ابی داؤد ،سلیمان بن الاشعث السجستانی، دار الرسالة العلمية، 2009ء، کتاب العلم، باب فی کتابة العلم، الحديث 3646

رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کی جمع و تدوین کی خاطر کی گئیں وہ بے نظیر ہیں۔ چنانچہ محدثین حضرات نے بڑی تگ و دو کے بعد رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو حاصل کیا اور ہر ایک حدیث کی سنداً و متناً چھان پھٹک کی صحیح ،ضعیف و موضوع وغیرہ جیسی اصطلاحات قائم کر کے احادیث کی صحت کو بخوبی واضح کیا، قرآن و حدیث کی جمع و تدوین کی اِن قیمتی خدمات کرنے والوں کا امت پر احسان تو ہے ہی پر ان کے ساتھ ساتھ اُن فقہائے عظام اور اہلِ فتاویٰ کی خدمات بھی قابلِ ستائش ہیں کہ جن کے استنباط و استخراج نے اُمتِ محمدیہ کو دین فطرت پر چلنے کے لیے نہایت سہل انداز میں ان تعلیمات کی صحیح تشریحات فراہم کیں۔ اور شاید فقہائے اُمت کی ان ہی خدمات کی بدولت اہل الحدیث نے ان کی مدح میں یوں کہا کہ "یا معشر الفقھاء انتم الاطبّاء و نحن الصیادلة۔" [1] چنانچہ ان تعلیمات کی صحیح نشر و اشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے امت کے مختلف باصلاحیت افراد کا چناؤ کیا جن میں سے کئی کو اپنے کلام کا فہم دیا، کسی کو اپنے محبوب ﷺ کی احادیث کا حافظ بنایا تو چند ایک کو ان دونوں ہی کی کمالِ فہم سے نوازا۔ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ اور امام بخاری محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ بھی ان ہی چند خوش بخت اور نامور ہستیوں میں سے ہیں جو اپنے زمانے کے مایۂ ناز محدثین اور فقہاء و مجتہدین میں سے گزرے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تفقہ تو اتنی مسلمہ تھی کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "الناس عیال علی ابی حنیفة فی الفقه" [2] اور شاید یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے تقریباً تمام ہی فقہاء انہی کے منہلِ عرفان سے سیراب ہوئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کو بھی چوٹی کے محدثین حضرات نے امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے نوازا، اور آپ کی شہرہ آفاق کتاب جامع صحیح بخاری کے بارے میں بالاتفاق جمہور محدثین نے یہ تاریخی فیصلہ صادر فرمایا کہ "اصح الکتب بعد

[1] الخیرات الحسان، احمد بن حجر ،الھیثمی ،(م 973ھ)، ایچ ایم سعید کمپنی ،کراچی ، پاکستان،1414ھ ،ص 143-144

[2] مناقب الامام لموفق المکی، ج2،ص 31

كتاب الله تعالىٰ الجامع الصحيح للامام محمد بن اسماعيل البخاری رحمہ اللہ " [1] یہ دوسری بات ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو جو شہرت بطورِ فقیہ و مجتہد کے حاصل ہوئی اتنی ہی شہرت امام بخاری رحمہ اللہ کو بطورِ محدث کے ملی اب ان کے بارے میں کسی کا یہ بیان خوب قابلِ مذمت ہوگا جو ماقبل قضیہ کی عکس سے تعبیر کرتے ہوئے اِن امامین جلیلین کی مرتبت کو گھٹانے کے قصیے باندھے۔

دراصل راقم الحروف کا مقالہ بھی چند ان ہی مضامین پر مشتمل ہے کہ جن کے مطالعہ کرنے سے قاری بخوبی اِن دونوں جلیل القدر ائمہ کی محدثانہ اور فقیہانہ شان سے کسی افراط و تفریط کے بغیر مطلع ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ)۔ راقم نے اپنی بحث میں ان دونوں حضرات کی محدثانہ اور فقیہانہ شان کے ساتھ ساتھ ان کی اصولِ فقہ اور طرقِ استنباط اور استخراج المسائل من السنة النبوية على صاحبها الصلاة و السلام (جس پر اب تک یک جا کام نہیں ہوا) پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے، نیز بحث میں موضوعِ مقالہ کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر وارد اعتراضات کا بھی تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ راقم کی حقیر کاوش کو نجاتِ اُخروی کا سبب بنادے اور اہل علم کے لیے نافع بنا کر اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد لله ربّ العالمين والصلاة والسلام
على حبيبه ﷺ و آله واصحابه أجمعين.

[1] مقدمه ابن الصلاح فی علوم الحدیث لابن الصلاح، عثمان بن عبدالرحمن، (م 646ھ)، المکتبة الفاروقیة، ملتان، پاکستان، س ن ، ص 23

اہدافِ تحقیق

یوں تو مذکورہ بالا موضوع سے قریب ملتے جلتے بہت سے موضوعات پر راقم سے پہلے بھی بہت سے اقلام نے قیمتی اوراق مسطور کیے ہیں اور بہت سی ذہنی اُلجھنوں کو سلجھایا ہے۔ لیکن اب ضرورت اس امر کی ہے کہ بعض خاص نکات کا خلاصۃً بغیر کسی افراط وتفریط کے ازسرِ نو جائزہ لیا جائے۔

اس مقالے میں درجہ ذیل اہداف راقم کے پیش نظر ہیں:

۱۔ امامین جلیلین کی محدثانہ اور فقیہانہ شان کی بغیر کسی افراط وتفریط کے وضاحت کرنا

۲۔ دونوں ائمۃ الفقہ والحدیث کے اصولِ فقہ پر بحث کرنا

۳۔ دونوں ائمۃ الفقہ والحدیث کے طرقِ استنباط اور استخراج المسائل من السنۃ النبویۃ علی صاحبھا الصلاۃ والسلام (جس پر اب تک یک جا کام نہیں ہوا) پر بحث کرنا

۴۔ موضوع مقالہ کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر وارد اعتراضات کا تفصیلی جائزہ لینا۔

۵۔ زیر بحث موضوع سے متعلقہ معلومات کو یک جا کر کے دیگر محققین کے لیے تحقیق میں آسانی پیدا کرنا۔

اس چھوٹی سی کوشش کو اپنے لیے (اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ شانہ اسے قبول فرمائے) دنیاوی سرخ روئی اور نجاتِ اُخروی کا سبب بنا کر اہل علم کے استفادہ کے لیے پیش کرنا۔

جائزہ ادب

موضوع سے متعلق انفرادی طور پر تو کافی کام ہوا ہے مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حیات اور ان کی دینی خدمات وغیرہ پر تو بہت سی کتب آسانی سے مل جاتی ہیں جیسے کہ مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ❶، الخیرات الحسان ❷ اور کنز الوصول الی معرفۃ الاصول ❸ وغیرہ، اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ کی حیات اور خدمات بارے بھی کئی کتابیں موجود ہیں مثلاً تذکرۃ الحفاظ ❹، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ❺ اور ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری ❻ وغیرہ جب کہ راقم نے اپنی بحث میں ان دونوں ائمہ کرام کی حیات اور دینی خدمات کو یک جا بیان کیا ہے جو کہ اپنی نوعیت کی ایک نئی تحقیق ہے۔ (ماشاء اللہ)

دونوں ائمہ کرام کے فقہی اور محدثانہ حیثیت کو بخوبی واضح کیا گیا ہے جس کو مطالع کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں ائمہ کی فقہی اور محدثانہ اصول میں قدرے اشتراک پایا جاتا ہے۔ بحث میں خاص کر امام بخاری رحمہ اللہ کے قول "قال بعض الناس" کا تفصیلی جائزہ کئی شروحات کی چھانٹ پھٹک کے بعد لکھا ہے کئی مضامین کو اکٹھا کر کے قاری ایک ہی موضوع سے متعلق کئی شروحات پر مطلع ہو جاتا ہے جو اب تک اس موضوع پر ایک منفرد کوشش ہے۔

---

❶ یہ کتاب موفق بن احمد کی ہے، جبکہ آپ موفق مکی کے نام سے بھی مشہور ہیں اور آپ کا سن وفات 578ھ ہے۔

❷ یہ کتاب احمد بن حجر کی ہے، جبکہ شہاب الدین آپ کا لقب ہے اور آپ کا سن وفات 973ھ ہے۔

❸ یہ کتاب علی بن محمد کی ہے، جبکہ آپ البزدوی الحنفی کے نام سے بھی مشہور ہیں اور آپ کا سن وفات 482ھ ہے۔

❹ یہ کتاب محمد بن احمد کی ہے، جبکہ ابو عبداللہ آپ کی کنیت ہے اور آپ کا سن وفات 748ھ ہے۔

❺ یہ کتاب محمد بن عبدالرحمٰن کی ہے، جبکہ شمس الدین آپ کا لقب ہے اور آپ کا سن وفات 902ھ ہے۔

❻ یہ کتاب احمد بن علی کی ہے، جبکہ ابن حجر کے نام سے بھی مشہور ہیں اور آپ کا سن وفات 852ھ ہے۔

خاکہ تحقیق

باب اوّل

ائمہ احناف کے ہاں فقہ الحدیث کی تعریف اور فقہی استخراج کا بیان

فصل اوّل:......فقہ حنفی کی ابتدا اور تطور کا جائزہ

فصل دوم:......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہی اور محدثانہ حیثیت کا جائزہ

فصل سوم:......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصول استنباط

باب دوم

تراجم الابواب کی روشنی میں امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہ الحدیث کا جائزہ

فصل اوّل:......امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہی اور محدثانہ حیثیت کا جائزہ

فصل دوم:......تراجم امام بخاری رحمہ اللہ کے مقاصد

فصل سوم:......امام بخاری رحمہ اللہ پر فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کے اثرات کا جائزہ

باب سوم

استخراج المسائل اور فقہ الحدیث کے میدان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ کے اختلاف کا جائزہ

فصل اوّل:......ائمہ احناف اور امام بخاری رحمہ اللہ کے فقہی اُصولوں کا جائزہ

فصل دوم:......امام بخاری رحمہ اللہ کے قول ''وقال بعض الناس'' کی روشنی میں مذہب احناف کا جائزہ

منہج تحقیق

راقم الحروف کا منہج تحقیق درجہ ذیل ہے:

1۔ زیر نظر مقالہ بنیادی طور پر لائبریری ریسرچ ہے جو اوّلین اور ثانوی دونوں قسم کے مآخذ سے استفادہ پر مبنی ہے۔ جن میں متقدمین اور متاخرین دونوں ہی قسم کے مصنفین و مؤلفین حضرات کی کتب شامل ہیں۔

2۔ حوالہ کچھ اس طرز پر ہے ''کتاب کا نام، مصنف/مؤلف کا نام، مطبع، سن اشاعت، جلد نمبر (اگر ہے) اور پھر صفحہ نمبر۔'' تاہم اگر کسی مصنف/مؤلف کی شہرت کسی خاص لاحقے/ سابقے/ کنیت/ لقب کی وجہ سے ہے تو اس کے ساتھ اس کا اصل غیر معروف نام بھی درج کیا گیا ہے۔

3۔ مقالہ میں حسب ضرورت علمی اور مستند مجلات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ جن کی تحقیق کی روشنی میں مقالہ کے موضوع کو مربوط کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

4۔ مجلات کا حوالہ یوں دیا گیا ہے: ''مقالے کا نام/مجلہ کا نام، ماہ و سال اشاعت، مقام اشاعت، شمارہ نمبر، صفحہ نمبر۔''

5۔ قرآن مجید سے حوالہ دیتے ہوئے سورت کا نام اور آیت نمبر درج کیا گیا ہے۔

6۔ احادیث کے کسی مجموعے سے حوالہ اس طرح دیا گیا ہے: ''مؤلف/مدوّن کا نام، مجموعے کا نام، متعلقہ باب، فصل، مطبع، سنِ اشاعت، جلد نمبر (اگر ہے) اور پھر صفحہ نمبر یا پھر صرف حدیث کا نمبر دیا گیا ہے۔'' تاہم اگر کسی مصنف/مدوّن کی شہرت کسی خاص لاحقے/ سابقے/ کنیت/ لقب کی وجہ سے ہے تو اس کے ساتھ اس کا اصل غیر معروف نام بھی درج کیا گیا ہے۔

باب اوّل:

ائمہ احناف کے ہاں فقہ الحدیث کی تعریف اور فقہی استخراج کا بیان

فصل اوّل:......فقہ حنفی کی ابتدا اور تطور کا جائزہ

لغوی اعتبار سے لفظ فقہ کا معنی ہے "الفهم و الفطنة" (1) یعنی سمجھنا اور مہارت۔

جرجانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((الفقه هو فى اللغة عبارة عن فهم غرض المتكلم من كلامه.)) (2)

''فقہ لغت میں متکلم کے کلام کی غرض کا سمجھنا ہے۔''

آپ رحمہ اللہ نے فقہ کی اصطلاحی تعریف کچھ یوں کی ہے:

((وفى الاصطلاح هو العلم بالاحكام الشرعية العملية المكتسبة من ادلتها التفصيلية وقيل هو الاصابة والوقوف على المعنى الخفى الذى يتعلق به الحكم وهو علم مستنبط بالراى والاجتهاد ويحتاج فيه الى النظر والتامل ولهذا لايجوز ان يسمى الله تعالى فقيها لانه لا يخفى عليه شيئى.)) (3)

''اصطلاح میں وہ (فقہ) شرعی و عملی احکام کا ایسا علم ہے جو تفصیلی دلائل سے

(1) المعجم الوسيط ،مجمع اللغة العربية ، مصر، ماده فقه

(2) كتاب التعريفات،على ابن محمدابن سيد الزين،جرجانى، مكتبه رحمانيه ،اردو بازار لاہور،ص 119

(3) ایضاً

ماخوذ ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ فقہ اس چھپے ہوئے معنی تک پہنچنے کا نام ہے جس سے حکم متعلق ہو اور وہ (چھپا معنی) رائے اور اجتہاد اور غور و فکر کا بھی متقاضی ہو، چنانچہ اللہ تعالی کو فقیہ کہنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالی پر کوئی بھی چیز مخفی نہیں۔

نیز امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ''حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے جاننے کا نام فقہ ہے۔'' (1)

جب کہ صوفیہ کرام کے نزدیک فقہ علم و عمل سے عبارت ہے۔ (2)

جہاں تک لفظ حنفی کی تحقیق کا سوال ہے تو اس بارے میں مولانا احمد بن نصیر الدین لکھتے ہیں کہ لفظ ''حنفی'' ابی حنیفه کی طرف منسوب ہے جو امام المذہب نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کی کنیت ہے اور لفظ ابی حنيفة مرکب اضافی ہے جو اَب سے شروع ہوتا ہے اور اس کا دوسرا جزو بروزن فعيلة کے ہے اور اس جیسے اسم منسوب میں اصل یہ ہے کہ اس کے شروع والے حرف کو حذف کر کے اس کے آخر میں یائے نسبتی بڑھا دی جائے، جیسا کہ لفظِ فعيلة کے وزن پر جبکہ مادہ معتل اور مضاعف ابواب سے نہ ہو تب اسم منسوب میں قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ اوّلاً تاء اور یاء کو حذف کیا جاتا ہے پھر حرف عین کے کسرہ کو فتحہ سے اور حرف لام کے کسرہ کو فتحہ سے تبدیل کیا جاتا ہے تاکہ فَعَلِیٌ کے وزن پر ہو جائے۔

چنانچہ لفظِ ابی حنيفة کی طرف نسبت کرتے ہوئے درجہ ذیل نحوی قاعدہ برآمد ہوا۔

1۔ اس کے صدر (ابی) کو حذف کیا گیا تو حَنِیفَة رہ گیا۔
2۔ یاء اور تاء کو حذف کیا تو حَنِفَ رہ گیا۔
3۔ اس کے آخر میں یائے نسبتی بڑھائی گئی تو حَنِفَیِ ہو گیا۔
4۔ نون کے کسرہ کو فتحہ اور فاء کے فتحہ کو کسرہ سے تبدیل کیا تو حَنَفِیٌ ہو گیا۔

مذکورہ بالا تحقیق کے بعد اب فقہ حنفی یا با الفاظِ دیگر مذہبِ حنفی کی تعریف مختصراً مگر جامع

(1) احمل الحواشى على اصول الشاشى، مولانا جميل احمد ، سكرودى، مكتبه دارالاشاعت ،اردو بازار كراچى ،2005ء،ص 12

(2) ایضاً

انداز میں ان الفاظ سے کی جاسکتی ہے:

"یمکن ان یقال فی تعریف المذهب الحنفی انه عبارة عن آراء الامام ابی حنیفة واصحابه المجتهدین فی المسائل الاجتهادیة الفرعیة وتخریجات کبار العلماء من اتباعهم بناء علی قواعدهم و اصولهم أو قیاسا علی مسائلهم و فروعهم"❶

"حنفی مذہب کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ: وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اور فرعی اجتہادی مسائل میں ان مجتہد شاگردوں کی آراء سے عبارت ہے نیز ان بڑے علماء کی تخریجات پر مبنی ہے جنہوں نے ان کے اصول اور قواعد پر یا ان کے فروع اور مسائل پر قیاس کرتے ہوئے کیں۔"

فقہ کی ابتداء وارتقاء

اسلامی علوم مثلاً تفسیر، فقہ، مغازی ان کی ابتداء اگرچہ اسلام کے ساتھ ساتھ ہوئی لیکن فن کی حیثیت سے دوسری صدی کے اوائل میں تدوین وترتیب فقہ شروع ہوئی اور جن لوگوں نے تدوین وترتیب کی وہ ان علوم کے بانی کہلائے۔ چنانچہ بانی فقہ کا لقب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ملا جو درحقیقت اس لقب کے سزاوار تھے۔ اگر امام شافعی رحمہ اللہ علمِ اصول فقہ کے موجد ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی بلاشبہ علمِ فقہ کے موجد ہیں۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ایجاد الفقہ ہی ہے۔ جس پر ہم آئندہ تفصیلی بحث بھی کریں گے لیکن ضروری ہے کہ مختصراً علمِ فقہ کی تاریخ کو سمجھا جائے جس سے ظاہر ہو کہ یہ علم کب؟ کیوں؟ اور کیوں کر شروع ہوا؟ اور خاص کر یہ کہ جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو پایا تو اس کی کیا حالت تھی وغیرہ وغیرہ؟ حدیث کے ادنیٰ سے طالب علم ہونے کی حیثیت سے اس بات

❶ نقیب، احمد بن نصیر الدین، المذهب الحنفی، مکتبة الرشد، ریاض، سعودی عرب، 1422ھ/2001م، ج1، ص37_38

کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ دورِ نبوی ﷺ میں مسائل شرعیہ کی صورتِ حال یہ تھی کہ مثلاً رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم ان کو دیکھ کر اسی طرح وضو فرماتے جب کہ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ نہ بتاتے کہ یہ رکن واجب، سنت یا پھر مستحب وغیرہ ہے نیز اکثر یہی صورت پیش آئی گویا کہ آپ ﷺ مرجعِ خلائق تھے۔ سید مناظر احسن گیلانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "آں حضرت ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی کے ابتدائی چند سال تک اسلام کے حلقۂ اثر میں جو داخل ہوئے ان کی تعداد بہت محدود تھی۔ ظاہر ہے کہ قدرتی طور پر ایسی صورت میں حوادثات، واقعات کی مختلف پیچیدہ شکلیں یوں بھی کم پیش آتی تھیں، جو خود سرورِ کائنات ﷺ سے دریافت کرلیتے تھے۔ گیلانی صاحب رحمہ اللہ نے اسی مضمونِ بالا کے ساتھ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے: درزمانِ آنحضرت ﷺ مردمان درہمہ انواع علوم چشم بر جمال آنحضرت ﷺ وگوش بر آواز دے می داشتند، ہرچہ پیش می آید، از مصالح جہاد و ہدنہ وعقد جزیہ واحکام فقہ وعلوم زہدیہ ہمہ آزاں حضرت ﷺ استفسار نمودند۔ یعنی آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہر قسم کے متعلق لوگوں کی نگاہیں آنحضرت ﷺ کے جمال مبارک پر جمی ہوتیں، ان کے کان حضرت ﷺ کی آواز پر لگے ہوئے ہوتے، جہاد کی مصلحتوں، صلح و جزیہ کا معاہدہ، فقہی احکام، زہد کے متعلق جو باتیں بھی پیش آتی تھیں سب آنحضرت ﷺ سے دریافت کرلیتے۔ لیکن اچانک قطعاً ایک معجزہ کی شکل میں اسلام کے دائرہ اثر میں وسعت شروع ہوئی فتوحات کے سوا، وفود کا تانتا بندھا ہوا تھا، اسی بنیاد پر عہد نبوت میں یہ ضرورت پیش آگئی کہ وحی و نبوت کے ذریعے سے معلومات کا مجموعہ مسلمانوں کے سپرد کیا جارہا ہے اس کے کلیات کو جزوی واقعات پر صحیح طریقہ سے منطبق کرنے اور جدید حوادث ونوازل، واقعات وحالات کے لیے انہی کی روشنی میں احکام پیدا کرنے کا کوئی نظم کیا جائے۔ حِسی معلومات ہوں یا وحی و نبوت کی راہ میں حاصل ہونے والی معلومات، دونوں کے متعلق کچھ عقل سے کام لینے کی ضرورت تو ہر شخص کو پیش آتی ہے، لیکن ان معلومات کو پیش نظر رکھ کر باضابطہ کسی فن کا پیدا کرنا یہ ہر شخص کا کام نہیں ہوسکتا، جیسے ہر

شخص ان نتائج کو نہیں نکال سکتا جن تک حکماء اور آئمہ حکومت وسائنس کی نگاہیں پہنچی ہیں، تو وحی ونبوت کی معلومات کے نتائج وتفریعات تک ہر شخص کی نگاہ کیسے پہنچ سکتی ہے؟"[1]

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب فتوحات کی بہتات ہوئی اور تمدن کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا اور واقعات اس کثرت سے پیش آئے کہ اجتہاد واستنباط کی ضرورت محسوس ہوئی تو نتیجتاً اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا مثلاً اگر کوفہ کے شہریوں نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نماز سیکھی تو وہ رفع الیدین عند افتتاح الصلوۃ کا تو قائل تھا پر اگر یہی شخص مکہ میں کسی کو نماز پڑھتا دیکھتا تو محسوس کرتا کہ رفع الیدین تو نماز کے بقیہ مواضع میں بھی ہے الغرض جس صحابی نے آنحضرت ﷺ سے جو سیکھا تھا انہوں نے بعد کی امت تک ویسا ہی عمل پہنچایا لیکن تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی فقہی معیار یکساں نہ تھا مثلاً عبادلۂ اربعہ یعنی عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عباس، علی ابن ابی طالب اور ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہم اجمعین کی فقہی مراتب بقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مایہ ناز تھے۔

دور نبوی ﷺ سے لے کر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ (بشمول احناف) تک کے زمانے کی فقہی تطور

پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن خلدون اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں:

"ثم عظمت امصار المسلمين وذهبت الامية من العرب بممارسة الكتابة وتمكن الاستنباط وكمل الفقه واصبح صناعة وعلما فبدلوا باسم الفقهاء والعلماء من القراء وانقسم الفقه فيهم الى طريقتين طريقة اهل الراء والقياس وهم اهل العراق وطريقة اهل الحديث وهم اهل الحجاز وكان الحديث قليلا فى العراق فاستكثروا من القياس

[1] تدوین فقہ و اصول فقہ، مناظر احسن، گیلانی، الصدف پبلشرز، کراچی طبع اول 1427ھ، ص 186-87

ومهروا فيه فلذلك قيل اهل الراء ومقدم جماعتهم الذى استقر مذهبهم فيه وفى اصحابه ابو حنيفة رحمہ اللہ وامام اهل الحجاز مالك بن انس رحمہ اللہ والشافعى رحمہ اللہ من بعده ثم انكر القياس طائفة من العلماء وابطلوا العمل به وهم الظاهرية وجعلوا المدارك كلها منحصرة فى النصوص والاجماع وردوا القياس الجلى والعلة المنصوصبة الى النص الان النص على العلة على الحكم فى جميع محالها وكان امام هذا المذهب داود ابن على وابنه واصحابه۔"[1]

ابن خلدون رحمہ اللہ کے مذکورہ بیان کا خلاصہ یہ ہوا کہ جوں جوں اسلامی سرحدات کا امتداد بڑھا تب نتیجتاً نت نئے مسائل کا حل درپیش ہوا۔ اسلامی علوم ومعارف نے نئے رنگوں میں ڈھلنا اختیار کیا قرآن وحدیث کی تعلیمات کا صحیح معنی ومقصد معلوم کرنے کے لیے نئے فقہی تطورات سے گزرنا پڑا، کہیں اھل الرائے و القیاس تو کہیں پر اھل الحدیث (محدثین حضرات) جبکہ بعض نے تو قرآن وحدیث کے ظاہر پر ہی اکتفا کرتے ہوئے دینی تعلیمات کی ترویج کی۔ اھل الرائے و القیاس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، اہل الحدیث میں امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ جبکہ امام داود ظاہری اہل الظواہر میں مقتدا حیثیت کے حاملین رہے۔

فقہ حنفی کی تاریخ وتطوّر میں دورِ فاروقی میں اہلِ کوفہ وغیرہ کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بطور معلم کے منتخب ہونے کا بھی خاصہ دخل ہے اور اس بات کا بخوبی اندازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اہلِ کوفہ کے نام اس والا نامہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے ملاحظہ ہو:

"انى قد بعثت اليكم عمار بن ياسر اميرا وعبدالله بن مسعود

[1] مقدمة ابن خلدون لابن خلدون، عبدالرحمن بن خلدون (م 808ھـ)، دار العرب، الطبع، 1425ھ/ 2004م، ص 446

معلما ووزيرا وانهما من النجباء من اصحاب رسول الله ﷺ من اصحاب بدر وقد جعلت عبدالله بن مسود على بيت مالكم فتعلموا منهما واقتدوا بهما وقد آثرتكم بعبدالله بن مسعود على نفسي۔" [1]

''بلاشبہ میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو تمہاری طرف امیر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو وزیر اور معلّم بنا کر بھیجا ہے اور یہ دونوں اصحابِ بدر اور اصحابِ رسول ﷺ میں شریف ہیں نیز میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تمہارے بیت المال پر مقرر کیا ہے پس ان دونوں سے (دین) سیکھو اور دونوں کی اقتداء کرو اور میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے تمہارا اکرام کیا ہے۔''

لوگوں میں سے آپ (یعنی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کے وہ شاگرد کے جنہوں نے کوفہ میں آپ سے فقہ سیکھی اور آپ کے علم کے وارث بنے ان میں سب سے نمایاں علقمہ، حارث، مسروق، ابومیسرہ، عبیدہ اور اسود رحمھم اللہ ہیں۔'' [2]

ا: آپ رحمہ اللہ ابوشبل یعنی علقمہ بن قیس بن عبد اللہ نخعی، کوفی اور تابعی ہیں آپ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے آپ نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کی اور ان سے علم حاصل کیا اور لوگوں میں سب سے زیادہ آپ ہی ان کے طرزِ عمل سے زیادہ مشابہ تھے۔ آپ کی رحمہ اللہ وفات 61 اور 73 ہجری کے مابین میں ہوئی

۔ تہذیب التهذیب لابن حجر رحمہ اللہ، ج4، ص168۔

ب: آپ رحمہ اللہ حارث بن قیس جعفی، کوفی، عابد اور فقیہ ہیں آپ نے علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے آپ کی رحمہ اللہ وفات معاویہ رضی اللہ منہ کے زمانہ میں ہوئی

[1] ابن سعد، محمد، (م230ھ)، الطبقات الکبریٰ، دارالاشاعت، کراچی، 2003ء، ج6، ص7-8

[2] الحافظ، الخطیب، البغدادی، ابو بکر، احمد بن علی، (م 463ھ)، تاریخ بغداد، ج 12، ص 299، دار الکتب العربی، بیروت، لبنان، س ن۔

یعنی دو سال قبل۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی رحمہ اللہ، ج4، ص75، 76۔

ت: آپ ابو عائشہ یعنی مسروق بن اجدع (عبدالرحمٰن) بن مالک ھمدانی اور کوفی ہیں آپ نے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ سے روایت کیا ہے آپ عالم بالفتویٰ اور مجتھد فی العبادت تھے آپ کی رحمہ اللہ وفات 62 یا 63 ہجری میں ہوئی۔

تاریخ الکبیر للبخاری رحمہ اللہ، ج8، ص35، 36۔

ث: آپ رحمہ اللہ ابو میسرہ یعنی عمرو بن شرحبیل ھمدانی اور کوفی ہیں آپ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بڑے شاگردوں میں سے ہیں آپ نے علی اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے اور ان کے علاوہ سے بھی روایت کی ہے آپ کی رحمہ اللہ وفات 63 ہجری میں ہوئی۔ تہذیب التهذیب لابن حجر رحمہ اللہ، ج4، ص331، 332۔

ج: آپ ابوعمرو یعنی عبیدہ بن عمرو (اور کہا جاتا ہے کہ ابن قیس) سلمانی، فقیہ مرادی اور کوفی ہیں فتحِ مکہ کے سال آپ ارضِ یمن میں مسلمان ہوئے جبکہ آپ کو صحبت نبوی ﷺ حاصل نہیں ہوئی۔ آپ فقہ میں ماہر اور حدیث میں ثابت تھے آپ کی رحمہ اللہ وفات 72 ہجری میں ہوئی۔ طبقاتِ ابن سعد رحمہ اللہ، ج6، ص 93تا95۔

ح: آپ ابوعمرو یعنی اسود بن یزید بن قیس، نخعی، کوفی اور علقمہ رحمہ اللہ کے بھتیجے جبکہ ان سے بڑے ہیں آپ نیک، عابد اور فقیہ تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کا اکرام فرماتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ اسود سے زیادہ عراق میں مجھے کوئی آدمی معزز نہیں ہے۔ آپ کی رحمہ اللہ وفات 75 ہجری میں ہوئی۔ تاریخ الثقاتِ للعجلی رحمہ اللہ، ص67، 68

ان حضرات کے علاوہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علمی وارثوں میں حضرت علقمہ رحمہ اللہ کے اجل شاگرد حضرت نخعی رحمہ اللہ کا نام انتہائی نمایاں ہے، جن کے بارے میں یہ قول مشہور ہے کہ "ما راينا رجلا قط اشبه هديا بعلقمة عن النخعي" [1] ہم نے نخعی رحمہ اللہ سے بڑھ کر کسی کو علقمہ رحمہ اللہ سے زیادہ مشابہ نہیں پایا۔ جبکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے علمی فیض کو بعد میں

[1] سیر اعلام النبلاء للذہبی، محمد بن احمد، (م748ھ)، مؤسسة الرسالة، 1985ء، ج4، ص55

حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ میں منتقل کیا چنانچہ آپ کی ان کے بارے میں وصیت مشہور ہے کہ "علیکم بحماد فانه قد سالنی عن جمیع ماسالنی عنه الناس" ❶ یعنی (میرے بعد) تم لوگ حماد کو لازمی پکڑو (تاکہ ان سے دین سیکھو) کیونکہ اس نے بلاشبہ مجھ سے ان تمام مسائل کے بارے میں پوچھا ہے کہ جن کے بارے میں لوگوں نے مجھ سے پوچھا۔ امام حماد رحمہ اللہ کے بعد آپ کی فقہی منصب کو جناب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سنبھالا۔ آپ کے وطن شہر کوفہ ہی میں علم فقہ نے نشوونما پائی۔ ❷ جبکہ شہر کوفہ اس وقت میں عظیم علمی مرکز تھا علم اور علماء کا ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر ایسا تھا کہ حدیث اور فقہ کے حلقوں کے لیے اسکی مساجد تنگ پڑ گئیں۔ ❸ چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ "ثم توّج علی کرسیّه واجلس للفتیا والتدریس مکانه" ❹ یعنی پھر آپ کو (یعنی ابوحنیفہ کو امام حماد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد) ان کی جگہ تدریس اور فتوی دینے کے لیے ان کی کرسی پر بٹھایا گیا۔ دراصل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یہیں سے فقہ حنفی کے اول مؤسس کی حیثیت سے ابھرے ہیں نیز آپ کے بعد آپ کے دو اکابر شاگردوں یعنی امام ابو یوسف بن ابراھیم رحمہ اللہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے فقہ حنفی کے قواعد مدوّن فرمائے۔ دورِ عباسی میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ جب دولت اسلامیہ کے پہلے قاضی القضاۃ بنائے گئے تو یہ وہ سنہری دور تھا کہ جس میں فقہ حنفی نے خوب نش ونما پائی یہاں تک کہ سلطنتِ عثمانیہ تک بھی فقہ حنفی سے اثر لیے بغیر نہ رہ سکی۔ سلطنت کی تمام تر عدالتوں میں فقہ حنفی پر عمل ہوتا تھا نیز سرکاری طور سے بالخصوص جبکہ غیر سرکاری طور سے بالعموم فقہ حنفی پر ہی عمل کیا جاتا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ بعد میں عراق، مصر، شام، ترکی، متحدہ ہندوستان، افغانستان اور بلادِ ماوراء النہر وغیرہ

---

❶ ایضا، ج5، ص232

❷ نظر التاریخیة فی حدوث المذاهب، احمد تیمور، ط،س ن، ص 50

❸ محاضرات فی تاریخ المذاهب، ابو زهره، مطبعه المدنی، س ن، ص 136

❹ المذهب الحنفی، احمد بن نصیر الدین، ج1، ص86

میں فقہ حنفی ہی نے اپنے لیے مضبوط مقام حاصل کیا۔ اور تو اور آپ دنیا کے کسی بھی اسلامی خطے کا نام لیں آپ کو وہاں کے مسلمانوں میں سے کوئی نہ کوئی حنفی مسلک کا پیروضرور ملے گا۔ فقہاءِ احناف نے جتنی پذیرائی حاصل کی ہے شاید ہی کسی کو نصیب ہوئی ہو۔ غرض تصنیف ہو یا تالیف، فقہ ہو یا پھر اُصولِ فقہ علماء احناف نے وہ کمالات دکھائے ہیں کہ دنیائے فقہ اس کی مثال سے قاصر ہے۔ ❶ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ کی فقہ کی تطویر اور ترویج میں زیادہ کردار جن ہستیوں کا رہا ان میں امام ابو یوسف اور امام محمد الشیبانی تو سرِ فہرست ہیں ہی جبکہ امام زفرؒ اور امام حسن بن زیادؒ وغیرہ کے اسماء بھی قابل ذکر ہیں۔ چناچہ امام اعظم رحمہ اللہ کے بقول مالازمنی احد مثل ما لازمنی ابو یوسف ❷ یعنی ابو یوسف رحمہ اللہ جیسی ہم نشینی میرے ساتھ کسی نے اختیار نہیں کی نیز فرمایا: وهو اجمع اصحابی للعلم ❸ یعنی وہ میرے ساتھیوں میں سب سے زیادہ علم کو جمع کرنے والا ہے۔ آپؒ دورانِ درس ہی اپنے شیخ سے مسائل لکھتے تھے اور بعد میں ان پر پیش بھی فرماتے آپؒ موت تک ہی اپنے استاد سے استفادہ کرتے رہے۔ چونکہ آپ رحمہ اللہ اپنے استاد کی حیاتِ مبارکہ میں ہی علمی مقام رکھتے تھے لہٰذا بحیثیتِ جانشین بعد میں آپؒ ہی نے فقہ حنفی کے لیے راہ نما اُصول وضع کیے۔ امام محمد بن حسن رحمہ اللہ اور حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے آپؒ ہی سے آپؒ کی اور آپؒ کے شیخ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ سیکھی۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے تلامذہ نے آپؒ سے فقہ حنفی سیکھی جن میں درجہ ذیل قابل ذکر ہیں:

ا: حسین بن حفص الاصبہانی نے آپ سے فقہ سیکھی اور مذہبِ حنفی کو اصبہان منتقل کیا جبکہ آپ فتوی بھی حنفی فقہ پر دیتے تھے۔

---

❶ المذهب الحنفی، ج1، ص12۔11

❷ ایضاً

❸ ایضا ج1، ص107، 106

ب: محمد بن خالد الختلی نے آپ سے پڑھا پھر استر آباد میں سکونت پذیر ہوئے جبکہ وہاں فقہ حنفی ہی لوگوں کو سکھاتے ؟❶ فقہ حنفی کے امتداد کا بڑا سبب خود امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قاضی القضاۃ ہونا بھی تھا کیونکہ دولت اسلامیہ میں جہاں کہیں بھی کسی فیصلہ کا صدور ہوتا وہ اکثر و بیشتر فقہ حنفی کی روشنی میں ہوتا اور کیونکہ سلطنت میں کسی بھی جگہ قاضی کی تعیناتی کا فیصلہ خود قاضی القضاۃ کے صلاح مشورے سے ہوتا تھا اور ظاہر ہے کہ آپ حنفی فقہ کے حامل ہی کو ترجیح دیتے تھے اور اس بارے مؤرخین کے نقوش گواہ ہیں ملاحظہ ہو:

"تولّٰی الامام ابو یوسف (رحمه الله)منصب القضاء فی الدولة العباسية ردحا غير قصير وظلّ فيها كبير القضاة حتّٰى وفاته فكان اليه تولية القضاة من المشرق الى المغرب لا يعيّن قاض فی الدولة علی اتساع رقعتها الّا بمشورته وموافقته فكان يستعمل من يشاء من اصحابه الحنفية مما ساعد علی نشر المذهب الحنفی وبسط نفوذه ۔"❷

"یعنی عباسیہ دورِ خلافت میں امام ابو یوسف کو منصبِ قضاء سونپی گئی اور آپ اپنی وفات تک قاضی القضاۃ رہے گویا کہ مشرق سے مغرب تک کی قضاوۃ آپ کو سونپی گئی تھی سلطنت میں کسی قاضی کا تعیّن صرف آپ ہی کی رائے اور موافقت سے ہوتا تھا چنانچہ آپ اپنے اُن حنفی (علماء) ساتھیوں میں سے جس کو چاہتے استعمال فرماتے جو مذہبِ حنفی کا نشر و نفاذ کرتے تھے۔"

جیسا کہ پہلے بھی واضح ہو چکا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اپنے شیخ ہی کی مجلس میں ان سے اصول وضوابط تحریر کرتے اور بعد میں اپنی تحریر ان پر تفتیش کے لیے پیش بھی فرماتے چنانچہ

❶ ایضًا ، ج:1، ص: 106,107

❷ محاضرات فی تاریخ المذاهب ،ص173

مناقب ابی حنیفہ میں آتا ہے:

"كان الامام ابو يوسف رحمه الله يصنّف المسائل فی مجلس درس الامام ابی حنيفة رحمه الله"❶

''امام ابو یوسف رحمہ اللہ ،امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس درس میں مسائل تصنیف فرماتے تھے۔''

نیز محمود مطلوب اپنی کتاب "ابو يوسف حياته و آثاره" میں لکھتے ہیں:

"وكان بمثابة النواة الاولىٰ لما قام به فيما بعد من تاليف عدد من كتب قيّمة ضمّنها الشیء الكثير من آرائه وآراء شيخه وصل الينا منها "كتاب الآثار" و"اختلاف ابی حنيفة و ابن ابی ليلیٰ"و "الخراج" و "الرد علی سير الاوزاعی"......"❷

''آپ کے شروع تصانیف کی ثبات کی دلیل یہی ہے کہ بعد میں آپ نے کئی بیش قیمتی تالیفات تحریر کی جو کہ آپ کی اور آپ کے شیخ کی آراء کو شامل ہیں چنانچہ ان کتب میں سے ہم تک کتاب الآثار ، اختلاف ابی حنيفة و ابن ابی ليلی ، كتاب الخراج اور الرد علی سير الاوزاعی وغیرہ پہنچی ہیں۔(ملخّص الکلام)''

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی طرح امام محمد رحمہ اللہ نے بھی فقہ حنفی کی خوب خدمت کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کی تصنیفات و تالیفات نے فقہ حنفی کو جو جلا بخشی ہے قابلِ رشک ہے چنانچہ آپ کے بارے میں مؤرخین کی رائے ہے:

"من اهم الاعمال التی نهض بها الامام محمد بن الحسن رحمه الله

❶ مناقب الامام ،الكردری،محمد بن محمد بن شهاب ،(م 827هـ) ،مكتبه الاسلاميه، كوئٹه، 1407هـ ، ج1،ص 57

❷ ابو يوسف حياته و آثاره لمحمود مطلوب ،ص 103- 115

انہ قام بروایة فقه شیخیه ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله واضاف الیه فروعا کثیرة أُخریٰ ثم دوّنها فی مؤلفاته القیّمة التی عرفت فی المذهب الحنفی بکتب ظاهر الروایة الماجع الصغیر والجامع الکبیر والزیادات والسیر الصغیر والسیر الکبیر والمبسوط (الاصل) وهی عمدة المذهب الحنفی ویدور فی فُلکها ما جاء بعدها من مؤلفات المذهب۔ "❶

''امام محمد رحمہ اللہ کے اہم کارناموں میں سے یہ ہے کہ آپ نے اپنے دونوں مشائخ ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ابویوسف رحمہ اللہ کی فقہی روایات کو جمع کیا اور ان کے ساتھ اور کئی فروعات کا اضافہ بھی فرمایا پھر ان کو اپنی وقیع مؤلفات میں مدوّن کیا جو کہ حنفی مذہب میں ظاہر الروایۃ کے نام سے معروف ہیں یعنی جامع الصغیر، جامع الکبیر، زیادات، سیر الصغیر، سیر الکبیر اور مبسوط (یعنی اصل) جبکہ وہ مذہب حنفی کی بہترین (کتاب) ہے اور فقہ حنفی کی مابعدہ تقریباً تمام تر تالیفات اسی کشتی میں گردش کرتیں ہیں۔''

اپنے مشائخ کی طرح آپ رحمہ اللہ کے تلامذہ بھی کافی مشہور ائمۃ الاحناف میں سے گذرے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے مواطن میں حنفی مذہب کی خوب نشر واشاعت کی اُن میں موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی، ھشام بن عبیداللہ الرازی، معلیٰ بن منصور الرازی، ابوحفص الکبیر احمد بن حفص البخاری، علی بن معبد الرقی، عیسیٰ بن ابان، محمد بن سماعۃ التمیمی وغیرہ نامور ہستیاں شامل ہیں❷:

---

❶ ابو حنیفة حیاته و عصره لابی زهرة،ص 183،184

❷ المذهب الحنفی، ج 1،ص 37_38

1۔ آپ کا نام یعقوب بن ابراھیم بن حبیب ہے،قبیلۂ بنوسعد سے ہیں۔آپ کی سنِ پیدائش 113ھ ہے،جائے ولادت شہرکوفہ ہے۔آپ رحمہ اللہ کے اساتذہ میں سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ،یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ ،ہشام بن عروہ رحمہ اللہ اور اعمش رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں ،آپ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ ، بشر بن⇦⇦⇦

بقولِ شاعر:

الفقه زرعُ ابن مسعود، وعلقمة
حصّاده، ثمّ ابراهیم دوّاس
نعمان طاحنه، یعقوب عاجنه
محمد خابز، والآکل الناس

⇦⇦⇦الولید رحمہ اللہ ،ابن سماعۃ رحمہ اللہ ،یحیٰ بن معین رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ رحمہ اللہ اسلامی سلطنت کے قاضی القضاۃ بھی رہے ہیں۔آپ 89 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔چنانچہ اس اعتبار سے آپ کی سنِ وفات 202ھ ہوئی بناء براختلاف ،جبکہ ایک قول 189ھ کا بھی منقول ہے۔(الحافظ ،الذهبی ،ابو عبدالله،محمد بن احمد بن عثمان،(م 784)،مناقب الامام ابی حنیفة و صاحبیه ،ص 62-57،بیروت،لبنان،1419ھ)

2. آپ کا نام محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی ہے۔آپ کی سنِ پیدائش 132ھ ہے،جائے پیدائش واسط ہے۔امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے آپ رحمہ اللہ نے کچھ حصۂ علم پایا ہے بعد میں آپ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کیساتھ تلمذ اختیار کیا حتیٰ کہ علم فقہ میں کمال حاصل کیا۔ مسعر بن کدام رحمہ اللہ ،مالک بن مغول رحمہ اللہ ،سفیان ثوری رحمہ اللہ اور مالک بن انس رحمہ اللہ وغیرہ بھی آپ رحمہ اللہ کے مشائخ میں شامل ہیں۔آپ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں امام شافعی رحمہ اللہ ،ابوعبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ ،ہشام بن عبید اللہ الرازی رحمہ اللہ اور یحیٰ بن معین رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں،آپ رحمہ اللہ ہارون الرشید کے دورِ خلافت میں قاضی رہے ہیں۔آپ کی سنِ وفات 189ھ ہے۔(الحافظ ،الذهبی ،ابو عبدالله،محمد بن احمد بن عثمان،(م 784)،مناقب الامام ابی حنیفة و صاحبیه ،ص 95-79،بیروت،لبنان،1419ھ)

3. آپ کا نام زفر بن ہذیل بن قیس العنبری ہے۔آپ رحمہ اللہ کی سنِ پیدائش 110ھ ہے۔آپ کے مشائخ میں سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ،سلیمان بن مہران رحمہ اللہ ،یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ اور محمد بن اسحاق رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں ،جبکہ شاگردوں میں عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ ،محمد بن الحسن رحمہ اللہ ، وکیع بن الجراح رحمہ اللہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔آپ کی سنِ وفات 158ھ ہے۔(طبقات ابن سعد ،ج 6،ص 388-387)

4. آپ رحمہ اللہ کا نام ابوعلی حسن بن زیاد الانصاری اللؤلؤی ہے۔سنِ پیدائش نامعلوم ہے ہاں اتنا نقل ہے کہ آپ کوفی ہیں اور بعد میں بغداد میں رہنے لگے۔آپ کے اساتذہ میں سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ،ابن جریج رحمہ اللہ ،امام ابو یوسف رحمہ اللہ ،امام زفر اور امام محمد رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں۔محمد بن شجاع الثلجی ،محمد بن سماعۃ،عمر بن مہیر اور حسن بن ابی مالک آپ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔آپ کی سنِ وفات 204ھ ہے۔(طبقات الفقهاء للشیرازی، ص 115)

’’علم فقہ کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا جس کو علقمہ رحمہ اللہ نے کاٹا پھر ابراہیم رحمہ اللہ نے اس کی صفائی کی (یعنی چھانٹا)، نعمان (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) نے اس کو پیسا، یعقوب رحمہ اللہ (امام ابویوسف رحمہ اللہ) نے اس کو گوندا اور امام محمد رحمہ اللہ نے اس سے روٹی پکائی جبکہ لوگ اس میں سے کھا رہے ہیں۔‘‘ [1]

[1] الدر المختار، حصکفی، ج1، ص8۔

فصل دوم

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہی اور محدثانہ حیثیت کا جائزہ

نام و نسب

آپ کا نام نعمان، کنیت ابوحنیفہ اور لقب امام اعظم ہے۔ آپ کے والد کا نام ثابت ہے۔ مؤرخ ابن خلکان آپ کا سلسلۂ نسب یوں لکھتے ہیں:

"ابو حنیفة النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماه۔" [1]

جب کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے پوتے اسماعیل بن حماد نے آپ کا سلسلۂ نسب یوں بتایا ہے:

"نعمان بن ثابت بن نعمان بن المرزبان۔" [2]

دراصل دونوں ہی درست ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ ابن خلکان نے جس شخص کو زوطی لکھا ہے اسماعیل نے اسے نعمان کہا ہے۔ یہ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں، کیونکہ جو شخص مسلمان ہونے سے پہلے زوطی ہے، وہی مسلمان ہونے کے بعد نعمان ہے اسی طرح جس شخص کا نام ماہ ہے، وہی مرزبان ہے۔ اس نسب نامے سے یہ معلوم ہوا کہ آپ عجمی النسل تھے۔ [3] ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ”مرزبان کے معنی الرئیس من ابناء الفارس الاحرار“ کے ہیں۔ یعنی آزاد فارسی نژاد رئیس۔ نیز فارس سے مراد خاص شہر نہیں ہے، بلکہ عجمی قوم ہے، جن کو فارسی کہتے ہیں اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دادا فارسی ہی تھے اور یہی اکثر کا قول ہے۔ [4] آپ کو قبیلۂ تیم سے ولاء کی وجہ سے تیمی کہا جاتا ہے۔ اس لیے

[1] وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان لابن خلکان، احمد بن محمد بن ابی بکر، (م 681ھ)، منشورات الرضی، ج5، ص405

[2] ایضاً

[3] سیرة النعمان، شبلی نعمانی، مطبع مفید عام آگرہ، انڈیا، 1892م، طبع دوم، ص18-16

[4] الخیرات الحسان، احمد بن حجر، الهیثمی، (م 973ھ)، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، پاکستان، 1414ھ، ص41

امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں بعض لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے کہ آپ رحمہ اللہ کا خاندان غلامی میں تھا، لیکن خطیب نے آپ کے پوتے کا درج ذیل بیان لکھا ہے جس سے اس غلط فہمی کی تردید ہوتی ہے، جو آپ کے دادا کے بارے میں پیدا ہوگئی ہے کہ وہ بنی تیم کے آزاد کردہ غلام تھے، چنانچہ اسماعیل کہتے ہیں: میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ابناء فارس سے ہوں اور ہم آزاد ہیں، واللہ ہم پر غلامی کا دور کبھی نہیں آیا ہے۔ ❶

ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ابن راشد الانصاری کے نسخہ میں ہے کہ اصحابِ مناقب کی ایک جماعت نے اس چیز کو ترجیح دی ہے کہ جو ان کے پوتوں سے مروی ہے، کیونکہ وہی اپنے دادا کے نسب کا زیادہ جاننے والے ہیں۔ ❷

تاریخ و مقام ولادت

ابن خلکان نے اسماعیل بن حماد کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"ولد جدّی سنة ثمانين" ❸

''میرے دادا 80ھ میں پیدا ہوئے۔''

ابن حجر مکی رحمہ اللہ بھی اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والاكثرون على أنه ولد سنة ثمانين بالكوفة." ❹

''اکثر (مؤرخین) کے مطابق آپ سن 80ھ کو شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔''

اسی کی تائید میں محمد علی کاندھلوی لکھتے ہیں:

''امامِ اعظم کی ولادت 80ھ بمطابق 699ء بمقامِ کوفہ ہوئی۔'' ❺

---

❶ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج13، ص326

❷ الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص69

❸ وفیات الاعیان، ابن خلکان، ج5، ص405

❹ الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص43

❺ امامِ اعظم اور علم الحدیث، محمد علی صدیقی کاندھلوی، (م 1992)، الحسن دار العلوم الشہابیہ، سیالکوٹ، پاکستان، 1981ء، ص131

بشارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور امام صاحب رحمہ اللہ

فارس اور اہل فارس کے بارے میں امام ترمذی نے جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ سورۂ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ (سورۂ جمعہ: ۳)

تو حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ یہ دوسرے (آخرین) کون ہیں؟ جو ہم سے ابھی تک نہیں ملے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی، سائل نے دوبارہ اور سہ بارہ پھر پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر دستِ اقدس رکھ دیا اور فرمایا:

((والذی نفسی بیده لو کان الایمان بالثریا لتناوله رجال من هؤلاء.)) ❶

''اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو بھی ان کی نسل سے کچھ لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔''

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس بشارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی مصداق کون ہے۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فهذا اصل صحيح يعتمد عليه فی البشارة بابی حنيفة وفی الفضيلة التامة له" ❷

''یہ اصل صحیح ہے، کہ جس پر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں بشارت اور ان کی

---

❶ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، (م 279)، جامع ترمذی، فرید بک سٹال، لاہور، طبع دوم، 1422ھ/2001م، ابواب تفسیر القرآن، باب تفسیر سورۃ الجمعۃ، حدیث 3625

❷ تبییض الصحیفۃ، عبدالرحمن، جلال الدین سیوطی، (م 911)، ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیۃ، کراچی، (س ن)، ص20

کامل فضیلت کے ثبوت کے لیے اعتماد کیا جاتا ہے۔"

امام صاحب رحمہ اللہ اور شرف تابعیت

امام اعظم رحمہ اللہ تابعی ہیں یا نہیں؟ محدثین اور منصف مؤرخینِ اسلام کی نامور تصنیفات وتالیفات اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ نہ صرف محدث وفقیہ ہیں بلکہ شرف تابعیت بھی آپ کو حاصل ہے۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے یا نہیں؟ لیکن اگر فرض کرلیا جائے کہ روایت نہیں کی تو کیا تابعیت کے لیے روایت کرنا ضروری ہے؟ یہ بات تجزیہ وتحقیق طلب ہے۔ ذیل میں اہل علم کے دلائل سے اس کا ایک جائزہ لیا جاتا ہے:

1۔ محمد بن سعد رحمہ اللہ نے انہیں تابعین کے طبقۂ پنجم میں شمار کیا ہے۔ [1]

2۔ ابن ندیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"كان من التابعين لقي عدة من الصحابة رضي الله عنهم." [2]

"آپ تابعین میں سے تھے آپ کی ملاقات کئی صحابہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔"

3۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ابو حنيفة راى انس بن مالك رضي الله عنه۔" [3]

"ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔"

4۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"انه (ابو حنيفة) راى انس بن مالك لما قدم عليهم الكوفة." [4]

---

[1] الطبقات الكبرى لابن سعد، ج4، ص 233

[2] الفهرست، محمد بن اسحٰق النديم، ابن نديم، (م 377هـ)، نور محمد كارخانه تجارت كتب، كراچی، س ن، ص 255

[3] تاريخ بغداد، ج13، ص 324

[4] مناقب الامام ابی حنيفة و صاحبيه ابی يوسف و محمد بن الحسن، محمد بن احمد، ذهبی، (م748هـ)، دار الكتاب العربی، مصر، س ن، ص 7

"بیشک ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو (اس وقت) دیکھا کہ جب وہ شہر کوفہ میں تشریف لائے تھے۔"

5۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فهو من اعيان التابعين الذين شملهم قوله تعالىٰ ﴿والذين اتبعوهم باحسان...... ﴾ الاية" [1]

"پس وہ (ابوحنیفہ رحمہ اللہ) ایسے کبار تابعین میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول ﴿والذين اتبعوهم باحسان.... الاية﴾ وارد ہوا ہے۔"

6۔ شیخ الاسلام ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ابا حنيفة ادرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة فهو من طبقة التابعين." [2]

"ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کی اس جماعت کو پایا ہے جو کہ کوفہ میں تھے پس وہ تابعین کے طبقہ میں سے ہیں۔"

7۔ احمد بن محمد القسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ومن التابعين الحسن البصري والشعبي وبن المسيب وعطاء وابو حنيفة۔" [3]

"حسن بصری، شعبی، ابن مسیب، عطاء اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعین میں سے ہیں۔"

امام اعظم رحمہ اللہ کی تابعیت کے متعلق چند اقوال پیش کیے گئے ہیں ورنہ تو لاتعداد علماء و محدثین نے آپ کی تابعیت کی شہادت دی ہے، تمام تصریحات کا احاطہ نہایت مشکل ہے لیکن

---

[1] الخيرات الحسان، ابن حجر مكی، ص 48

[2] عقود الجمان، محمد بن يوسف، يوسف صالحی، الدمشقی، (م 942هـ)، مكتبة الشيخ، بهار آباد كراچی، 1394ه/1974م، ص 50

[3] ارشاد الساری شرح صحيح البخاری، احمد بن محمد، قسطلانی، (م 923هـ)، دار الكتب العربی، بيروت، س ن، ج1، ص 390

اہل بصیرت کے لیے مندرجہ بالا ممتاز شخصیات کی شہادتیں ہی کافی ہیں، لہٰذا آپ کی تابعیت کا انکار کسی ذی فہم سے متصور نہیں۔ یہاں تک تو امام صاحب رحمہ اللہ کی تابعیت پر روایتاً نافع بحث ہوئی، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اہل علم نے آپ کی تابعیت کو درایتاً بھی ثابت کیا ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ واقع میں یہ بات عقل سے بہت بعید ہے کہ امام رحمہ اللہ کے زمانے میں اصحابِ رسول ﷺ موجود ہوں، اور آپ ان کی ملاقات کا قصد نہ کریں، حالانکہ اصحاب رضی اللہ عنہ کا موجود ہونا اور امام رحمہ اللہ کا ان شہروں میں جانا جہاں اصحاب رضی اللہ عنہ تھے ثابت ہے، اور امام رحمہ اللہ کی زندگی سے بیس سال کی مدّت اصحاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گزری، کیونکہ سو برس کے آخر تک صحابہ رضی اللہ عنہم کا وجود ثابت ہے، پس اصحابِ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول حق ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے ایک جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔"[1]

نیز علامہ خوارزمی لکھتے ہیں:

"ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں 80ھ میں پیدا ہوا اور 96ھ میں اپنے والد کے ہمراہ حج کیا، اس وقت میری عمر سولہ سال تھی، پس جب میں مسجد الحرام میں داخل ہوا تو میں نے وہاں بہت بڑا حلقہ دیکھا، میں نے اپنے والد سے کہا کہ یہ کس کا حلقہ ہے انہوں نے کہا کہ صحابہ رسول ﷺ عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ کا حلقہ ہے۔ میں نے کہا مجھے بھی ان کے پاس لے چلیے تاکہ ان سے حدیث سن لوں۔ پس میں ان کے قریب پہنچا تو وہ یہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جس کسی نے دین میں تفقہ حاصل کر لیا، تو اللہ تعالیٰ اسے رزق کی فکر سے اس طرح آزاد کر دے گا کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں۔"[2]

[1] شرح سفر السعادۃ شاہ عبد الحق دھلوی، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان، 1398ھ/ 1978م، ص 20
[2] جامع المسانید، محمد بن محمود، الخوارزمی، (م 665ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، س ن، ج1، ص 24

پس ان درجہ بالا دلائل سے عقلی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے دور میں موجود متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے ملے ہیں اور آپ زمرۂ تابعین سے ہیں۔

امام صاحب رحمہ اللہ اور آپ کی علمی زندگی

قرآن حکیم کی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ ان عصری فنون کی طرف پہلے متوجہ ہوئے، جو اس دور میں مروّج تھے، اس سلسلے میں امام صاحب رحمہ اللہ کا ایک قول موفق مکی اپنی کتاب میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انی لما اردت تعلم العلم جعلت العلوم کلها نصب عینی فقرات فنا فنا منها وتفکرت عاقبته وموقع نفعه"[1]

"جب میں نے علم حاصل کرنے کا ارادہ کیا، تو میں نے تمام علوم وفنون کو سامنے رکھا اور پھر ان میں سے ایک ایک فن کو پڑھا، پھر ہر فن کے انجام اور اس کے نفع پر خوب غور کیا۔"

چنانچہ اس قول سے تو اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے علم الفقہ حاصل کرنے سے پہلے علم الادب، علم الشعر والقافیہ، علم القراۃ، علم النحو وغیرہ میں سے ہر ایک فن کو باقاعدہ پڑھ لیا تھا۔

امام صاحب رحمہ اللہ کا علم الکلام سے لگاؤ اور پھر اس کا ترک کر دینا:

ابتدائی اور ضروری تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ تجارت کی طرف متوجہ ہوگئے، ایک دن اسی سلسلہ میں بازار کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں مشہور محدث امام شعبی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوگئی، انہوں نے آپ رحمہ اللہ کے چہرہ پر ذہانت اور سعادت کے آثار دیکھے تو آپ کو بلایا اور پوچھا برخوردار! کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ بازار جا رہا ہوں۔ امام شعبی رحمہ اللہ نے پوچھا کیا تم علماء کی مجلس میں نہیں بیٹھتے؟ عرض کیا نہیں۔ امام شعبی رحمہ اللہ نے کہا:

[1] مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ رحمہ اللہ، موفق بن احمد، المکی (م 578ھ)، مکتبہ اسلامیہ، میزان مارکیٹ، کوئٹہ، 1407ھ، ج1، ص 57

"لا تغفل وعليك بالنظر في العلم ومجالسة العلماء فاني ارىٰ فيك يقظة وحركة" [1]

''علم اور مجالس علماء کو لازم پکڑو کیونکہ میں تم میں حرکت و بیداری کے آثار دیکھتا ہوں۔''

امام شعبی سے اس ملاقات کا اثر بایں طور ظاہر ہوا کہ امام صاحب رحمہ اللہ میں علوم دینیہ کے حصول کا شوق علی وجہ الکمال پیدا ہوگیا اور سب سے پہلے آپ نے علم الکلام حاصل کرنا شروع کیا اور اس درجہ کی مہارت حاصل کی کہ آپ خود فرماتے ہیں:

"كنت انظر في الكلام حتىٰ بلغت فيه مبلغا يشار اليّ فيه بالاصابع" [2]

''میں نے علم الکلام میں وہ اُونچا مقام حاصل کیا کہ میری طرف لوگ اُنگلیوں سے اشارہ کرتے (یہ کنایہ ہے کسی کا ماہر فن ہونے سے)۔''

پ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''اس زمانے میں میری مڈبھیڑ خارجی فرقوں سے ہوئی، جہمیہ اور قدریہ فرقوں سے مناظرے کیے اور اسی بناء پر میں علمِ کلام کو افضل ترین علم سمجھتا اور اسے ہی دین کی نگرانی کی بنیاد کہتا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ سے زیادہ دین جاننے والا کون ہوسکتا تھا، اس کے باوجود انہوں نے ذاتِ باری اور اس کی صفات کے باریک مسائل اور جبر اور قدر کی معرکۃ الآراء بحثوں میں کبھی حصہ نہیں لیا، جبکہ اس کے برعکس شرعی اور فقہی مسائل میں ان کی التفات اور مشغولیت زیادہ تھی، اور اگر کلامی مسائل میں غور وخوض کرنا کوئی قابل ذکر اور بڑی خوبی کی حامل شے ہوتی، تو یہ نفوسِ قدسیہ اس موضوع کو بالکل نہ چھوڑتے چنانچہ اس خیال کے ساتھ ہی آپ کی توجہ اس

[1] ایضا، ج1، ص59 [2] ایضا، ج1، ص55

موضوع سے ہٹنے لگی۔'' [1]

امام صاحب رحمہ اللہ کا حصولِ علم فقہ اور اس کے محرکات

آپ کا علمِ فقہ کے حصول بارے اہل علم نے کئی محرکات کا ذکر فرمایا ہے، چنانچہ علامہ ذھبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''امام اعظم رحمہ اللہ کی فقہ میں مشغولیت کا ایک سبب یہ بنا کہ آپ رحمہ اللہ نے ایک رات خواب دیکھا کہ آپ حضور ﷺ کی قبر انور کو کھود رہے ہیں، چنانچہ خوابوں کی تعبیر کے جلیل القدر عالم محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی گئی تو انہوں نے اس خواب کی تعبیر یوں بیان کی کہ آپ حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ اور سنن سے ایسے دقیق مسائل کا استخراج واستنباط کریں گے اور ایسے امور کی عقدہ کشائی کریں گے کہ جو آپ سے پہلے کسی نے نہیں کی ہوگی۔ اس خواب کی عملی تعبیر یوں سامنے آئی کہ آپ نے سارے عالمِ اسلام کو احادیثِ نبوی علی صاحبھا الصلاۃ والسلام سے آگاہ کیا اور ایسے مسائل بیان کیے کہ جن سے عقل حیران ہوئی۔'' [2]

نیز ایک اہم سبب جو کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی علمِ فقہ کی مشغولیت کا سبب بنا وہ دراصل ایک عورت کا آپ رحمہ اللہ سے ایک شرعی مسئلے بارے سوال کرنا تھا چنانچہ واقعہ یوں ہوا:

''ایک دن ایک عورت نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا کہ جو آدمی اپنی بیوی کو طلاقِ سنت دینا چاہے تو وہ کس طرح طلاق دے گا؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا حماد رحمہ اللہ سے یہ مسئلہ پوچھنا اور جو کچھ وہ جواب دیں، وہ مجھے بتا دینا۔ چنانچہ امام حماد رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا کہ وہ شخص عورت کو اس طہر میں طلاق دے، جس میں اس سے جماع نہ کیا ہو اور پھر اس کو چھوڑ دے اور جب وہ عورت تیسرے حیض

[1] ایضا، ج1، ص60

[2] مناقب الامام للذهبی، ص22

کے گزرنے پر غسل کرے گی، تو نکاح کے لیے آزاد ہوگی۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے جب یہ جواب سنا تو فوراً حماد رحمہ اللہ کا حلقہ درس اپنانے کا فیصلہ فرمالیا۔" ❶

اسی طرح ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"حضرت حماد رحمہ اللہ کے درس میں آپ رحمہ اللہ کو نمایاں جگہ ملتی اور بہت جلد آپ اپنے استاد محترم کی آنکھ کا تارہ بن گئے، کچھ عرصہ بعد آپ کو خیال آیا کہ اپنا الگ حلقۂ درس قائم کرلیں، اسی اثناء میں ایک رات آپ اپنے استاد حماد رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک انہیں اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے انتقال کی خبر پہنچی چنانچہ حماد رحمہ اللہ فوراً سفر پر روانہ ہوگئے اور امام صاحب رحمہ اللہ کو اپنا خلیفہ بنا گئے۔ چنانچہ حماد رحمہ اللہ کی غیر موجودگی میں آپ نے ساٹھ ایسے مسائل پر فتوے دیئے، جن کے متعلق آپ نے اپنے استاد سے نہ سنا تھا جب حماد رحمہ اللہ واپس آئے اور امام صاحب رحمہ اللہ نے وہ فتوے انہیں دکھائے تو انہوں نے چالیس مسائل سے اتفاق کیا اور بیس میں اصلاح فرمائی، اس وقت امام صاحب رحمہ اللہ نے قسم کھائی کہ جب تک زندگی ہے، امام حماد رحمہ اللہ کی مجلس کو نہیں چھوڑوں گا، چنانچہ ایسا ہی کیا۔" ❷

نیز محمد علی کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"علم الشرائع کے لیے چونکہ علم حدیث ناگزیر تھا، اس لیے آپ نے 98ھ سے 104ھ تک علمِ حدیث میں بھی کمال حاصل کیا۔" ❸

امام صاحب رحمہ اللہ اور علم حدیث

حق تعالیٰ شانہ نے امام صاحب رحمہ اللہ کو جہاں علمِ فقہ میں مہارت عطاء فرمائی تو اسی

---

❶ مناقب الامام لموفق مکی، ج1، ص55

❷ الخیرات الحسان لابن حجر المکی، الفصل التاسع، ص63،64

❸ امام اعظم اور علم الحدیث، محمد علی کاندھلوی، ص168

کے ساتھ ساتھ علمِ حدیث میں بھی بہت بلند مقام سے نوازا۔ محنت و جانفشانی کا یہ عالم تھا کہ بہت جلد اپنے ہم درس ساتھیوں سے بہت آگے نکل گئے۔

چنانچہ ذھبی رحمہ اللہ نے اسی سلسلہ میں مسعر بن کدام رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے:

"مسعر بن کدام کوفہ میں طلب علمی کے زمانہ میں امام صاحب رحمہ اللہ کے ہم درس رہے ہیں۔"

لہٰذا وہ (مسعر بن کدام) کہتے ہیں:

"میں امام اعظم رحمہ اللہ کا رفیقِ درس تھا، جب وہ علمِ حدیث کے طالب علم بنے، تو اتنی محنت کی کہ حدیث میں ہم سے آگے نکل گئے اور یہی حال زہد وتقویٰ میں ہوا، اور فقہ کا معاملہ تو آپ سب کے سامنے ہے۔" ❶

مسعر بن کدام کا امام صاحب رحمہ اللہ کو ان الفاظ سے یاد کرنا اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کو علمِ حدیث میں من جانب اللہ خاصہ وافر حصہ عطاء کیا گیا تھا جبکہ خود امام مسعر رحمہ اللہ اپنے وقت کے چوٹی کے محدث تھے۔ آپ رحمہ اللہ کے بارے میں امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ہم نے ان کے اتقان کی بنا پر ان کا نام ہی مصحف رکھا ہوا تھا۔" ❷

چنانچہ جب علم حدیث کا ترازو اور میزان یہ کہہ دے کہ وہ یعنی امام صاحب رحمہ اللہ علم حدیث میں ہم سے آگے نکل گئے، تو پھر بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی علم حدیث میں کیا شان تھی، نیز اس کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ سر زمینِ کوفہ پر اس وقت جس قدر علم پھیلا ہوا تھا، امام اعظم رحمہ اللہ نے وہ سارا سمیٹ لیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ کئی نامور علماء ومحدثین آپ کے علم وعمل کے گرویدہ تھے۔ ذیل میں چند اقوال ذکر کیے جاتے ہیں:

1۔ یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

---

❶ مناقب الامام للذھبی، ص27

❷ تذکرۃ الحفاظ للذھبی، ج1، ص179

"انه والله اعلم هذه الامة بما جاء عن الله ورسوله ﷺ۔" ❶

''بخدا امام صاحب رحمہ اللہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے آئے ہوئے دین کو اس امت میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔''

2۔ مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"کان ابو حنیفة زاهدا وراغبا فی الاخرة عالما صدوق اللسان رضی اللہ عنہ احفظ اهل زمانه۔"❷

''ابوحنیفہ رحمہ اللہ دنیا میں زاہد اور آخرت کی طرف راغب، زبان کے سچے اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظِ (حدیث) تھے۔''

3۔ ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

"احذر ان تتوهم من ذلك ان ابا حنيفة لم يكن له خبرة تامة بغير الفقه حاشا وكلا كان فى العلوم الشرعية من التفسير والحديث والآلة من العلوم الادبية والمقايس الحكمية بحر لا يجارى، وامام لا يمارى، وقول بعض اعدائه فيه خلاف ذلك منشؤه الحسد۔"❸

''کسی کے ذہن میں یہ خیال نہ آئے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو علم فقہ کے علاوہ دیگر علوم پر دسترس حاصل نہ تھی، ہرگز نہیں۔ آپ علومِ شرعیہ، تفسیر، حدیث اور علمِ ادب وحکمت میں بحرِ ناپید کنار تھے اور ان میں سے ہر فن کے ماہر تھے، بعض دشمنوں کا اس کے خلاف کہنا محض ان سے بوجہ حسد ہے۔''

❶ ما تمس اليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه، عبد الرشيد، نعمانی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن، ج1، مقدمہ، ص32

❷ مناقب الامام، الذهبی، ص19

❸ الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص64

امام اعظم رحمہ اللہ کے نامور شاگرد مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ (م215ھ) امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد ہیں اور صحیح بخاری میں بائیس/22 ثلاثیات میں سے گیارہ/11 ثلاثیات صرف امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہیں اور نو/9 ثلاثیات دیگر حنفی شیوخ سے۔ گویا امام بخاری رحمہ اللہ کو اپنی صحیح میں عالی سند کے ساتھ بیس/20 ثلاثیات درج کرنے کا شرف امام اعظم رحمہ اللہ کے تلامذہ کے باعث ملا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر کتب صحاح کے اسانید میں بھی اکثر شیوخ حنفی ہیں۔ امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ نے امام اعظم رحمہ اللہ کی خدمت میں رہ کر آپ سے حدیث اور فقہ کا علم حاصل کیا اور آپ سے بکثرت احادیث روایت کیں۔ آپ نے امام اعظم رحمہ اللہ کی صحبت سے بارہ/12 سال سے زائد استفادہ کیا۔ ❶

4۔ ابن البزاز الکردری لکھتے ہیں:

"عبدالله بن يزيد المقرء المكى سمع من الامام تسعمائة حديث۔"❷

''امام ابوعبدالرحمٰن المقرء رحمہ اللہ (م213ھ) نے امام صاحب رحمہ اللہ سے نوسو احادیث سماعت کیں۔''

5۔ خطیب بغدادی (م463ھ) نے روایت نقل کی ہے:

''ابوعبدالرحمٰن المقرء جب ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حدیث روایت کرتے تو کہتے:

"قال حدثنا شاهنشاه"❸ ...... ''ہم سے شاہنشاہ نے بیان کیا۔''

6۔ علامہ ابن حجر المکی رحمہ اللہ ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے آئمہ تابعین وغیرہ میں سے چار ہزار شیوخ سے علم

❶ مناقب الامام، موفق مکی، ج1، ص64

❷ مناقب الامام، محمد بن محمد بن شهاب، الکردری، (م827ھ)، مکتبہ الاسلامیہ، کوئٹہ، 1407ھ، ج2، ص219

❸ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج13، ص345

حاصل کیا، اسی لیے امام ذہبی رحمہ اللہ اور دیگر حضرات نے آپ کا شمار حفاظ محدثین کے طبقے میں کیا ہے اور جس نے یہ گمان کیا کہ آپ نے حدیث کو کم اہمیت دی، یہ اس کی غفلت ہے یا پھر حسد ہے۔ یہ بات اس شخص کے متعلق کیوں کر صحیح ہو سکتی ہے، جس نے حدیث سے بے شمار مسائل اخذ کیے ہوں۔''[1]

7۔ محقق سلطان احمد لکھتے ہیں:

''دلائل شرعیہ سے مخصوص طریقہ کے مطابق استنباط کرنے والے آپ پہلے شخص ہیں۔ جس کا ذکر آپ کے اصحاب کی کتب میں ہے، چونکہ آپ اس اہم کام میں مشغول رہے، اس لیے آپ کی حدیثیں لوگوں میں نہ پھیل سکیں، جس طرح سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جب مسلمانوں کی ضرویات میں مشغول ہوئے تو ان سے روایتِ حدیث ظاہر نہ ہوئی جیسا کہ ان کے سوا دوسرے کم عمر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہوئی۔ اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی فقہ میں مشغولیت کے باعث اس قدر احادیث ظاہر نہ ہوئیں، جیسا کہ ابو زرعہ و ابن معین وغیرہ سے ظاہر ہوئیں، جو کہ محض روایت حدیث کی طرف متوجہ رہے۔ علاوہ ازیں کثرتِ روایات بغیر درایت کے کچھ خوبی کی بات نہیں بلکہ حافظ ابن عبد البر نے تو اس کی مذمت میں ایک مستقل باب لکھا ہے اور کہا ہے کہ فقہاء و علماء کا مذہب یہ ہے کہ بغیر تفقہ کے کثرت سے روایت کرنا اچھا نہیں اور محدثین کے نزدیک کم روایت بھی تفقہ ہے۔ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے مطابق قابلِ اعتماد چیز حدیث و اثر ہے اور صرف وہ رائے قبول کرو جو حدیث کی تفسیر کرے۔''[2]

8۔ امام اسرائیل رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بہت اچھے بزرگ تھے، انہیں ہر ایسی حدیث جس سے کوئی فقہی

---

[1] الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص 141،142

[2] سلطان احمد، امام اعظم بحیثیت محدث اعظم (ایم فل مقالہ) شعبۂ اسلامیات، ذی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، غیر مطبوعہ، 2006م، ص 61،62

مسئلہ اخذ ہو سکتا تھا خوب اچھی طرح یاد تھی، وہ ایسی حدیثوں کو بہت تلاش کرتے تھے اور حدیث میں فقہی مسائل کو بہت زیادہ جاننے والے تھے۔''[1]

9۔ امام صاحب رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید امام زفر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے محدثین مثلاً یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ امام صاحب کے پاس اکثر آتے جاتے رہتے اور مشکل مسائل دریافت کرتے تھے، کئی بار ان احادیث کے بارے میں سوال کرتے، جن کے متعلق انہیں کوئی مشکل پیش آتی۔''[2]

10۔ عبد الحق لکنوی کہتے ہیں:

''بعض حاسدین و معاندین نے غلط فہمی یا تعصب کی بنا پر امام صاحب رحمہ اللہ پر قلتِ روایت و قلتِ عربیت اور ارجائیت کے الزامات لگائے ہیں جبکہ امام صاحب رحمہ اللہ کی ہر قسم کی تعدیل و توثیق اظہر من الشمس ہے پھر بعض محدثین کی جرح یا تو مبہم ہے یا پھر وہ خود ہی متعصب و متشدد اور متعنت ہیں ان کی جرح کبھی بھی معتبر اور مسموع نہیں۔''(کذا فی رفع التکمیل فی الجرح والتعدیل لمولانا محمد عبدالحق الکنوی)[3]

11۔ مشہور محدث سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اپنے تلامذہ کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اے اصحاب حدیث! تم حدیث میں تفقہ پیدا کرو، ایسا نہ ہو کہ اصحاب الرائے تم پر غالب آجائیں۔ یہ خیال رہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کوئی ایسی بات نہیں کہی ہے، جس پر ہم ایک یا دو حدیثیں روایت نہ کرتے ہوں۔''[4]

---

[1] تبییض الصحیفة، جلال الدین سیوطی، ص 116

[2] مناقب الامام، موفق مکی، ج 2، ص 149

[3] احقاق الحق فی الدفع عن المذھب الحق، رحیم الله، النںجرھاری، الحقّانی، العرفان خپرندویه علمی ټولنه، افغانستان، 2015م، ج 4، ص 105، 106

[4] معرفة علوم الحدیث، محمد بن عبدالله، حاکم، نیشاپوری، (م 405ھ)، داراحیاء التراث العلوم، بیروت، طبع اولی، 1417ھ/1997م، ص 114

12۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"میں نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے زیادہ حدیث کی تفسیر جاننے والا اور اس کے فقہی نکات پہچاننے والا نہیں دیکھا اور میں نے جب کبھی کسی بات میں ان کی مخالفت کی اور پھر اس پر غور کیا تو انہی کے مذہب کو آخرت کے لحاظ سے زیادہ نجات دینے والا پایا اور اکثر اوقات میں حدیث کی طرف مائل ہوتا تو وہ مجھ سے زیادہ صحیح حدیث کو جاننے والے ہوتے۔ جب امام صاحب رحمہ اللہ کسی قول پر جزم جاتے تو میں آپ رحمہ اللہ کے قول کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر معلوم کرنے کے لیے کوفہ کے مشائخ کے پاس جاتا۔ بسا اوقات دو دو یا تین تین احادیث لے کر آپ کے پاس حاضر ہوتا، تو ان میں سے کسی کے بارے میں فرمادیتے کہ یہ صحیح نہیں ہے، یا غیر معروف ہے، میں دریافت کرتا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا، حالانکہ یہ تو آپ کے قول کے مطابق ہے، تو آپ فرماتے کہ میں اہل کوفہ کے تمام علم کا عالم ہوں۔"❶

امام صاحب رحمہ اللہ کا ذخیرہ احادیث

آپ کے ہاں احادیثِ مبارکہ کا کتنا بڑا خزانہ تھا، اس کا اندازہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے قول سے بخوبی ہوسکتا ہے، آپ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"وعن محمد بن سماعة ان الامام ذكر فى تصانيفه نيفا وسبعين الف حديث وانتخب الآثار من اربعين الف حديث۔"❷

"محمد بن سماعہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب

❶عقود الجمان، یوسف صالحی، ص321

❷ذیل الجواهر المضية، على بن سلطان، ملا علی قاری، (م 1014ھ)، میر محمد کتب خانہ، کراچی، (س ن)، ج2، ص474

الآثار کا انتخاب کیا ہے۔"

موفق بن احمد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"امام اعظم رحمہ اللہ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے جن کی صحت کی آپ کو پوری تحقیق تھی۔"❶

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر ایک حدیث کا متن سو مختلف طریقوں اور سندوں سے ذکر کیا جائے تو محدثین کرام کی اصطلاح میں یہ سو حدیثیں ہوں گی، یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں محدّث کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کی سند میں راویوں کا اضافہ ہوا اور ایک ایک حدیث کو بکثرت راویوں نے روایت کرنا شروع کر دیا، ورنہ محدثین کرام کا اتفاق ہے کہ تمام مسند احادیث صحیح جو بلا تکرار نبی کریم ﷺ سے مروی ہیں، ان کی تعداد چار ہزار چار سو ہے۔❷

نیز امام حسن بن زیاد کہتے ہیں:

"كان ابو حنيفة يروى اربع آلاف حديث الفين لحماد والفين لسائر المشيخة۔"❸

"امام صاحب رحمہ اللہ سے مروی احادیث کی (کل) تعداد چار ہزار ہے جبکہ ان میں سے دو ہزار احادیث آپ نے امام حماد رحمہ اللہ سے اور بقیہ دو ہزار احادیث دوسرے شیوخ سے حاصل کیں۔"

حافظ صالحی ایک جگہ لکھتے ہیں:

"كان ابو حنيفة من كبار حفاظ الحديث وأعيانهم ولو لا

❶مناقب الامام، موفق مکی، ج1، ص95

❷تنقیح الانظار، محمد بن ابراهيم اليمانى، (م 840ھ)، مكتبه النهضة الاسلامية، مصر، 1405ھ، ص96

❸مناقب الامام، موفق مکی، ج1، ص96

كثرة اعتنائه بالحديث ماتهيئا له استنباط مسائل الفقهية۔"❶

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بڑے حافظ حدیث اور ان کے فضلاء میں شمار ہوتے ہیں، اگر وہ حدیث کا بکثرت اہتمام نہ کرتے تو مسائل فقہ میں استنباط کا ملکہ انہیں کہاں سے حاصل ہوتا۔ چنانچہ ان تمام دلائل کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ محدّث بھی تھے۔''

امام صاحب رحمہ اللہ کے اصولِ اخذ وقبولِ حدیث

کسی روایت سے مسائل کے استنباط اور استخراج سے پہلے اسکے اخذ وقبول کا مرحلہ آتا ہے، چنانچہ امام صاحب رحمہ اللہ نے بھی روایت کے اخذ وقبول کے لیے چند بنیادی اُصول وضع کیے تھے جو درجہ ذیل ہیں:

1۔ راوی کا ضبط

چنانچہ امام ابوجعفر الطحاوی آپ رحمہ اللہ کا یہ اصول یوں نقل فرماتے ہیں:

" قال ابو حنيفة لا ينبغي للرجل ان يحدّث من الحديث الا ما حفظه يوم سمعه الى يوم يحدث به۔"❷

''امام صاحبؒ کہتے ہیں کہ عام راوی کے لیے تحدیث مناسب نہیں، ہاں وہ راوی تحدیث کرے جو سماع کے دن سے روایت کے دن تک حدیث کا حافظ ہو۔''

یحییٰ بن معین کا قول ہے:

"كان ابو حنيفه ثقة لا يحدث بالحديث الا مايحفظ ولايحدث بمالا يحفظ۔"❸

❶عقود الجمان، یوسف صالحی، ص319

❷شرح مسندالامام رحمہ اللہ، علی بن سلطان، ملّا علی قاری، (م 1014ھ)، دار الکتب العلمیة ،بیروت، 1405ھ، ص7

❸تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج13، ص419

''یعنی ابوحنیفہ رحمہ اللہ بااعتماد راوی ہیں جو کہ صرف وہی حدیث بیان کرتے ہیں جن کے وہ حافظ ہیں اور جن کے وہ حافظ نہیں وہ بیان ہی نہیں کرتے۔''

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" فمن المتشددين من قال لا حجة الا فيما رواه من حفظه وتذكره روى عن مالك وابى حنيفة۔"❶

''ضبط کے سلسلے میں انتہائی احتیاط برتنے والوں کا موقف یہ ہے کہ جو راوی اپنی روایت کا پوری طرح حافظ نہ ہو، اسے روایتِ حدیث جائز نہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا یہی مسلک بتایا گیا ہے۔''

روایت حدیث کے سلسلے میں امام صاحب رحمہ اللہ کی اس احتیاط کو محدثین حضرات نے تشدد فی الروایة سے تعبیر کیا ہے، حالانکہ قبولیتِ حدیث کے لیے حفظ وضبط راوی کی شرط و وصف ہے، اور اسی بنا پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ دیگر محدّثین اور علمائے اصول سے ممتاز ہیں۔

2۔ راوی کا تقویٰ

علمائے حدیث کے نزدیک جب کوئی راوی اسلام، عدالت، ضبط، عقل اور اتصال سند کی صفات کا متحمل ہو، تب اس کی روایت قابل احتجاج ہوگی۔❷

مگر امام صاحب رحمہ اللہ نے ان اوصاف کے علاوہ راوی کا متقی ہونا بھی قبولیتِ روایت کے لیے بطورِ شرط فرمایا ہے۔

چنانچہ امام شعرانی رحمہ اللہ اسی سلسلے میں لکھتے ہیں:

" قد كان الامام ابو حنيفة يشترط فى الحديث المنقول عن

❶تدریب الراوی، سیوطی، ج2، ص55

❷اصول الشاشی مع احسن الحواشی، نظام الدین الشاشی، مکتبہ المصباح، اردو بازار لاہور، س ن، ص74

رسول اللہ ﷺ قبل العمل به ان يرويه عن ذلك الصحابى جمع اتقياء عن مثلهم وهكذا۔"❶

''جو حدیث آں حضرت ﷺ سے منقول ہو، اس پر عمل کے لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ اسے متقی لوگوں کی ایک جماعت نقل در نقل کرتی چلی آئی ہو۔''

3۔روایت باللفظ

روایت باللفظ اور روایت بالمعنی کے سلسلے میں علماءِ حدیث کے مختلف اقوال ہیں، علماء کے ایک طبقے کے نزدیک راوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ روایت باللفظ کرے جبکہ دوسرے طبقے کا یہ نظریہ ہے کہ راوی اگر الفاظ و معانی دونوں کا فہم رکھتا ہو تو روایت بالمعنی کر سکتا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن صلاح اس بارے لکھتے ہیں:

''جب کوئی راوی حدیث بالمعنی روایت کرنا چاہے تو اگر وہ الفاظ اور مقاصدِ روایت سے آگاہ نہ ہو تو سب کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کے لیے روایت بالمعنی جائز نہیں، اسے روایت باللفظ ہی کرنی چاہیے، ہاں اگر راوی الفاظ اور مقصد روایت سے آگاہ ہو تو اس میں متقدمین، محدثین فقہاء اور اہل اصول کا اختلاف ہے۔''❷

مشہور محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ نے امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں امام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ کی ایک روایت نقل کی ہے جس سے ثابت کیا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ روایت بالمعنی کے جواز کے قائل نہ تھے۔روایت یوں ہے:

" حدثنا سليمان عن شعيب حدثنا ابى قال املى علينا ابو يوسف قال قال ابو حنيفة لا ينبغى للرجل ان يحدّث من

---

❶ الميزان الشريعة الكبرىٰ ، عبدالوهاب،الشعرانى، مكتبة النهضة الاسلامية،مصر، 1328هـ ،ص 26

❷ مقدمه ابن الصلاح فى علوم الحديث لابن الصلاح،عثمان بن عبدالرحمن ،(م 646هـ)، المكتبة الفاروقية،ملتان،پاکستان،س ن،ص 105

الحديث الا ما حفظه يوم سمعه الى يوم يحدث به۔"❶

''امام ابو یوسف کہتے ہیں :امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک عام راوی کے لیے تحدیث مناسب نہیں ، ہاں وہ راوی تحدیث کرے جو سماع کے دن سے روایت کے دن تک حدیث کا حافظ ہو۔''

دراصل ملا علی قاری اس روایت کی بناء پر امام صاحب رحمہ اللہ کا قبولِ حدیث میں مسلک بتانا چاہتے ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"حاصله انه لم يجوز الرواية بالمعنى ولو كان مرادفا للمعنى خلافا للجمهور من المحدثين۔"❷

''امام صاحب روایت بالمعنی کو جائز نہیں کہتے اگرچہ وہ مرادف الفاظ ہی میں کیوں نہ ہو جبکہ جمہور محدثین اسکے خلاف ہیں۔''

4۔حدیث مسند اور مرسل

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سمیت تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحیح حدیث وہ ہے کہ جس کی سند متصل ہو۔ چنانچہ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

"اما الحديث الصحيح فهو الحديث المسند الذى يتصل اسناده بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط الى منتهاه ولا يكون شاذا ولا معللا۔"❸

''صحیح حدیث وہ ہے جس کی سند آخر تک متصل ہو، راوی اور مروی عنہ (دونوں) آخر تک عادل و ضابط ہوں، شاذ اور معلل بھی نہ ہو۔''

5۔قراۃ الشیخ اور قراۃ علی الشیخ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قراۃ کی صورت سماع کے مقابلے میں قابلِ ترجیح ہے۔

---

❶ شرح مسندالامام رحمہ اللہ ، علی بن سلطان،ملّا علی قاری،ص 7 ❷ ایضًا

❸ مقدمه ابن الصلاح فى علوم الحديث لابن الصلاح، (م646هـ)، 8-7

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

’’مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر میں شیخ کے روبرو پڑھوں، تو مجھے یہ زیادہ پسندیدہ ہے بہ نسبت اس کے کہ شیخ پڑھے اور میں سنوں۔‘‘❶

حسن بن زیاد بھی اسی سلسلے میں کہتے ہیں:

’’امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے تھے: تمہارا شیخ کے سامنے پڑھنا سماع کے مقابلے میں زیادہ ثابت اور مؤکد ہے کیونکہ جب شیخ تمہارے سامنے پڑھے تو صرف کتاب ہی سے پڑھے گا اور جب تم پڑھو گے تو وہ کہے گا کہ میری طرف سے تم وہ روایت کرو، جو تم نے پڑھا ہے، اس لیے یہ مزید تاکید ہوگی۔‘‘❷

خبر واحد اور امام صاحب

عند الامام ابی حنیفۃ رحمہ اللہ خبر واحد کی قبولیت کی کیا شرائط ہیں؟ چنانچہ اس بارے مصطفیٰ سباعی لکھتے ہیں:

1۔ پہلی شرط یہ ہے کہ حدیث ان اصول وضوابط کے خلاف نہ ہو جو شرعی ماخذ کی چھان بین کے بعد آپ (ابو حنیفہؒ) نے مقرر کیے تھے، جب خبرِ واحد ان سے معارض ہوگی تو اسے چھوڑ کر دونوں دلیلوں میں سے اقویٰ پر عمل کیا جائے گا۔

2 دوسری شرط یہ ہے کہ حدیث ظواہر کتاب اور اس کے عمومات سے متصادم نہ ہو، جب حدیث ان کے متعارض یا خلاف ہوگی تو ظاہر کتاب پر عمل کیا جائے گا اور حدیث متروک العمل ٹھہرے گی۔ البتہ جب حدیث کسی مجمل قرآنی حکم کی وضاحت کرے یا جدید حکم کی تصریح کرے تو اس پر عمل کیا جائے گا۔

3۔ تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث کسی قولی یا فعلی حدیثِ مشہور کے مخالف نہ ہو۔

❶ الکفایۃ، خطیب بغدادی، ص 276

❷ اختصار علوم الحدیث، اسماعیل بن عمر ابن کثیر (م 774ھ)، دار التراث القاہرۃ، 1399ھ، ص 110

4۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ کسی اہم مرتبہ حدیث کے خلاف نہ ہو۔ اگر دونوں باہم متعارض ہوں گی تو ان میں سے ایک کو ترجیح دی جائے گی۔ مثلاً دونوں راوی صحابی ہوں مگر ایک فقیہ تر ہو اور دوسرا غیر فقیہ ہو، یا ایک نوجوان اور دوسرا بوڑھا ہو۔ کیونکہ اس میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے اس لیے حدیثِ مرجوح کے مقابلہ میں راجح پر عمل کیا جائے گا۔

5۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ راوی کا عمل اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف نہ ہو، مثلاً ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کہ جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات/7 مرتبہ دھویا جائے، یہ ان کے اپنے فتوے کے خلاف ہے۔

6۔ حدیث کے متن یا سند میں کوئی ایسا اضافہ نہ ہو، جو کسی دوسری روایت میں موجود نہ ہو۔

7۔ حدیث کا تعلق کسی ایسے معاملہ سے نہ ہو جو لوگوں میں کثیر الوقوع ہو، اس لیے اس صورت میں حدیث کا مشہور یا متواتر ہونا ضروری ہے۔

8۔ جب کسی مسئلہ میں دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہو تو دونوں میں سے ایک نے اس حدیث سے احتجاج ترک نہ کردیا ہو، جسے ان میں سے ایک نے روایت کیا ہو۔ اس لیے کہ اگر وہ حدیث ثابت ہوتی تو ان میں سے ایک اس سے ضرور احتجاج کرتا۔

9۔ علمائے سلف میں سے کسی نے اس حدیث پر تنقید نہ کی ہو۔

10۔ جب حدود وعقوبات کے بارے میں روایات مختلف ہوں، تو اس روایت پر عمل کیا جائے، جس میں خفیف سزا کا حکم دیا گیا ہو۔

11۔ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہ اللہ بلا تخصیص دیار وبلاد اس حدیث پر عامل رہے ہوں۔

12۔ راوی اپنی تحریر کے بجائے اپنے حافظہ پر اعتماد کرتا ہو۔❶

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اور محدثین وفقہاء

آپ کے بارے میں مختلف محدثین وفقہاء کی کیا رائے تھی، اس بارے چند اقوال درج ذیل ہیں:

❶ السنۃ و مکانتھا فی التشریع الاسلامی، مصطفیٰ السباعی، الکتب الاسلامی، بیروت، 1405ھ، ص 429

1۔ ایک دفعہ امام صاحب رحمہ اللہ حج پر گئے، مدینہ منورہ حاضر ہوئے، تو محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم یعنی امام باقر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ تم وہی ابوحنیفہ ہو جس نے ہمارے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو قیاس سے بدل دیا؟ عرض کی ایسا تو نہیں ہے۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ثابت کرو۔ عرض کی عورت کمزور ہے یا مرد؟ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورت کمزور ہے، امام صاحب رحمہ اللہ نے عرض کی کہ شریعت نے وراثت میں مرد کو دو اور عورت کو ایک حصہ دیا ہے، اگر میں قیاس کرتا تو کمزور کو دو حصے دلواتا۔ پھر عرض کی کہ اے حضرت نماز افضل ہے یا روزہ؟ جواب ملا نماز۔ تو عرض کی کہ اگر میں قیاس سے فیصلہ کرتا، تو حیض والی عورت کو کہتا کہ وہ قضاء شدہ نمازیں لوٹائے اور روزے معاف کرا دیتا۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے تیسرا سوال کیا کہ پیشاب زیادہ نجس اور پلید ہے یا منی؟ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پیشاب۔ عرض کی اگر میں قیاس سے کام لیتا تو پیشاب کرنے والے کو کہتا کہ غسل کرو اور محتلم یا جنبی کو صرف وضو کا کہتا۔ یہ سن کر امام باقر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور امام صاحب رحمہ اللہ کو گلے سے لگایا، پیشانی پر بوسہ دیا اور نہایت لطف و کرم سے پیش آئے۔ ❶

2۔ امام مالک رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ کیا آپ نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا ہے تو مالک رحمہ اللہ نے کہا: ہاں اور کہا:

"رایت رجلا لو کلمك فی هذه الساریة ان یجعلها ذهبا لقام بحجته۔" ❷

"میں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا اگر تجھ سے اس ستون کے بارے میں یہ کہے کہ وہ اس کو سونا بنا دے گا تو وہ اس کو دلیل سے کر گزرے گا۔"

3۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

---

❶ مناقب الامام، محمد بن محمد بن شہاب، الکردری، (م827ھ)، ج1، ص208

❷ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج13، ص337

"ما قامت النساء عن رجل اعقل من ابی حنیفة۔" ❶

"کسی ماں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر دانش مند نہیں جنا۔"

نیز کہا:

"من اراد ان یعرف الفقه فلیلزم ابا حنیفة واصحابه فان الناس کلهم عیال علیه فی الفقه۔" ❷

"جو شخص دین میں تفقہ حاصل کرنا چاہے، اسے چاہئے کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں سے فقہ سیکھے، کیونکہ تمام لوگ فقہ میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عیال ہے۔"

4۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"انه من اهل الورع والزهد والایثار والاخرة بمحل لایدرکه احد فرحمة الله علیه ورضوانه۔" ❸

"ابوحنیفہ رحمہ اللہ ورع، زہد، ایثار اور آخرت والوں میں سے ایسے رتبے پر تھے کہ جسے کسی نے نہیں پایا پس ان پر اللہ کی رحمت و رضا ہو۔"

5۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"من اراد الفقه فالکوفة و لیلزم اصحاب ابی حنیفة۔" ❹

"جو علم فقہ سیکھنا چاہے تو وہ کوفہ جائے اور ابوحنیفہ کے شاگردوں کو لازمی پکڑ لے (یعنی ان کی شاگردی اختیار کر لے)۔"

6۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ان کان ینبغی له ان یقول برایه فابو حنیفة ینبغی له ان یقول

---

❶ مناقب الامام، موفق مکی، ج1، ص176

❷ ایضا، ج2، ص31

❸ الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص75، 74

❹ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج13، ص345

برايه۔"❶

"اگر کسی کو اپنی رائے سے کچھ کہنا مناسب ہوتا، تو وہ ابوحنیفہ ہی ہوتا۔"

7۔ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "محمد بن بشر کہتے ہیں کہ میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس گیا، انہوں نے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس سے، انہوں نے کہا کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو، جو روئے زمین پر سب سے بڑا فقیہ ہے۔❷

8۔ مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"كان ابو حنيفة اعلم اهل زمانه۔"❸

"ابوحنیفہ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم تھے۔"

9۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"غبطت الرجل بكثرة علمه و وفور عقله۔"❹

"مجھے اس مرد کی کثرت علم وعقل پر رشک آتا۔"

10۔ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"القراة عندى قراة حمزة و الفقه فقه ابى حنيفة على هذا ادركت الناس۔"❺

"میرے نزدیک حمزہ کی قرات اور ابوحنیفہ کی فقہ معتبر ہے جس پر میں نے لوگوں کو پایا۔"

11۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

❶ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج13، ص345
❷ تبییض الصحیفة، جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ، ص103
❸ ایضا، ص103
❹ الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص77
❺ عقود الجمان، یوسف صالحی، (م942ھ)، ص202

"رحمة الله ابا حنيفة كان اماما۔"❶

"ابوحنیفہ پر اللہ کی رحمت ہو وہ امام تھے۔"

12۔ امام ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"انه لفقيه انه لفقيه انه لفقيه۔"❷

"بیشک وہ فقیہ ہیں، بیشک وہ فقیہ ہیں، بیشک وہ فقیہ ہیں۔"

13۔ امام وکیع بن الجراح کہتے ہیں:

"ما رايت احدا افقه منه احسن صلاة منه۔"❸

"میں نے ان سے زیادہ فقیہ اور ان سے زیادہ اچھی نماز والا کسی کو نہیں پایا۔"

14۔ امام اعمش رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"يا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصيادلة وانت ايها الرجل (اى ابو حنيفة رحمہ اللہ) اخذت بكل طرفين۔"❹

"اے معشر فقہا تم اطبا ہو اور ہم پنساری اور اے ابوحنیفہ تم نے ہر دو سرے تھامے ہیں۔"

امام صاحب رحمہ اللہ کی تصنیفات وتالیفات

مؤرخین نے آپ رحمہ اللہ کی بیش بہا قیمتی تصانیف وتالیفات کا خزانہ جمع کرایا ہے جو درج ذیل ہیں:

الفقه الاكبر❺، العالم و المتعلم❻، كتاب الوصايا❼، كتاب

---

❶ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج13، ص338
❷ الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص80
❸ مناقب الامام، موفق مکی، ج2، ص69
❹ الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص80
❺ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، حاجی خلیفہ، کاتب چلپی، (م1067ھ)، نور محمد اصح المطابع، کراچی، س ن، ج2، ص1287
❻ ایضا، ج2، ص1437
❼ ایضا، ج2، ص1470

المقصود [1]، كتاب الاوسط [2]، كتاب رسالة الى البتى [3]، كتـاب الـرد عـلى القدرية [4]، كتـاب الآثـار [5]، جـامع المسانيد [6]، كتاب الرأى [7]، كتاب السير [8]."

امام صاحب رحمہ اللہ کے مشائخ

امام صاحب رحمہ اللہ کے اساتذہ کی تعداد لا تـعد و لاتحصیٰ ہے جن میں سے چند مشہور یہ ہیں: حماد بن ابی سلیمان، عطاء بن ابی رباح، عطیۃ العوفی، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، عکرمۃ، نافع، عدی بن ثابت، عمرو بن دینار، سلمۃ بن کہیل، قتادۃ بن دعامۃ، ابی الزبیر، منصور، ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین رحمۃ اللہ علیہم۔ [9]

امام صاحبؒ کے تلامذہ

آپ کے تلامذہ میں سے مشہور فقہاء و محدثین درجہ ذیل ہیں: زفر بن ہذیل، ابو یوسف القاضی، حماد بن ابی حنیفہ، نوح بن ابی مریم، حکم بن عبداللہ البلخی، حسن بن زیاد اللؤلؤی، محمد بن الحسن، اسد بن عمرو القاضی رحمۃ اللہ علیہم۔

نیز آپ سے روایت کرنے والوں میں درجہ ذیل شامل ہیں: مغیرۃ بن مقسم، زکریا بن ابی زائدۃ، مسعر بن کدام، سفیان الثوری، مالک بن مغول، یونس بن ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہم۔ [10]

---

[1] ابو حنیفہ، مقالہ در اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ص 786
[2] حدائق الحنفیۃ، جہلمی، فقیر محمد، ص 98
[3] سلطان احمد، امامِ اعظم بحیثیت محدث اعظم (ایم فل مقالہ) شعبۂ اسلامیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، غیر مطبوعہ، 2006م، ص 123
[4] الفہرست، ابن ندیم (م 377ھ)، ص 256
[5] مناقب الامام، موفق مکی، ج 2، ص 69
[6] جامع المسانید، محمد بن محمود، خوارزمی، (م 665ھ)، دار کتب العلمیۃ، بیروت، س ن، ص 4
[7] خطباتِ بہاولپور، حمیداللہ، ڈاکٹر، ص 97 [8] ایضاً، 123-121
[9] مناقب الامام ابی حنیفۃ و صاحبیہ ابی یوسف و محمد بن الحسن للذہبی، (م 748ھ)، ص 19
[10] ایضاً، ص 20، 19

امام صاحب رحمہ اللہ کا حلیہ و اخلاق

اس بارے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مردوں میں میانہ قد تھے، نہ پست قامت نہ دراز قد، گفتگو کرتے تو دل میں اتر جاتی، زبان میں شیرینی اور بیان میں حلاوت ہوتی۔" [1]

خطیب بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"امام اعظم رحمہ اللہ کا چہرہ خوبصورت، کپڑے اچھے، خوشبو اچھی اور مجلس اچھی ہوتی۔ آپ بہت کرم کرنے والے اور رفیقوں کے غم خوار تھے۔" [2]

امام صاحب رحمہ اللہ کی ذہانت و فطانت

ایک مرتبہ امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص کی بیوی سیڑھی پر کھڑی ہے، اس کے شوہر نے جھگڑے کے دوران اس سے کہا، اگر تو سیڑھی پر چڑھی یا نیچے اتری تو تجھے طلاق ہے، آپ فرمائیے اس مسئلہ کا کیا حل ہے؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا اس عورت کو سیڑھی سمیت اٹھا کر زمین پر رکھ دو، اب عورت جہاں چلے پھرے، اسے طلاق نہیں ہوگی۔ [3]

امام صاحب رحمہ اللہ کی تاریخ وصال

آپ کا وصال ماہِ رجب یا شعبان 150ھ کو [4]، اور حالت سجدہ میں ہوا۔ [5]

---

[1] عقود الجمان، یوسف صالحی (م 942ھ)، ص 42
[2] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج 13، ص 330
[3] مناقب الامام، موفق مکی، ج 1، ص 166
[4] طبقات الکبیر لابن سعد، ج 4، ص 232
[5] الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص 145

فصل سوم

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اُصول استنباط

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اپنے اصولِ اجتہاد ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إني آخذ بكتاب الله إذا وجدته فما لم أجده فيه أخذت بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم والآثار الصحاح عنه التى فشت فى أيدى الثقات فإذا لم أجد فى كتاب الله ولا سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذت بقول أصحابه من شئت وأدع قول من شئت ثم لا أخرج عن قولهم إلى قول غيرهم فإذا انتهى الأمر إلى إبراهيم النخعى والشعبى وابن المسيب وعدد منهم رجالا فإنى أجتهد كما اجتهدوا۔"[1]

"میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں اگر اس میں حکم نہیں پاتا تو سنت رسول ﷺ کو لیتا ہوں، اور اگر کتاب وسنت میں حکم نہیں پاتا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کو لیتا ہوں، ان میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں لے لیتا ہوں اور جس کا قول چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں لیکن سب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول کو چھوڑ کر کسی اور کے قول کو نہیں لیتا، اور جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی اور ابن مسیب رحمہم اللہ تک (ان کے علاوہ اور نام بھی گنے) پہنچتا ہے تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی

[1] الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، محمد بن حسن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1416ھ، 1995م، ج2، ص132 (ب) تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج 13، ص368 (ت) اصول بزدوی، علی بن محمد بزدوی، فخر الاسلام، (م482ھ)، میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، س ن، ص3-5

اجتہاد کرتا ہوں۔"

احناف کثر اللہ سوادہم استنباطِ مسائل میں حتی الوسع قرآن وسنت کو سامنے رکھتے ہیں، اور کسی بھی مسئلہ کے صراحتاً قرآن وسنت میں ہوتے ہوئے قیاس واجتہاد نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حدیثِ مرفوع کے ساتھ ساتھ حدیثِ موقوف اور مرسل کو بھی حجت مانتے ہیں، اور خبر واحد کے ساتھ ساتھ ضعیف حدیث کو بھی اجتہاد وقیاس پر مقدم رکھتے ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے قیاس نہیں کرتے۔"[1]

اسی سلسلہ میں ابن جوزی رحمہ اللہ امام صاحب رحمہ اللہ کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"واصحاب ابی حنيفة رحمه الله مجمعون على ان مذهب ابی حنيفة ان ضعيف الحديث عنده اولىٰ من القياس والرای وعلى ذلك بنىٰ مذهبه۔"[2]

"ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں کا اس پر اجماع ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث بھی قیاس ورائے سے بہتر ہے، اور اسی پر انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔"

اسی طرح محمد بن علی الحصکفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وقف على اصحاب الحديث لا يدخل فيه الشافعی اذا لم يكن فی طلب الحديث ويدخل الحنفی كان فی طلبه او لا بزازية ای لكونه يعمل بالمرسل ويقدم خبر الواحد على القياس۔"[3]

[1] حدیث اور اہلِ حدیث، انوار خورشید، جمعیۃ اہل سنۃ، لاہور، 2009، ص87

[2] اعلام الموقعین عن رب العالمین، محمد بن ابی بکر، ابن القیم، س ن، ج1، ص77

[3] الدر المختار شرح تنویر الابصار و جامع البحار، محمد بن علی، علاؤ الدین، الحصکفی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، س ن، ج4، ص456

"اگر کسی شخص نے اصحاب الحدیث پر کوئی چیز وقف کی تو شافعی المسلک اس میں داخل نہیں ہوگا تاوقتیکہ وہ طالب حدیث نہ ہو، اور جبکہ حنفی اصحاب الحدیث کے زمرے میں داخل ہوگا خواہ وہ طلب حدیث میں مشغول ہو یا نہ ہو، وجہ یہ ہے کہ حنفی مرسل حدیث پر بھی عمل کرتا ہے اور خبرِ واحد کو قیاس پر مقدم سمجھتا ہے۔"

امام صاحب رحمہ اللہ کے اپنے مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں درج ذیل اصول سامنے آتے ہیں:

1۔ قرآن کریم

2۔ سنت

اس سلسلہ میں امام صاحب رحمہ اللہ خبر واحد پر عمل کرتے ہیں لیکن چند شرائط کے ساتھ:

1...... ((ألا يخالف راويه، فإن خالفه فالعمل بما رأى لا بما روى، لأنه لا يخالف مرويه إلا وقد اطلع على قادح استند فيه إلا دليل.))

"راوی اپنی روایت کی مخالفت نہ کرتا ہو، اگر اس کے مخالف ہوا تب عمل رؤیت پر ہوگا نہ کہ روایت پر کیونکہ وہ اپنی روایت کی مخالفت نہ کرے گا مگر اس صورت میں کہ جب اسے روایت میں کوئی عیب معلوم ہو۔"

2...... ((ألا يكون مما تعم به البلوى، فإن عموم البلوى يوجب اشتهاره، أو تواتره.))

"روایت ایسی نہ ہو کہ جس سے اس کا عموم بلوی میں سے ہونا (ظاہر) ہو، کیونکہ عموم بلوی کے لیے شہرت اور تواتر لازمی ہے۔"

3...... ((ألا يخالف القياس، وأن يكون راويه فقيها، فإذا توفرت هذه الشروط فى خبر الواحد، ولو ضعيف الإسناد، فإنه يأخذ به، ويقدمه حتى على القياس، ولا يلتفت إلى سنده.))

"قیاس کی مخالفت نہ کرتا ہو، اور اس کا راوی فقیہ ہو، پس جب خبر واحد میں یہ شرائط پوری ہوں، اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو، اس سے اخذ کیا جائے گا، حتی کہ قیاس پر بھی وہ مقدم ہوگا، اور اس کی سند کی طرف التفات نہ کیا جائے گا۔"

4...... ((ولا لكونه على وفق عمل أهل المدينة، أو خلافهم، بل مشهورا عند فقهاء العراق، فإذا لم يكن كذلك اعتبره شاذا، وذهب إلى القياس، وترك الحديث ولو كان صحيحا.)) ❶

"اور خبر واحد اہل مدینہ کے عمل کے نہ موافق ہو اور نہ ہی مخالف بلکہ فقہائے عراق کے نزدیک مشہور ہو، پس اگر ایسا نہ ہو تب ایسی روایت کو شاذ لیا جائے گا، اور قیاس کی طرف ذہاب ہوگا، اور حدیث کو ترک کیا جائے گا اگرچہ صحیح کیوں نہ ہو۔"

3۔ اجماع

4۔ اقوال الصحابة

امام شاطبی لکھتے ہیں:

"ويطلق أيضا لفظ السنة على ماعمل عليه الصحابة وُجِدَ ذلك فى الكتاب أو السنة أو لم يوجد لكونه اتباعاً لسنةٍ ثبتت عندهم لم تنقل إلينا أو اجتهادا مجتمعاً عليه منهم أو من خلفائهم، فإن إجماعهم إجماع وعمل خلفائهم راجع أيضا إلى حقيقة الإجماع من جهة حمل الناس عليه حسبما

---

❶ (ا) الفكر السامى فى تاريخ الفقه الاسلامى، محمد بن حسن، ج2، ص135

(ب) عقود الجمان فى علم المعانى والبيان، جلال الدين سيوطى (م 911ھ)، دارالامام مسلم، طبع اول، ص242

اقتضاء النظر۔"❶

"نیز لفظ "سنت" کا اطلاق اُس چیز پر بھی ہوتا ہے جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل پایا گیا ہو، چاہے وہ چیز کتاب میں اور سنت میں ملے اور چاہے نہ ملے۔ یہ چیز اُس کی اِس حیثیت کے باعث کہ وہ ایک ایسی سنت کی اتباع ہو جو اُن (صحابہ رضی اللہ عنہم) کے یہاں پایۂ ثبوت کو پہنچی ہو مگر ہم تک نقل ہونے میں نہ آئی ہو، یا ایک ایسا اجتہاد ہو جس پر اُن کا یا اُن کے خلفاء کا اتفاق پایا گیا ہو، کیونکہ اُن کا اجماع ہی (دراصل) اجماع ہے۔ جبکہ اُن کے خلفاء کا جو عمل ہے وہ بھی اجماع کی حقیقت ہی کی طرف لوٹتا ہے۔ اور وہ اس جہت سے کہ لوگوں کو حسب اقتضائے نظر (خلفاء کی طے کردہ) اُس چیز پر باقاعدہ چلایا جاتا تھا۔"

5۔ قیاسِ شرعی چنانچہ حجوی لکھتے ہیں:

"الحنفی أحوج إلى النظر من النقل والآثر، لإذا من قواعد مذهبه الأخذ بالقياس "❷

"ایک حنفی نقل و اثر میں غور وفکر کا بہت محتاج ہوتا ہے، اسی بنا پر ان کے مذہبی قواعد میں سے اخذ بالقیاس ہے۔"

نیز علامہ بزدوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والاصل الرابع القياس بالمعنى المستنبط من هذه الاصول ...... واما النوع الرابع فعلى وجهين فى حق الحكم وهما القياس والاستحسان۔"☆

❶ (ا) الموافقات، ابرهيم بن موسى بن محمد شاطبى، الغرناطى، (م 790ھ)، دار ابن عفان، طبع اول، ج4، ص4 ...... (ب) اصول بزدوی، علی بن محمد، فخر الاسلام، (م 482ھ)، میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، س ن، ص3

❷ الفكر السامى فى تاريخ الفقه الاسلامى، محمد بن حسن، ج2، ص136

☆ ...... اصول بزدوی، علی بن محمد، فخر الاسلام، (م 482ھ)، میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، س ن، ص275، 5

"اور چوتھا اصل قیاس ہے جو ان اصول (یعنی قرآن، سنت اور اجماع) سے مستنبط ہوتا ہے...... اور چوتھی قسم کے دو اقسام ہیں ایک قیاس اور دوسرا استحسان۔"

6۔ استحسان اس سلسلے میں حجوی کہتے ہیں:

"فقد ثبت عن أبى حنيفة أنه قال، استحسن وأدع القياس، وكذا ثبت عن صاحبه محمد بن الحسن، وذلك إذا وجد أثرا يخالف القياس يترك القياس، ويعمل بالاثر۔"❶

"امام ابوحنیفہ نے کہا: میں استحسان کو لیتا ہوں اور قیاس کو چھوڑتا ہوں، اور اسی طرح ان کے شاگرد محمد بن حسن سے بھی ثابت ہے، اور ایسا تب ہوتا ہے جب ایسا کوئی اثر (حدیث) پایا جائے جو قیاس کے مخالف ہو تب قیاس ترک کیا جاتا ہے، اور اثر پر عمل کیا جاتا ہے۔"

7۔ حیلہ شرعی اس سلسلہ میں حجوی لکھتے ہیں:

"ومن أصول أبى حنيفة (باب الحيل) ويسمونه المخارج من المضايق، وهو التحيل على إسقاط حكم شرعى، أو قلبه إلى أمر آخر ...... فالحيل ثلاثة أقسام:

(1) ...... ملغاة بالاتفاق، كحيلة المنافق فى إظهار الإسلام، وإخفاء الكفر،

(2) وغير ملغاة اتفاقا: كمن نطق بكلمة الكفر وقلبه مطمئن بالإيمان لحقن دمه،

(3) والثالث ما لم يتبين فيه بدليل قطعى۔"❷

"اور ابوحنیفہ کے اصولوں میں حیلہ شرعی بھی ہے اور اسے تنگیوں میں سے نکلنے کا

❶ الفكر السامى فى تاريخ الفقه الاسلامى، محمد بن حسن، ج2، ص138

❷ ايضا، ج2، ص142

راستہ کہا جاتا ہے، اور یہ شرعی حکم کے ساقط کرنے کی تدبیر کو کہتے ہیں، یا اس کو کسی دوسرے امر کی طرف پھیرنے کو کہا جاتا ہے، پس حیلوں کی تین اقسام ہیں:

1۔ملغاۃ بالاتفاق: جیسے منافق کا اسلام کو ظاہر کرنا کفر کو چھپانے کی غرض سے،

2۔غیر ملغاۃ بالاتفاق: جیسے کسی شخص کا کلمۂ کفر بولنا اپنے خون کو بچانے کی غرض سے حالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو،

3۔اور تیسری قسم وہ کہ جو بغیر کسی قطعی دلیل کے واضح نہ ہو سکے۔"

نیز ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" والمقصود أن هذه الحيل لا يجوز أن تنسب إلى إمام ، فإن ذلك قدح في إمامته ، وذلك يتضمن القَدْحَ في الأمة حيث ائتمت بمن لا يصلح للإمامة ، وفي ذلك نسبة لبعض الأئمة إلى تكفير وتفسيق ، وهذا غير جائز ، ولو فرض أنه حُكي عن واحد من الأئمة بعض هذه الحيل المجمع على تحريمها فإما أن تكون الحكاية باطلة ، أو يكون الحاكي لم يضبط لفظه فاشتبه عليه فتواه بنفوذها بفتواه بإباحتها مع بُعد ما بينهما ، ولو فُرض وقوعها منه في وقت ما فلا بد أن يكون قد رجع عن ذلك ، وإن لم يُحمل الامر على ذلك لزم القدح في الإمام وفي جماعة المسلمين المؤتمين به ، وكلاهما غير جائز۔"❶

"اور ان حیلوں کو امام رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ ان کی امامت پر عیب لگانا ہے، جو کہ امت پر عیب لگانے کو متضمن ہے، اس حیثیت سے کہ امت نے اس کو امام بنایا جو اس کے لائق نہیں، اور اس میں (یعنی حیلہ

❶ اعلام الموقعین عن رب العالمین لابن قیم، ج5، ص99

کرنے میں) بعض ائمہ کی تکفیر اور تفسیق کی طرف نسبت کی جاتی ہے جو کہ نہ جائز ہے، اور اگر بالفرض کسی نے ائمہ میں سے کسی ایک کی طرف سے بعض حیلوں کا حرمت پر مشتمل ہونا حکایت کیا ہو، پس یا تو اس کی حکایت باطل ہوگی، یا حکایت کرنے والے کو اس کے الفاظ پوری طرح یاد نہ ہوں گے جس کی وجہ سے اس پر نفاذ اور اباحت کا فتوی مشتبہ ہوگیا، اور اگر بالفرض اس سے کسی وقت میں اس کا وقوع ہوا بھی ہو، تو یقیناً اس نے رجوع ضرور کیا ہوگا، اور اگر معاملہ (یعنی شرعی حیلہ کا) اس (تعبیر) پر محمول نہ کیا گیا تو امام رحمہ اللہ اور مسلمانوں کی مقتدی جماعت پر عیب لازم آئے گا جبکہ یہ دونوں (امور) ناجائز ہیں۔"

جیسا کہ اوپر ابن جوزی رحمہ اللہ کا بیان گزرا:

" واصحاب ابی حنیفة رحمه الله مجمعون علی أن مذهب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث عنده اولیٰ من القیاس والرأی وعلی ذلك بنیٰ مذهبه۔"

"ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں کا اس پر اجماع ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث بھی قیاس ورائے سے بہتر ہے، اور اسی پر انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔"

چنانچہ صاحب ہدایہ نے اسی اصل کی روشنی میں چند تفریعات ذکر کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1...... ((والاغماء حدث فی الاحوال کلها و هو القیاس فی النوم الا انا عرفناه بالاثر و الاغماء فوقه فلا یقاس علیه.))❶

"اور بے ہوش ہونا ہر حالت میں ناپاکی ہے جو کہ قیاس ہے نیند میں، مگر یہ کہ ہم نے اس کو (یعنی نیند کا محدث ہونا) حدیث کی رو سے جانا، جبکہ بے ہوش ہونا

❶ الهدایة، علی بن ابی بکر المرغینانی، برهان الدین (م 593ھ)، مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاهور، س ن، ج1، ص26

اس سے زیادہ (قوی دلیل) ہے چنانچہ اس پر قیاس نہ کیا جائے گا۔"

2...... ((. والقهقهة فی الصلاة ذات رکوع وسجود، والقیاس انها لا تنقض، وهو قول الشافعی، لانه لیس بخارج نجس، ولهذا لم یکن حدثا فی صلاة الجنازة وسجدة التلاوة وخارج الصلاة ولنا قوله علیه السلام: الا من ضحك منكم قهقهة فليعد الوضوء والصلاة جميعا .)) ☆

"رکوع اور سجدوں والی نماز میں قہقہہ کرنا (نماز اور وضو دونوں کو توڑ دیتا ہے)، جبکہ قیاس کی رو سے نہیں توڑتا، جو کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے، کیونکہ یہ ناپاکی کے نکلنے کا سبب نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ نماز جنازہ، سجدہ تلاوت اور غیر نمازی کے حق میں ناقض نہیں، اور ہمارے لیے حضور ﷺ کا ارشاد: خبردار غور سے سنو! تم میں سے جو کوئی (نماز میں) قہقہہ کرتے ہوئے ہنسے، تو اسے چاہیے کہ نماز اور وضو دونوں کا اعادہ کرے۔"

3......((ومسائل البئر مبنية على اتباع الآثار دون القياس .))❶

"اور کنویں کے مسائل احادیث کی اتباع پر مبنی ہیں نہ کہ قیاس پر۔"

4......((وان حاذته امراة وهما مشتركان فى صلاة واحدة فسدت صلاته ان نوى الامام امامتها، والقياس ان لا تفسد، وهو قول الشافعى رحمة الله عليه اعتبارا بصلاتها حيث لا تفسد، وجه الاستحسان ما رويناه وانه من المشاهير .))❷

"اور اگر ایک ہی نماز میں کسی مرد کے ساتھ عورت برابر میں کھڑی ہوگئی تب اس

☆......سنن الدار قطنی، علی بن عمر، دارقطنی، (م385ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، س ن، ج1، ص181

❶ ایضا، ج1، ص41 ❷ ایضا، ج1، ص124

کی نماز ٹوٹ گئی اگرچہ امام نے اس کی نیت ہی کیوں نہ کی ہو، جبکہ قیاس یہ ہے کہ نماز نہ ٹوٹے، جو کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی ہے عورت کی نماز کے فاسد نہ ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے، وجہ الاستحسان وہی ہے جو ہم نقل کر چکے ہیں اور وہ مشاہیر میں سے ہے۔"

5...... ((ويصلى القائم خلف القاعد وقال محمد لا يجوز وهو القياس لقوة حال القائم ونحن تركناه بالنص، وهو ما روى ان النبى عليه السلام صلىٰ آخر صلاته قاعدا والقوم خلفه قيام .)) ❶

"اور نماز میں کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے کی اقتدا کر سکتا ہے جبکہ محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے جو کہ قیاس ہے قائم کے قوی ہونے کی وجہ سے حالیکہ ہم نے اس کو بسبب نص چھوڑ دیا، جو یہ ہے: حضور ﷺ نے اپنی آخری نماز بیٹھ کر پڑھائی حالیکہ قوم ان کے پیچھے کھڑی تھی۔"

6...... ((ومن سبقه الحدث فى الصلاة انصرف فان كان اماما استخلف وتوضا وبنى، و القياس ان يستقبل، وهو قول الشافعى لان الحدث ينافيها والمشى والانحراف يفسد انها فاشبه الحدث العمد، ولنا قوله عليه السلام :من قاء او رعف او امذى فى صلاته فلينصرف وليتوضئا وليبن على صلوٰته ما لم يتكلم . ☆)) ❷

❶ ایضا، ج1، ص127

☆......سنن ابن ماجه، محمد بن یزید، قزوینی، (م273ھ)، دارالاحیاء الکتب، 2010ء، حدیث 1278

❷ ایضا، ج1، ص128

''جس شخص کو نماز میں حدث سبقت کر جائے تو وہ پھیر جائے پس اگر یہ شخص امام ہو تو خلیفہ بنا لے اور وضو کر کے بنا کرے، جبکہ قیاس یہ ہے کہ از سرِ نو نماز پڑھے، جو کے امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی قول ہے کیونکہ حدث تو نماز کے منافی ہے اور چلنا اور قبلہ سے منحرف ہونا دونوں نماز کو فاسد کرتے ہیں پس یہ حدث مشابہ ہو گیا حدث عمد کے، اور ہماری دلیل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ: جس کو نماز میں قے ہوئی، نکسیر پھوٹی یا مذی نکل پڑی تو وہ پھیر جائے اور وضو کر کے اپنی نماز پر بنا کرے جب تک کلام نہ کیا ہو۔''

باب دوم

تراجم الابواب کی روشنی میں امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہ الحدیث کا جائزہ

فصل اوّل:......امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہی اور محدّثانہ حیثیت کا جائزہ

نام و نسب

ابن الحجر عسقلانی رحمہ اللہ آپ کا سلسلۂ نسب یوں لکھتے ہیں:

محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن مغیرۃ بن بردزبۃ اور بردزبہ مجوسی تھا۔ اور اسی مجوسیت پر وہ مرا، اسکا بیٹا مغیرہ پہلا شخص ہے جو امیر بخارا ایمان جعفی کے ہاتھوں پر مشرف باسلام ہوا، اسی نسبت سے امام موصوف جعفی مشہور ہو گئے، ورنہ خاندانِ جعف سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ [1]

بعض مؤرخین نے آپ کے پَر دادا کا نام احنف لکھا ہے۔ [2]

امام بخاری رحمہ اللہ کے والد اسماعیل اپنے زمانہ میں طبقۂ رابعہ کے مشہور محدّث شمار کیے گئے ہیں، ان کے شیوخ میں امام مالک رحمہ اللہ، حماد بن زید رحمہ اللہ وغیرہ ہیں، لیکن عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی خدمت میں رہنے کا زیادہ موقع ملا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد اسماعیل نے حماد بن زید رحمہ اللہ کو دیکھا کہ انہوں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور انہیں امام مالک رحمہ اللہ سے بھی سماع حاصل ہے، اور

---

[1] تهذيب التهذيب، احمد بن علي بن محمد بن احمد بن حجر، العسقلاني (م 852ھ)، دائرة المعارف النظامية، هندوستان، 1326ھ، ج9، ص41

[2] تهذيب الكمال في اسماء الرجال، ، يوسف المزي، جمال الدين، مؤسسة الرسالة، بيروت، 1413ھ، ج24، ص431

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے ہیں لیکن تعجب ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ [1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''امام موصوف رحمہ اللہ کے دادا ابراہیم کے حالاتِ زندگی معلوم نہ ہو سکے۔'' [2]

پیدائش اور ابتدائی حالات

ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" ولد یوم الجمعة بعد الصلاة لثلاث عشرة لیلة خلت من شوال سنة مأة اربع وتسعین "

''امام موصوف رحمہ اللہ کی پیدائش 13 شوال 194ھ، بعد از نمازِ جمعہ ہوئی۔''

بچپن میں نابینا تھے لیکن والدہ کی دعا کی برکت سے آنکھیں روشن ہوگئیں، امام صاحب رحمہ اللہ کی والدہ نے جب ان کے لیے دعا کرنا شروع کی تو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، آپ نے فرمایا کہ تمہاری کثرتِ دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لڑکے کی بینائی واپس کردی چنانچہ اس خواب کی صبح کو واقعی وہ بینا ہوگئے۔ [3] بھائی اور والدہ کے ساتھ حج کے لیے گئے، بھائی تو واپس بخارا آگئے اور امام موصوف رحمہ اللہ نے حج سے فراغت کے بعد دو سال مکہ معظمہ میں اور پھر مدینہ منورہ کا رخ کیا، اور وہاں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس چاندنی راتوں میں "قضایا الصحابة رضی الله عنهم و التابعین رحمہ اللہ" اور "تاریخ الکبیر" تصنیف کی۔ [4] اس کے خلاف جن شروحِ

---

[1] لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، المکتبة الامدادیة، مکہ (قدیم)، 1395ھ، مقدمہ، ص 4

[2] ھدی الساری مقدمة فتح الباری، احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر، العسقلانی، (م852ھ)، دار المعرفة، بیروت، 1379ھ، ص 71

[3] ایضاً، ص 458

[4] ایضاً، ص 479

حدیث یا کتاب میں ہے، وہ غلط ہے۔ ناسخ کی غلطی ہے یا مؤلف سے فروگذاشت ہوگئی ہے۔ [1]

امام بخاری رحمہ اللہ کی علمی زندگی کا آغاز:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''امام صاحب رحمہ اللہ کے علمی سفر کا آغاز 210ھ سے ہوا، انہوں نے سماع حدیث کے لیے دور دراز مقامات کا سفر کیا، مصر اور جزیرہ میں دوبارہ تشریف لے گئے، اور حجازِ مقدس میں چھ سال قیام فرمایا، کوفہ و بغداد جو علماء کا مرکز تھا، بار بار گئے، اور بصرہ میں چار بار جانا ہوا، اور بعض دفعہ پانچ پانچ سال تک قیام کیا، ایامِ حج میں مکہ معظمہ چلے جایا کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام موصوف آٹھ مرتبہ بغداد آئے اور ہر مرتبہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بغداد کے قیام پر اصرار کرتے تھے۔ [2] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کے باوجود امام بخاری رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ سے بہت کم روایت کی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کو خود امام احمد رحمہ اللہ کے مشائخ سے استفادہ کا موقع ملا تھا، اور اس لیے کہ اخیر سفر میں امام صاحب رحمہ اللہ نے روایت کرنا بہت کم کر دیا تھا۔ [3]

اسی سلسلہ میں علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے سب سے پہلے سماع حدیث 205ھ میں شروع کیا، اور اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کرنے کے بعد 210ھ سے انہوں نے سفر کا آغاز کیا۔ اس سلسلہ میں نیشاپور کا سفر بھی کیا تھا، اور وہاں بھی کچھ دن مقیم رہے تھے۔ [4]

---

[1] لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، مقدمہ، ص 6

[2] ارشاد الساری لشرح البخاری، ابن حجر، القسطلانی، (م923ھ)، المطبعة الکبری الامیریة، مصر، 1323ھ، ص 31

[3] لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، مقدمہ، ص 6

[4] تذکرة الحفاظ، محمد بن احمد، الذھبی، (م748ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1419ھ، ج 6

امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ اور شیوخ

امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ اور شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے ان کا خود بیان ہے:

"كتبت عن الف وثمانين نفسا ليس فيهم الا صاحب حديث"❶

''میں نے ایک ہزار اسی آدمیوں سے حدیثیں لکھیں، ان میں سب کے سب محدّث تھے)، لیکن یہ مسلم ہے کہ

ان کو اسحاق بن راہویہ اور علی بن المدینی سے زیادہ فیض پہنچا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کے شیوخ کے پانچ طبقات قائم کیے ہیں:

1۔ تبع تابعین مثلاً محمد عبداللہ الانصاری اور ابو عاصم النبیل۔

2۔ تبع تابعین کے وہ معاصر جنہوں نے کسی ثقہ تابعی سے حدیث کی روایت نہیں کی، جیسے آدم بن ابی ایاس۔

3۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ کا یہ درمیانی طبقہ ہے اس میں ان لوگوں کا شمار ہے جن کو کبار تبع تابعین سے اخذِ حدیث کا موقع ملا، جیسے قتیبہ ابن سعید، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ۔

4۔ معاصرین اور ہم عصر رفقاء، جیسے محمد بن یحییٰ ذہلی، ابو حاتم رازی۔

5۔ وہ معاصرین جو امام صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ کے صف کے تھے، لیکن ان سے بھی بعض مرتبہ انہوں نے روایت کی ہے، جیسے عبداللہ بن حماد آملی وغیرہ۔

ان محدثین سے استفادہ میں امام صاحب رحمہ اللہ نے امامِ وکیع رحمہ اللہ کے اس مقولہ پر عمل کیا کہ'' آدمی اس وقت تک محدّث نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بڑوں، معاصرین اور چھوٹوں سے استفادہ نہ کرے۔''❷ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ امامِ موصوف نے اپنے معاصرین وتلامذہ

---

❶ هدى السارى مقدمة فتح البارى، ابن حجر، العسقلانى، ص 479

❷ ایضا، ص 480

سے بھی روایت کی ہے۔❶

امام بخاری رحمہ اللہ کے مشہور اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی آپ کے وہ اساتذہ جن سے آپ نے اپنی "جامع صحیح" میں روایات کیں ہیں، درج ذیل ہیں:

ابراہیم بن حمزہ الزبیری، ابراہیم بن المنذر الحزامی، ابراہیم بن موسیٰ الرازی، احمد بن حنبل، احمد بن صالح المصری، احمد بن ابی الطیب المروزی، احمد بن محمد الازرقی، آدم بن ابی ایاس العسقلانی، ابی النضر اسحاق بن ابراہیم الفرادیسی، اسحاق بن راہویہ، اسماعیل بن ابان الوراق، اسماعیل بن ابی اویس، ایوب بن سلیمان بن بلال، بدل بن محبّر، ثابت بن محمد الشیبانی الزاہد، جعفر بن عبداللہ السلمی البلخی، حجاج بن منہال الانماطی، حسن بن بشر البجلی، حسن بن ربیع البورانی، ابو عمر حفص بن عمر الحوضی، ابو الیمان الحکم بن نافع، خالد بن مخلد، خلاد بن یحییٰ، داؤد بن شبیب الباہلی، ربیع بن یحییٰ الاشنانی، زکریا بن یحییٰ البلخی، سریج بن نعمان الجوہری، سعید بن الحکم بن ابی مریم، سعید بن سلیمان الواسطی، سعید بن کثیر بن عفیر، سلیمان بن حرب، سلیمان بن عبدالرحمٰن الدمشقی، شہاب بن عباد العبدی، صدقۃ بن الفضل المروزی، صلت بن محمد الخارکی، ابو عاصم الضحاک بن مخلد، طلق بن غنام النخعی، ابو بکر عبداللہ بن الاسود، عبداللہ بن زبیر الحمیدی، ابو معمر عبداللہ بن عمرو المنقری، عبداللہ ابن محمد الجعفی المسندی، ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقرء، عبداللہ بن یوسف التنیسی، عبدالرحمٰن بن ابراہیم دحیم، عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی، ابو المغیرۃ عبدالقدوس بن الحجاج الخولانی، عبدان بن عثمان المروزی، عبداللہ بن موسیٰ، عفان بن مسلم، علی بن المدینی، ابو نعیم الفضل بن دکین، قبیصۃ بن عقبۃ، قتیبۃ ابن سعید، قیس بن حفص الدارمی، ابو غسان مالک بن اسماعیل النہدی، محمد بن بشار بُندار، محمد بن سعید ابن الاصبہانی، محمد بن سنان العوقی، محمد بن الصباح الدولابی، محمد بن عبداللہ بن نمیر، محمد ابن عبداللہ الانصاری، ابو ثابت محمد بن عبداللہ المدینی، محمد بن الفضل السدوسی عارم، محمد بن کثیر العبدی، ابو موسیٰ محمد بن المثنی، محمد بن یوسف الفریابی، مطرف بن عبداللہ المدینی، مکی بن ابراہیم البلخی،

---

❶ تهذيب التهذيب، ابن حجر العسقلانى، (م852ھ)، ج9، ص 41

ابوسلمہ موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی، ابوحذیفہ موسیٰ بن مسعود النہدی، نعیم بن حماد المروزی، ابو الولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی، ہشام بن عمار الدمشقی، ولید بن صالح النخاس، یحیٰی بن صالح الوحاظی، یحیٰی بن عبداللہ بن بکیر، یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ۔ ❶

آپ رحمہ اللہ کے وہ اساتذہ کے جن سے آپ نے اپنی "جامع صحیح" کے علاوہ روایات کیں ہیں، درج ذیل ہیں:

ابراہیم بن بشار الرمادی، ابراہیم بن محمد بن یحیٰی بن عباد بن ھانء الشجری، ابوحفص احمد بن حفص البخاری، احمد بن خالد الوہبی، اسماعیل بن سالم الصائغ، بشر بن شعیب بن ابی حمزہ، حسن بن شجاع البلخی، حسن بن واقع الرملی، حسین بن ضحاک النیسابوری، ظلیم بن حطیط الجہضمی الدبوسی، ابوصالح عبداللہ بن صالح المصری، عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی، ابومسہر عبدالاعلی بن مسہر الغسانی، عثمان بن ہارون القرشی الانماطی، علی بن عبدالحمید المعنی، محمد بن مسلمۃ المخزومی، محمد بن وہب بن عطیۃ الدمشقی، معقل بن مالک الباہلی، ہشام بن اسماعیل العطار الدمشقی۔ ❷

امام بخاری رحمہ اللہ کے مشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی

آپ کے تلامذہ اور مستفیدین کا حلقہ بھی نہایت وسیع تھا، مشہور محدث امام فربری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "امام صاحب سے براہِ راست نوے ہزار آدمیوں نے جامع صحیح کو سنا تھا۔" ❸

امام نووی رحمہ اللہ شارحِ مسلم لکھتے ہیں:

"امام صاحب کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا، دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی اس میں شریک ہوتے تھے، ان کی مجلس درس کبھی مسجد میں اور کبھی ان کے

❶ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، یوسف المزی، جمال الدین، ج24، ص433-431

❷ ایضا، 434، 433

❸ (ا) ارشاد الساری لشرح البخاری، ابن حجر القسطلانی، (م923ھ)، ص33

(ب) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، یوسف المزی، جمال الدین، ج24، ص480

مکان میں منعقد ہوتی تھی، ان کے شاگرد بڑے پایہ کے علماء ومحدثین تھے، مثلاً حافظ ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ، ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ، مسلم بن حجاج رحمہ اللہ وغیرہ جو ارکانِ ستہ کے جلیل القدر رکن ہیں۔" ❶

امام ذہبی رحمہ اللہ اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن خزیمہ محمد بن نصر مروزی اور ابوعبداللہ الفربری رحمۃ اللہ علیہم بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ میں شامل ہیں جو آگے چل کر خود بڑے پایہ کے محدث ہوئے اور ہزاروں کو نفع پہنچایا۔" ❷

امام بخاری رحمہ اللہ کا قوتِ حافظہ

امام صاحب رحمہ اللہ خود کہتے ہیں:

"مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں، اور اس جامع صحیح کو میں نے چھ لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے۔" ❸

امام صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ جس وقت بغداد تشریف لے گئے تو وہاں کے محدثین نے آپ کا امتحان لینا چاہا، چنانچہ سو احادیث کے متن اور سندوں میں الٹ پھیر کر کے دس آدمیوں کے حوالہ کیا کہ ہر شخص ان میں سے دس دس حدیثیں اسی طرح امام صاحب رحمہ اللہ کے سامنے پیش کرے، شہر کے بہت سے لوگ اس کو دیکھنے کے لیے جمع ہوئے، پھر ان محدثین نے حدیثیں پیش کیں ہر مرتبہ امام موصوف رحمہ اللہ لا ادری ہی فرماتے رہے، جب سب لوگ حدیثیں پیش کر چکے تو امام صاحب رحمہ اللہ نے ہر متن کو اصلی سند اور ہر سند کو اس کے اصلی متن کے ساتھ ملحق کر کے ترتیب وار سنا دیا، لوگ سن کر دنگ رہ گئے، اور آپ

❶ تہذیب الاسماء و اللغات، یحی بن شرف، النووی، (م 676ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، س ن، ص173

❷ تذکرة الحفاظ، محمد بن احمد، الذہبی، (م748ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، 1419ھ، ج6

❸ ارشاد الساری لشرح البخاری، ابن حجر القسطلانی، (م923ھ)، ص290

کے علم و فضل کا ان کو لوہا ماننا پڑا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"تعجب اس پر نہیں کہ صحیح وغلط میں امتیاز کردیا، کمال یہ ہے کہ ان لوگوں نے جس ترتیب سے روایت کو غلط شکل میں پیش کیا تھا اس کو بھی بیان کردیا۔"[1]

امام بخاری رحمہ اللہ کا زہد وتقویٰ

امام موصوف رحمہ اللہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے، ان کا قارورہ اطبّاء کو دکھایا گیا، انہوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ سالن استعمال نہیں کرتے، امام موصوف نے فرمایا کہ چالیس سال سے سالن استعمال کرنے کا اتفاق نہیں ہوا، نماز میں امام صاحب رحمہ اللہ کے استغراق کا واقعہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ ایک بارظہر کی نماز سے فراغت کے بعد نفل میں مشغول ہوگئے اس سے فارغ ہونے کے بعد اپنی قمیص کا دامن اٹھا کر اپنے بعض ساتھیوں سے فرمایا کہ دیکھو قمیص کے اندر کچھ ہے تو نہیں، انہوں نے دیکھا تو بھڑ نکلی جس کے ڈنک سے ستر نشانات تھے، اور جسم کا وہ حصہ متورّم ہوگیا تھا، ایک صاحب نے عرض کیا کہ آپ نے نماز کیوں نہیں توڑ دی، فرمایا میں ایک ایسی سورۃ پڑھ رہا تھا کہ دل چاہ رہا تھا کہ اس کو ختم کرلوں۔[2]

محدثین وفقہاء کی نظروں میں امام بخاری رحمہ اللہ کا مقام ومرتبہ

اس بارے چند اقوال درج ذیل ہیں:

1۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا:

"اشهد انه ليس فی الدنيا مثلك۔"[3]

---

[1] فتح المغيث بشرح الفية الحديث، محمد بن عبدالرحمن السخاوی (902م) دار المناهج، 1426ھ، ص 173۔

[2] نيل الامانی فی توضيح مقدمة القسطلانی، نحا بن رضوان، الابياری، (م 1305ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، 2001م، ص 31

[3] ارشاد الساری لشرح البخاری، ابن حجرالقسطلانی، (م852ھ)، هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص485

"میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ جیسا دنیا میں کوئی نہیں۔"

2۔ امام خزیمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ما رايت تحت اديم السماء اعلم بحديث رسول الله ﷺ ولا احفظه من البخاری"[1]

"رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو یاد کرنے والا امام بخاری رحمہ اللہ سے بڑھ کر میں نے آسمان تلے کسی کو نہیں پایا۔"

3۔ امام حسین بن محمد العجلی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کا موازنہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: کہ دونوں حافظ تو ہیں لیکن امام مسلم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"لم يبلغ مبلغ محمد بن اسماعيل۔"[2]

"امام مسلم رحمہ اللہ کہاں امام بخاری رحمہ اللہ تک پہنچ سکتا ہے۔"

4۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ولم ار احدا بالعراق ولا بخراسان فی معنی العلل والتاريخ ومعرفة الاسانيد اعلم من محمد بن اسماعيل۔"[3]

"میں نے آج تک معانی علل، تاریخ اور معرفۃ السانید میں عراق اور خراسان میں محمد بن اسماعیل جیسا کسی کو نہیں پایا۔"

5۔ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

"لم تخرج خراسان قط احفظ من محمد بن اسماعيل ولا قدم منها الی العراق اعلم منه۔"[4]

---

[1] تهذيب التهذيب، ابن حجرالقسطلانی، (م852ھ)، ج9، ص45

[2] ارشاد الساری لشرح البخاری، ابن حجرالقسطلانی، (م 852ھ)، هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص 484

[3] تاريخ بغداد، خطيب بغدادی، ج2، ص72

[4] ارشاد الساری لشرح البخاری، ابن حجرالقسطلانی، (م 852ھ)، هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص484

”سرزمین عراق وخراسان نے امام بخاریؒ جیسی شخصیت آج تک پیدا نہیں کی۔“

امام بخاری رحمہ اللہ پر دورِ آزمائش

حدیث میں ہے:

((اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل فالامثل .)) ☆

چنانچہ امام موصوف رحمہ اللہ کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑے بڑے امتحانات میں ڈالا۔ امام موصوف رحمہ اللہ 250ھ میں جب نیشا پور تشریف لائے تو محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہ اللہ نے لوگوں سے کہا کہ ان صالح عالم کی خدمت میں جا کر ان سے حدیثیں سنو، ان کے کہنے پر لوگ اس کثرت سے امام موصوف رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ خود محمد بن یحییٰ کی مجلس درس ماند پڑ گئی، پھر امام صاحب رحمہ اللہ جس شان سے نیشا پور میں داخل ہوئے اس کی تصویر امام مسلم رحمہ اللہ نے ان لفظوں میں کھینچی ہے کہ اہلِ نیشا پور نے اس سے پہلے کسی والی اور کسی عالم کا ایسا استقبال نہیں کیا تھا، ان کے استقبال کے لیے نیشا پور سے دو تین منزل باہر نکل آئے تھے امام صاحب رحمہ اللہ نیشا پور پہنچ کر درس وتدریس میں مشغول ہوگئے، امام ذہلی رحمہ اللہ نے اعلان کر دیا تھا کہ کسی اختلافی مسئلہ میں امام صاحب رحمہ اللہ سے گفتگو نہ کی جائے، ورنہ اگر کوئی جواب ہمارے خلاف ہوا تو خراسان کے لوگ ہمارا مذاق اُڑائیں گے، لیکن امام صاحب رحمہ اللہ کے آنے کے دو چار دِن کے بعد جب آپ کے اشتیاق میں مکانوں اور چھتوں پر لوگوں کا ہجوم تھا، ایک شخص نے قرآن کے الفاظ کے متعلق بار بار سوال کیا، اس لیے مجبوراً امام صاحب رحمہ اللہ کو اس کا جواب دینا پڑا، آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:

” القرآن کلام اللہ غیر مخلوق الفاظنا من افعالنا و افعالنا مخلوقة و الامتحان عنه بدعة . “

”قرآن کلام الٰہی غیر مخلوق ہے، الفاظ ہماری زبان کا فعل ہیں، اور ہمارے تمام افعال مخلوق ہیں، اور اس مسئلہ میں امتحان لینا بدعت ہے۔“

☆......السنن الکبریٰ للنسائی، احمد بن شعیب، النسائی(م 303ھ)، ج4، ص 307، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1421ھ، حدیث 7482

عوام اس دقیق جواب کو نہ سمجھ سکے اور امام ذہلی رحمہ اللہ نے شدت سے امام صاحب رحمہ اللہ کی مخالفت شروع کر دی، اور اپنی مجلس میں اعلان کر دیا کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کا قائل ہو وہ ہماری مجلس میں نہ آئے۔ اس پر امام مسلم رحمہ اللہ، احمد بن سلمہ رحمہ اللہ نے جو حلقۂ درس کے ممتاز طالب علم تھے، امام ذہلی رحمہ اللہ کی ساری تقریروں کو واپس کر دیا اور اس کا حلقہ چھوڑ دیا۔ ❶

امام بخاری رحمہ اللہ کا فقہی مسلک

اس سلسلہ میں علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ......

1۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے مباحث فقہ کا غالب حصہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک سے ماخوذ ہے۔ ❷

2۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی اپنی کتاب "ابجد العلوم" میں آپ کو شافعی المسلک لکھا ہے۔ ❸

3۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ امام موصوف رحمہ اللہ حنبلی المسلک تھے۔ ❹

4۔ علامہ طاہر جزائری رحمہ اللہ کی نظر میں آپ مجتہدِ مطلق ہیں۔ ❺

5۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ بلا شک وشبہ مجتہدِ مطلق تھے اور یہ شہرت کہ آپ شافعی تھے، اور آپ نے مسائلِ مشہورہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کی پیروی کی ہے صحیح نہیں ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی موافقت بھی امام شافعی رحمہ اللہ سے کم

---

❶ شامزئی، نظام الدین، شیوخ امام بخاری رحمہ اللہ (پی.ایچ.ڈی مقالہ) شعبۂ اسلامیات، سندھ یونیورسٹی حیدر آباد، ص72، 71، غیر مطبوعہ

❷ ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری، ابن حجر القسطلانی، (م852ھ)، ص123

❸ ابجد العلوم، صدیق بن حسن، القنوجی، دار الکتب العلمیة، دمشق، 1978ء، ص810۔

❹ اعلام الموقعین لابن القیم، ج1، ص226

❺ توجیہ النظر الی اصول الاثر، طاھر بن صالح، الجزائری(م1338ھ)، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیة، حلب، 1416ھ، ص185

نہیں ہے۔ [1]

امام بخاری ؒ کی تالیفات وتصنیفات

الجامع الصحیح، الادب المفرد، التاریخ الکبیر، التاریخ الاوسط، التاریخ الصغیر، خلق افعال العباد، جزؤ رفع الیدین، قرأۃ خلف الامام، برّ الوالدین، کتاب الضعفاء، الجامع الکبیر، التفسیر الکبیر، کتاب الاشربۃ، کتاب الھبۃ، کتاب المبسوط، کتاب الکنیٰ، کتاب العلل، کتاب الفوائد، کتاب المناقب، اسامی الصحابۃ ؓ، کتاب الوحدان، قضایا الصحابۃ ؓ۔ [2]

آپ کی شہرۂ آفاق کتاب

"الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ" متعین طور سے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ امام موصوف نے اس کتاب کی تصنیف کا آغاز کس سنہ سے کیا، اور کب اس سے فارغ ہوئے، لیکن اتنا معلوم ہے کہ تصنیف کرنے کے بعد اس کو اپنے شیوخ امام احمد بن حنبل ؒ متوفی 241ھ، ابن المدینی م 234ھ اور ابن معین 233ھ کے سامنے پیش کیا تھا۔ ابن معین کا سنہ وفات 233ھ ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سنہ میں امام بخاری ؒ تصنیف سے فارغ ہو چکے تھے، البتہ اس میں کچھ بعد میں اضافے بھی کرتے رہے۔ [3]

یہ کتاب امام صاحب ؒ نے سولہ/16 سال میں مکمل کی، چنانچہ خود فرماتے ہیں "صنّفت کتابی الصحیح فی ست عشرۃ سنۃ۔" [4] چنانچہ اس حساب سے اس کا

[1] فیض الباری علی صحیح البخاری، محمد انور شاہ بن معظم شاہ، الکشمیری، الدیوبندی، (م1353ھ)، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1426ھ، ج1، ص58

[2] تذکرۃ المحدثین، ضیاء الدین اصلاحی، دارالابلاغ، اردو بازار، لاہور، 2014ء، ج1، ص180

[3] لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، ص37

[4] وفیات الاعیان لابن خلکان، ج2، ص335

آغاز 217ھ میں ہوا ہوگا، جب کہ آپ کی عمر شریف 23 سال کی تھی۔ [1]

جامع صحیح کے محاسن وفضائل

بخاری شریف کے محاسن وفضائل بے شمار ہیں جس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ حافظ ابن صلاح ؒ بخاری ومسلم کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"کتابا ھما اصح الکتاب بعد کتاب اللہ العزیز ثم ان الکتاب البخاری اصح الکتابین صحیحا واکثرھا فوائد۔" [2]

''کتاب اللہ کے بعد ان دونوں کتابوں کا درجہ ہے، پھر صحیح بخاری کا مرتبہ صحت اور کثرت فوائد کے لحاظ سے ممتاز ومقدم ہے۔''

چنانچہ امام نسائی ؒ فرماتے ہیں:

"اجود ھذہ الکتب کتاب البخاری۔" [3]

''سب سے بہترین کتاب حدیث صحیح بخاری ہے۔''

شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ جو شخص اس کتاب کی عظمت کا قائل نہ ہو وہ مبتدع ہے، اور مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔ [4]

نیز شاہ صاحب ؒ قسم کھا کر کہتے ہیں: ''صحیح بخاری کو جو شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔'' [5]

حافظ ابن کثیر ؒ فرماتے ہیں: ''بخاری شریف کے پڑھنے سے قحط سالی دور ہو جاتی

[1] لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، ص26

[2] مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث، عثمان بن عبدالرحمن، ابن الصلاح، (م646ھ)، المکتبۃ الفاروقیۃ، ملتان، پاکستان، س ن

[3] تہذیب الاسماء و اللغات، یحی بن شرف، النووی، (م676ھ)، ج1، ص74

[4] حجۃ اللہ البالغۃ، احمد بن عبدالرحیم، ولی اللہ، الدھلوی، (م1176ھ)، دارالجیل، بیروت، 1426ھ، ج1، ص297

[5] ایضاً، ج1، ص350

ہے، اور قحط کے زمانے میں اس کے ختم کی برکت سے بارش کا نزول ہوتا ہے۔" ❶

صحیح بخاری کو جمع کرنے کا مقصد اور اس کا پورا نام

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "امام بخاری رحمہ اللہ کی اصل غرض احادیث کے ذخیرہ میں سے صحیح، مستفیض اور متصل کا انتخاب ہے اور فقہ و سیرت اور تفسیر کو بھی استنباط کیا ہے اور اخذِ حدیث میں جو شرط انہوں نے مقرر کی تھی، وہ بدرجۂ کمال پوری کی ہے۔" ❷

اس سے معلوم ہوا کہ امام موصوف کا مقصودِ اعظم اپنی الجامع الصحیح میں طرقِ استنباط ہیں، اسی لیے فقہ البخاری فی تراجمہ کہا گیا ہے، بخاری کا سارا کمال ان کے تراجمِ ابواب میں ہے۔ ❸

جامع صحیح کا پورا نام "الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول الله ﷺ وسننه وايامه۔" ☆

امام رحمہ اللہ بخاری کے تخریج کے شرائط

شروط الائمة پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں، محمد بن طاہر مقدسی فرماتے ہیں کہ ان ائمہ یعنی بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ اور سنن اربعہ کے مصنفین میں کسی سے بھی تخریج روایات میں ان کے شرائط منقول نہیں، بلکہ ان کی کتابوں کے مطالعہ سے ان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ❹:

1۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسی روایت کی تخریج کرتے ہیں جس کے سارے رواۃ صحابیٔ مشہور تک ثقہ ہوں، اور ان کے ثقہ ہونے پر کبار محدثین کا اتفاق۔

---

❶ ارشاد الساری لشرح البخاری، ابن حجر القسطلانی، (م923ھ)، ص29

❷ حجة الله البالغة، احمد بن عبدالرحيم، ولی الله، الدهلوی، (م1176ھ)، ، ج1، ص15

❸ لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، ، ص24

☆......شیوخ امام بخاری رحمہ اللہ، ص75

❹ شروط الائمة الستة، محمد بن موسی المقدسی-محمد بن طاهر الحازمی، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1984ء، ص1

2۔ اس کی سند متصل ہو منقطع نہ ہو۔

3۔ جس روایت کے صحابی رضی اللہ عنہ سے دو یا اس سے زیادہ راوی ہوں، وہ نہایت ہی اعلیٰ و ارفع ہوگی، اور اگر ایک ہی راوی ہو اور اس کی سند صحیح ہو تب بھی مضائقہ نہیں، جبکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے ایسے لوگوں سے حدیث کی تخریج کی ہے جن کی حدیث کو کسی شبہ کی بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ نے ترک کر دیا تھا، جس کی مثال امام زہری رحمہ اللہ کے تلامذہ ہیں جو اوصاف کی کمی اور زیادتی کے لحاظ سے پانچ/5 طبقوں میں تقسیم کیے گئے ہیں۔

4۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان میں سے طبقۂ اولیٰ سے اصالۃ اور طبقۂ ثانیہ سے جن کی احادیث پر ان کو اعتماد ہے، ان کو بخاری میں روایت کیا ہے، لیکن بالاستعاب ایسا نہیں کیا ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ نے دونوں طبقوں کی حدیث کو بالاستعاب لیا ہے، اسی طرح طبقۂ ثالثہ کی روایات کو امام بخاری رحمہ اللہ نے بالکل قبول نہیں کیا ہے، لیکن امام مسلم رحمہ اللہ ان سے بھی کبھی کبھی روایت کرتے ہیں۔ ❶

5۔ اگر روایت معنعن ہو تو راوی کی اپنے شیخ سے لقاء (ملاقات) ضرور ثابت ہونا چاہیے۔

6۔ نیز اس حدیث کی صحت اور قبولیت پر امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے کے محدثین کا اتفاق ہو، یا امام بخاری رحمہ اللہ کے معاصرین کا اتفاق ہو۔

7۔ علت اور شذوذ سے پاک ہو۔ ❷

کتب احادیث میں جامع صحیح بخاری کا مقام

اس سلسلہ میں علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماءِ اسلام کا اتفاق ہے کہ صحیح بخاری صحت اور دیگر فوائد کے لحاظ سے صحیح مسلم پر فائق ہے۔ ❸

---

❶ تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی للسیوطی، (م 911ھ)، دار طیبة، س ن، ص41

❷ ضحی الاسلام، احمد امین، ، ط، س ن، ج2، ص113

❸ السنهاج شرح مسلم بن الحجاج، یحی بن شرف، النووی، (م 676ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1392ھ، ص11

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"لا یوازیه فیه غیره لا صحیح مسلم ولا غیره۔"[1]

"صحیح بخاری کا صحیح مسلم یا اور کوئی کتاب مقابلہ نہیں کرسکتی۔"

جامع صحیح میں تعدادِ روایات

نووی رحمہ اللہ اور ابن صلاح رحمہ اللہ کے نزدیک تکرار کے ساتھ بخاری کی روایات کی تعداد 7275 ہے، اور عدمِ تکرار کے ساتھ 4000۔[2] لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے پوری احتیاط سے شمار کیا تو روایاتِ مرفوعہ کی تعداد 7397، اور تکرار کے ساتھ متابعات وتعلیقات کی تعداد 1341 ہے، جن میں اکثر کو امام بخاری رحمہ اللہ نے سندا بیان کردیا ہے، اور موقوفاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ومقطوعاتِ تابعین رحمہ اللہ کی تعداد 341 ہے، اس طرح مجموعی تعداد 9407 ہے، غیر مکرر روایات مرفوعہ 2353، اور غیر مکرر متابع و معلق 160 ہیں، اس طرح غیر مکرر مجموعہ 2513 ہے، اس تعداد میں آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہ اللہ جن کا تراجمِ ابواب میں تذکرہ ہے شامل نہیں ہیں۔[3]

جامع صحیح کی خصوصیات

درج ذیل ہیں:

1۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے دورانِ تالیف میں جب کبھی تالیف کا سلسلہ چھوڑ کر دوبارہ بھی شروع کیا تو اس کی ابتداء بسم اللہ سے کی، اس لیے درمیان میں متعدد جگہوں پر بسم اللہ مذکور ہے۔

2۔ عام طور پر مشہور ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں صیغہ تمریض سے روایات کے

---

[1] البدایة و النهایة، اسماعیل بن عمر بن کثیر، الحافظ، عماد الدین، بیت الافکار الدولیة، س ن، ج11، ص28

[2] تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی للسیوطی، (م 911ھ)، دار طیبة، س ن، ص30

[3] (ا) هدی الساری مقدمة فتح الباری، ابن حجر العسقلانی (م852ھ)، ص465 (ب) لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، ص38

ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن معلق روایات کو امام موصوف رحمہ اللہ نے صیغۂ جزم سے بیان کیا ہے ان کی صحت کا فیصلہ کیا گیا ہے لیکن جب صیغہ تمریض سے بیان کرتے ہیں تو ان کی صحت کا حکم تو نہیں لگایا جائے گا لیکن صحیح بخاری میں آجانے کی وجہ سے ناقابلِ اعتبار بھی نہیں سمجھا جائے گا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے علامہ نووی رحمہ اللہ کے کلام پر تعقب کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں صحیح رائے ہمارے شیخ کی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ صیغۂ تمریض کو ضعفِ اسناد کے ساتھ خاص نہیں کرتے بلکہ جب کبھی متن کو بالمعنیٰ اختصار کے ساتھ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو صیغۂ تمریض سے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

3۔ صحیح بخاری کا امراض و مصائب، دشمنوں کے خوف وغلبہ کی گرانی وغیرہ میں پڑھنا تریاقِ مجرب ہے۔

4۔ عام طور پر مشہور ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ جب قال فلاں کہتے ہیں تو یہ مذاکرہ پر محمول ہوتا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کا رتبہ تحدیث سے کم ہے، اور یہ صیغہ وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں روایت ان کی شرط پر نہیں ہوتی، لیکن یہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ کبھی اس کو صیغۂ تحدیث سے بھی بیان کردیتے ہیں۔

5۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا معمول ہے کہ جب حدیث میں کوئی ایسا غریب لفظ آجاتا ہے جس کی نظیر کتاب اللہ میں موجود ہے تو اس کی وضاحت میں مفسرین کے اقوال نقل کردیتے ہیں، اسی طرح کبھی باب کی مناسبت سے آیاتِ قرآنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں، اور اکثر آیات کے بجائے صرف اس کے چند الفاظ نقل کردیتے ہیں، کتاب التفسیر و کتاب بدء الخلق میں بکثرت اس کی مثالیں ہیں۔

6۔ محدثین کرام کے نزدیک سندِ عالی کی بڑی خصوصیت رہی ہے، بخاری کا یہ خاص امتیاز ہے کہ اس میں بائیس روایات ثلاثی ہیں، جن کا تذکرہ حاشیہ پر نہایت جلی قلم سے کیا گیا ہے، ان میں سے بعض ثلاثیات کے شیوخ حنفی ہیں، اور کے متعلق

تحقیق نہیں۔[1]

7۔ شروع میں بیان کیا جا چکا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے پیشِ نظر طرقِ استنباط ہے، اس لیے ایک ہی حدیث کو استنباطِ مسائل یا کسی دوسرے مقصد سے متعدد مقامات پر بیان کرتے ہیں، مثلاً انما الاعمال بالنیات والی روایت کو تیرہ/13 مقامات پر ذکر کیا ہے، حالاں کہ امام موصوف رحمہ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ میں مکرر روایات کو اس کتاب میں داخل نہ کروں گا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ بالارادہ اپنی کتاب میں ایک ہی سند و متن کو مکرر نہیں لاتے، اگر کہیں تکرار ہے تو محض اتفاقی ہے۔[2] چنانچہ پوری کتاب میں بائیس/22 روایات مکرر ہیں جو اتنی ضخیم کتاب کے لیے زیادہ نہیں کہی جا سکتیں۔

8۔ تاریخ پر بھی امام بخاری رحمہ اللہ کی مجتہدانہ نظر ہے حضرت الاستاد رحمہ اللہ (یعنی شیخ الحدیث زکریا کاندھلوی) کی تحقیق میں امام بخاری رحمہ اللہ ہر کتاب کے شروع میں اس کے زمانۂ نزول اور مشروعیت کی ابتداء کی طرف بھی کبھی کبھی اشارہ کر دیتے ہیں، خصوصاً جبکہ اس میں کوئی اختلاف ہو اور کبھی صراحت بھی کر دیتے ہیں۔

9۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام موصوف رحمہ اللہ ہر کتاب کے اختتام پر کوئی نہ کوئی ایسا لفظ لاتے ہیں، جس سے ختمِ کتاب کی طرف اشارہ ہوتا ہے، مثلاً بدء الوحی کے آخر میں فکان ذلك اٰخر شان هرقل اور کتاب الحج کے ختم پر و اجعل موتی ببلد رسولك۔ حضرت الاستاد کی رائے ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ ہر کتاب کے ختم پر کوئی ایسا لفظ لاتے ہیں جس سے ختم زندگی کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ اس کتاب کو موت کے استحضار کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

10۔ کتاب کی ابتداء اور انتہاء میں گہرا ربط ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے استاد کا قول

---

[1] لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، ص 30

[2] ھدی الساری مقدمة فتح الباری، ابن حجر العسقلانی (م852ھ)، ص 12

نقل کیا ہے، کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کو کتاب التوحید پر ختم کیا، کیونکہ توحید ہی آخرت میں کامیابی اور ناکامی کی اصلی میزان ہے، اور اس کی ابتداء انما الاعمال بالنیات کی حدیث سے فرمائی، کیونکہ اعمال کی عند اللہ مقبولیت کے لیے اخلاص نیت ضروری ہے، اور آخرت میں صرف وہی اعمال وزنی ہوں گے جو اخلاص کے ساتھ رضائے الٰہی کے لیے کیے جائیں، یہ چند خصوصیات لامع کے مقدمہ سے باختصار نقل کی گئی ہیں۔[1]

امام دارِ قطنی رحمہ اللہ کے اعتراضات و شبہات

صحیح بخاری کی جن روایات پر دارِ قطنی رحمہ اللہ وغیرہ نے نقد کیا ہے ان کی تعداد مجموعی طور پر ایک سو دس/110 ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ عینی رحمہ اللہ وغیرہ نے اس کا مفصل جواب دیا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جواب دینے کے بعد کہتے ہیں: الحمد للہ اکثر اعتراضات کا جواب کافی اور شافی ہوگیا ہے، بعض جوابات محتمل ہیں البتہ چند جگہوں پر تکلف سے کام لینا پڑا ہے جب کوئی منصف مزاج ان جوابات پر غور کرے گا تو مصنف کی جلالتِ شان اور کتاب کی عظمت اس کی نظر میں دوبالا ہو جائے گی، اور اس پر واضح ہو جائے گا کہ علماء میں جو اس کو حسنِ قبول حاصل ہوا اور تمام کتبِ حدیث پر جو انہوں نے اس کو ترجیح دی، وہ سراسر مبنی برحقیقت ہے، ناقدین کے اصولِ نقد چند کمزور اصولوں پر مبنی ہے جو جمہور ائمہ کے خلاف ہیں اس لیے معارضہ کے وقت شیخین کی تصریح کو فوقیت حاصل ہوگی۔[2] اسی طرح بخاری کے تقریباً اسی/80 اور مسلم کے ایک سو ساٹھ/160 روّاۃ پر کسی نوع کا نقد کیا گیا ہے۔[3] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا اجمالی جواب یہ دیا ہے:

"ینبغی لکل منصف ان یعلم تخریج صاحب الصحیح لای

---

[1] شامزئی، نظام الدین، شیوخ امام بخاری رحمہ اللہ (پی۔ایچ۔ڈی مقالہ) شعبۂ اسلامیات، سندھ یونیورسٹی حیدر آباد، ص 81 غیر مطبوعہ

[2] ھدی الساری مقدمة فتح الباری، ابن حجر العسقلانی (م852ھ)، ص 400

[3] لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، ص 74

ولو كان مقتضى بعد الله عنده وصحة حفظه عدم غفلته." [1]

امام بخاری رحمہ اللہ کی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت نہ کرنے کی وجہ

کہا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ چونکہ حنفیہ سے ناراض تھے اس لیے انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کوئی روایت نقل نہیں کی، زیلعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے شدت تعصب اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک پر بے جا تنقید کی وجہ سے ان کی کوئی روایت اپنی کتاب میں نقل نہیں کی [2]، اسی طرح بعض الناس کے ذریعے امام صاحب رحمہ اللہ پر تعریض کی ہے اور ان پر حدیث کی مخالفت کا الزام لگایا ہے، مولانا نعمانی لکھتے ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ نے امام اعظم کے ساتھ وہی روش اختیار کی جو امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے ساتھ کی تھی۔"

علامہ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"امام جعفر صادق رحمہ اللہ کو امام بخاری رحمہ اللہ نے قابل استدلال نہیں سمجھا، حالاں کہ وہ جمہور امت کے نزدیک ثقہ ہیں۔" [3]

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ محدثین کے متعلق عناد و تعصب کا شبہ کرنا نہایت نامناسب ہے، اکابر کی شان اس سے بلند تھی، کوثری رحمہ اللہ نے اس بارے میں نہایت مناسب و معتدل رائے ظاہر کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ قابل غور امر یہ ہے کہ شیخین نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کوئی روایت نقل نہیں کی حالاں کہ ان کے صغیر السن تلامذہ سے ان کا لقاء اور روایت دونوں ثابت ہیں، اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کے بعض تلامذہ سے بھی ان کی ملاقات ہوئی، لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کی کوئی روایت اپنی کتاب میں نہیں کی، امام بخاری رحمہ اللہ کو امام احمد رحمہ اللہ

---

[1] هدى الساري مقدمة فتح الباري، ابن حجر العسقلاني (م 852ھ)، ص 443

[2] نصب الراية لأحاديث الهداية مع حاشية بغية الألمعي في تخريج الزيلعي، عبدالله بن يوسف جمال الدين (762ھ)، مؤسسة الريان، بيروت، 1418ء، ج 1، ص 355

[3] ما تمس اليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه، عبد الرشيد نعماني، ج 1، مقدمہ، ص 28

کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا اس کے باوجود ان سے صرف دو روایتیں اپنی کتاب میں نقل کی ہیں، ایک تعلیقاً اور دوسری ایک واسطے سے، امام مسلم رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے اپنی کتاب میں سے پورا استفادہ کیا ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ سے صحیح مسلم میں کسی روایت کی تخریج نہیں کی، امام احمد رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید ہیں اور ان سے موطا امام مالک کا سماع بھی کیا ہے، لیکن امام مالک رحمہ اللہ کی کل پانچ روایات امام شافعی رحمہ اللہ کے واسطے سے اپنی کتاب میں درج کی ہیں، ان واقعات اور ان محدثین کرام کے اخلاص و دیانت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ائمہ مجتہدین کی احادیث کو روایت کرنے والے شرق و غرب ہر چہار سو پھیلے ہوئے تھے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں تھا، اس لیے ان محدثین کرام نے صرف ان راویوں کی روایات کی طرف توجہ مبذول فرمائی جس کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ تھا، اس لیے ان محدثین کا دامن ہر تعصب و عناد سے پاک تھا۔ [1]

ایک غلط فہمی کا ازالہ

صحیحین سے متعلق ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ نے بہت سے ایسی روایات سے استدلال کیا ہے جو صحیحین میں موجود نہیں ہیں، پھر صحیحین کے اصح ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تحریر کے شارح ابن امیر الحاج رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے: صحیحین کے اصحیت مابعد کے لوگوں کے لحاظ سے ہے وہ ائمہ مجتہدین جو ان سے پہلے گزرے ہیں وہ اس زمرہ میں شامل نہیں۔ [2]

نیز علامہ کوثری رحمہ اللہ کہتے ہیں: "شیخین اور اصحاب سنن وغیرہ فقہ اسلامی کی تدوین

---

[1] شروط الأئمة الستة، محمد بن موسى المقدسي محمد بن طاهر الحازمي، دار الكتب العلمية، بيروت، 1984ء، ص 50

[2] التقرير والتحبير، محمد بن محمد، شمس الدين، (م 879ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، 1983ء، ج 3، ص 30

کے بعد پیدا ہوئے اور حدیث کی طرف اعتناء کیا، لیکن ائمہ مجتہدین جو ان سے پہلے گزرے
ہیں ان کے سامنے مرفوع و موقوف اور صحابہ رضی اللہ عنہ و تابعین رحمہ اللہ کے فتاوے کا بہت بڑا ذخیرہ
موجود تھا، اور مجتہد کی نظر حدیث کی صرف ایک قسم پر محدود نہیں ہوتی، آج ہمارے سامنے اس
دور کی جوامع و مصنفات موجود ہیں جن کے مصنفین ائمہ مجتہدین کے شاگرد یا شاگردوں کے
شاگرد ہیں اس لیے علوئے طبقہ کی وجہ سے ائمہ مجتہدین کے لیے احادیث کی اسانید پر غور و
خوض کرنا آسان تھا، پھر مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال اس کی صحت کی دلیل ہے کتب ستہ
کی ضرورت اور ان سے استدلال مابعد کے لوگوں کے لحاظ سے ہے۔ ❶

امام بخاری رحمہ اللہ کی تاریخ وفات

یکم شوال 256ھ تریسٹھ/63 سال کی عمر میں دنیائے فانی سے روپوش ہو گئے۔ ❷ انا
للہ و انا الیہ راجعون.

---

❶ لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، ص 74

❷ طبقات الحنابلة، محمدبن محمد، ابو الحسین بن ابی یعلی، دارالمعرفة، بیروت، س ن، ج 1، ص 278
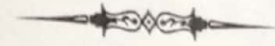
فصل دوم:

تراجم امام بخاری رحمہ اللہ کے مقاصد

امام بخاری رحمہ اللہ کے پیش نظر جس طرح احادیث صحیحہ کی تخریج ہے، اسی طرح وہ ان
سے بہت سے مسائل کا استنباط و استخراج بھی کرتے ہیں، اسی لیے بسا اوقات ایک روایت
متعدد جگہوں پر نقل کرتے ہیں، جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث جو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ
کے واقعہ سے متعلق ہے، اس کو بیس سے زائد بار نقل کیا ہے، علماء کا یہ مشہور مقولہ ہے کہ فقہ
البخاری فی تراجمہ کہ بخاری کا سارا کمال ان کے تراجم میں ہے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ
فرماتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے تراجمِ ابواب میں جس دقتِ نظر کا مظاہرہ کیا ہے، اس کو
سمجھنے سے بڑے بڑے اہلِ علم قاصر رہے، اس کی اسی اہمیت کی بنا پر متقدمین اور متاخرین
نے تراجمِ ابواب پر مستقل رسالے لکھے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام موصوف
نے بہت سے فقہی فوائد اور حکیمانہ نقطے اپنی کتاب میں بکھیرے ہیں اور غور و فکر کرنے والوں
کو اس میں بہت سی نادر چیزیں ملتی ہیں۔ ❶ آپ رحمہ اللہ کے تراجم کے درجہ ذیل مقاصد ہیں:

1.....((احیانا یذکر الامام البخاری فی التراجم احادیث
لیست علی شرط ثم یورد فی الباب احادیث تصح علی
شرطه وتشهد لصحة الحدیث المذکور فی الترجمة ویقصد
من هذا تصحیح وتائید الحدیث المشارالیه فی ترجمة
الباب۔))

''امام بخاری رحمہ اللہ کبھی کبھار تراجم میں ایسی احادیث بھی لاتے ہیں جو کہ ان
کے شرط کے موافق نہیں ہوتی لیکن ترجمہ کی حدیث کے صحیح اور مؤید ہونے کی

---

❶ هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص 2

غرض سے باب میں ایسی احادیث لاتے ہیں جو کہ ان کے شرط کے موافق ہوتیں ہیں اور ترجمہ میں مذکورہ حدیث کی صحت کی گواہی بھی دیتی ہیں۔“

2...... ((ویذکر احیانا فی ترجمة الباب مسئلة استنبطها عن احادیث صحیحة علی شرطه سواء کانت من صریح النص او اشارة النص او الاقتضاء ثم یورد فی الباب احادیث او آیات تکون دلیلا للمسئلة المذکورة فی ترجمة الباب ولکن لیس بوسع کل واحد ان یدرك وجه الاستدلال ادراکا کاملا.)) ☆

”اور بعض اوقات ترجمۃ الباب میں کوئی ایسا مسئلہ ذکر فرماتے ہیں کہ جو آپ نے اپنی شرط کے موافق احادیث صحیحہ سے نکالا ہوتا ہے پھر چاہے (استنباط) صریح النص، اشارۃ النص یا پھر اقتضاء النص ہی سے کیوں نہ ہو اس کے بعد آپ ترجمۃ الباب میں مذکورہ مسئلہ کی تائید کی خاطر آیات یا پھر احادیث بھی باب میں لاتے ہیں، لیکن وجہ الاستدلال کا کامل ادراک اخذ کرنا ہر کسی کے بس کا کام نہیں۔“

3...... ((واحیانا یذکر فی ترجمة الباب مسئلة قال بها جماعة من المسلمین من قبل ثم ثبت لدیه حسب تحقیقه واجتهاده ما یدل علیه او یشهد له او یرجحه وفی مثل هذه المواضع یقول الامام البخاری فی ترجمة الباب "باب من قال کذا" او "ذهب الی کذا.))

☆...... 1 - 14 تک کے تمام نکات (مقاصد تراجم ابواب صحیح البخاری فی ضوء فقه البخاری فی تراجمه، پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ، 2012ء، شمارہ 10، ص 214-217) سے ماخوذ ہیں۔ (جبکہ یہ نکات ابن منیر کی مشہور کتاب "المتواری علی تراجم ابواب البخاری“ سے لیے گیے ہیں، جو کہ اسی کتاب سے آگے بالتفصیل آرہے ہیں)۔

”اور بعض اوقات ترجمۃ الباب میں کوئی ایسا مسئلہ ذکر فرماتے ہیں کہ جس کا قول آپ سے پہلے مسلمانوں کی ایک جماعت نے کیا ہو، پھر بعد میں وہی مسئلہ آپ کے نزدیک آپ کی اپنی تحقیق اور اجتہاد کے مطابق ثابت ہوا ہو جو کہ اس پر دلالت کرتا ہو، اس کی گواہی دیتا ہو یا پھر اس کو راجح قرار دیتا ہو، اور ان مواضع کی مثال امام بخاری رحمہ اللہ کا ترجمۃ الباب میں ”باب من قال کذا“ اور ”ذهب الی کذا“ کا فرمانا ہے۔“

4...... ((واحیانا یذکر فی ترجمة الباب مسئلة وردت فیها احادیث مختلفة فیجمع فی الباب تلك الاحادیث المختلفة ویقصد من هذا التسهیل فی الجمع بینهما او الترجیح والاستنباط.))

”اور بعض اوقات ترجمۃ الباب میں کوئی ایسا مسئلہ ذکر فرماتے ہیں کہ جس کے بارے میں مختلف احادیث وارد ہوتیں ہیں چنانچہ آپ اس باب میں وہ مختلف احادیث جمع فرمادیتے ہیں اور اس سہولت سے آپ کا مقصد ان احادیث کے مابین جمع یا ترجیح اور ان میں سے مسائل کا استنباط کرنا ہوتا ہے۔“

5...... ((واحیانا تکون الادلة متعارضة فی مسئلة ما کما سبق تترجح عند الامام البخاری او تحقق صورة التوفیق فیذکر الجمع بینهما فی ترجمة الباب ثم یورد تلك الادلة المتعارضة لکی تنشا فی المتعلم قوة الجمع والتوفیق بین تلك الادلة التی ظاهرها التعارض.))

”اور بعض اوقات کسی مسئلہ میں دلائل متعارض ہوتے ہیں پھر اگر امام بخاری رحمہ اللہ نے کسی دلیل کو راجح قرار دیا ہوتا ہے یا موافقت کی صورت کی تحقیق کی ہوتی ہے تو ایسی صورت میں آپ ترجمۃ الباب میں ان دونوں دلائل کے مابین جمع کرنا

ذکر فرماتے ہیں اور بعد میں انہیں ادلۂ متعارضہ کو لاتے ہیں تا کہ طالب علم میں ان ظاہری متعارض دلائل کے مابین جمع کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔"

6۔۔۔ ((واحيانا يذكر عدة احاديث فى اثبات ترجمة الباب ويرى فى تلك الاحاديث من الفوائد المهمة والضرورية التى يجب التنوية بها فمثل هذه المواضع يكتب فيها "باب" بدلا من "فائدة" او "التنبيه" ويظن القارئ انه بدا مسئلة جديدة مع انه ليس فى الحقيقة باب جديد بل هو كما جرت عادة المؤلفين بانهم يذكرون فى مثل هذه المواضع "قف" او "فائدة" او "التنبيه" لكن الامام البخارى لا يحب غير كلمة باب ولا مشاحة فى الاصطلاح وذلك كما ورد فى كتاب بدا الخلق ترجمة باب قول الله عز و جل "وبث فيها من كل دآبة"❶۔۔۔ فذكر فيها حديثا يوافق هذه الترجمة ثم قال "باب خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال ۔"❷

"اور بعض اوقات ترجمۃ الباب کے اثبات میں آپ چند احادیث ذکر فرماتے ہیں حالیکہ آپ ان احادیث میں ضروری اور اہم فوائد پاتے ہیں چنانچہ ایسے مقامات کی مثال یہ کہ آپ لفظ "فائدة" یا "التنبيه" کی جگہ لفظ "باب" لکھتے ہیں، نیز پڑھنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ شاید یہاں سے کوئی نیا مسئلہ شروع ہو گیا ہے، جبکہ در حقیقت وہ کوئی نیا باب نہیں ہوتا، بلکہ مؤلفین کی عادت کے موافق جاری ہوا ہوتا ہے بایں طور کہ وہ ان جیسے مقامات پر "قف" یا "فائدة" یا

❶ الجامع الصحيح للامام البخارى رحمه الله، طبع دار السلام، رياض، 1999ء، كتاب بدء الخلق، باب قول الله عز وجل و بث فيهما من كل دآبة، ص 109

❷ ايضاء ص 180

"التنبيه" جیسے الفاظ لاتے ہیں، جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ کو لفظ باب نہایت پسند ہے اور مقولہ مشہور ہے کہ "لا مشاحة فى الاصطلاح" (یعنی اصطلاح میں کسی پر کوئی پابندی نہیں) اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ کتاب بدء الخلق میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "وبث فيها من كل دآبة" کا ترجمہ وارد ہوا ہے، چنانچہ آپ نے اس باب میں اسی ترجمۃ الباب کے موافق احادیث بیان کی ہیں اور پھر فرمایا کہ "باب خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال۔"

7۔۔۔ ((واحيانا يذكر كلمة "باب" بدل من حاء التحويل او قولهم "وبهذا الاسناد" كما فعل فى كتاب بدأ الخلق هنا "باب ذكر الملائكة۔"❶

"اور بعض اوقات حاء التحويل یا قولهم کی جگہ کلمہ "باب" یا "وبهذا الاسناد" ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ آپ نے کتاب بدأ الخلق میں باب ذکر الملائکۃ ذکر کیا ہے۔"

8۔۔۔ ((واحيانا يذكر تحت ترجمة الباب حديثا لا يدل على الترجمة وليست له علاقة بالترجمة حسب الظاهر من الفاظ الحديث المذكور ولكن للحديث طرق مختلفة والفاظ بعض الطرق تدل على الترجمة يقصد من ذكر هذا ان لهذه الترجمة اصلا وليست بدون اصل تماما۔))

"اور بعض اوقات ایسی حدیث بھی ذکر کرتے ہیں جو کہ بظاہر نہ تو ترجمۃ الباب پر دلالت کرتا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی تعلق ہوتا لیکن چونکہ اس حدیث کے مختلف طرق ہوتے ہیں اور بعض طرق کے الفاظ ترجمہ پر دلالت کرتے ہیں، لہذا

❶ ایضاء ص 311

آپ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس ترجمہ کے لیے کچھ نہ کچھ اصل ضرور ہے۔"

9...... ((واحيانا يذكر فى ترجمة الباب رايا ذهب اليه بعض الناس او يمكن ان يقول به احد فى المستقبل ولكنه لا يرى صحة ذلك.))

"اور بعض اوقات آپ ترجمۃ الباب میں کوئی ایسی رائے بھی لاتے ہیں جو کہ یا تو کسی کا مذہب ہوتا ہے یا ممکن ہو کہ کوئی مستقبل میں ان جیسا قول کرے حالیکہ آپ اس کی صحت کو صحیح نہیں پاتے۔"

10...... ((و هكذا قد يورد فى ترجمة الباب حديثا ليس بصحيح عنده رحمه الله و يورد فى الباب احاديث صحيحة فيقصد منها الرد على ذلك المذهب او ذلك الحديث المذكور فى الترجمة.))

"اور اسی طرح بعض اوقات ترجمۃ الباب میں ایسی حدیث بھی وارد ہوتی ہے جو کہ آپ کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی، جبکہ باب میں بہت سی صحیح احادیث وارد ہوئیں ہیں، چنانچہ آپ کا مقصد ان کے بیان کرنے سے اس مذہب یا ترجمہ میں مذکورہ حدیث پر رد کرنا ہوتا ہے۔"

11...... ((واحيانا يذكر بعد ترجمة الباب اثر الصحابى او تابعى بدلا من الحديث المرفوع او يكتفى بذكر الآيات فقط ويفعل مثل هذا فى الغالب اذا كان لفظ الترجمة جزء من حديث ليس على شرط البخارى ويشير بهذا الى ان الحديث وان كان ورد بهذا اللفظ الا انه ليس صحيحا على شرطه ومع ذلك فهو صالح للعمل.))

"اور بعض اوقات ترجمۃ الباب کے بعد مرفوع حدیث کی جگہ صحابی رضی اللہ عنہ یا

تابعی رحمہ اللہ کا اثر لاتے ہیں یا پھر صرف آیات پر ہی اکتفاء کرتے ہیں، اور آپ اکثر یہی رویہ اپناتے ہیں جب ترجمہ کا لفظ کسی ایسی حدیث میں سے ہو جو کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شرط پر نہ ہو، اور اس کے ذریعے سے آپ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اگرچہ حدیث ترجمہ میں موجود لفظ کی بناء پر ان کی شرط کے موافق تو نہیں، لیکن پھر بھی وہ قابل عمل ہے۔"

12...... ((واحيانا يذكر فى ترجمة الباب آية من القرآن ويشرحها بالحديث او يخصص عمومها او يقيد اطلاقها او يعين محتملاتها او يذكر حديثا فى ترجمة الباب ويقصد من الاية تخصيصها او تعيين احد الاحتمالات او شرحها.)) [1]

"اور آپ بعض اوقات ترجمۃ الباب میں کوئی ایسی قرآنی آیت بھی لاتے ہیں جس کی تشریح حدیث کے ذریعے سے کرتے ہیں یا پھر اس کو خاص، مقید یا معین کر دیتے ہیں، اور یا پھر ترجمۃ الباب میں کوئی حدیث ذکر فرما دیتے ہیں جس کا مقصد اس کا قرآنی آیت کے ذریعے سے مقید، معین بنانا یا پھر اس کی تشریح کرنا ہوتا ہے۔"

13...... ((واحيانا يقصد فقط تمرين طلّاب الحديث على الاستدلال بالحديث حسب المسئلة المطروحة.)) [2]

"اور بعض اوقات آپ کا مقصد حدیث کے طالب علموں کو ایک حدیث سے مسئلہ کے استدلال کی مشق کرانا ہوتا ہے۔"

14...... ((لقد سلك الامام البخارى فى كثير من تراجم ابوابه مسلك اهل السير والمؤرخين وهو استنباط امر خاص

---

[1] رسالة شرح تراجم ابواب صحيح البخاری، ولی الله بن عبدالرحيم، الدهلوی، طبع دار الحديث، بيروت، 1997ء، ص 125

[2] ايضا

ليتعلق بحادث ما من طرق الروايات والفقهاء يتعجبون من هذا لعدم ممارستهم بهذا الفن ولكن اهل السير يعتنون به اعتناء خاصا .)) [1]

"بلاشبہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اکثر تراجم الابواب میں اہل سیر اور مؤرخین کے مسلک کی پیروی کی ہے، اور وہ کسی خاص امر کا استنباط کرنا جو کسی ایسے امر حادث سے متعلق ہو جو کہ بہت سی روایات میں سے ہو، اور فقہاء اس کے بارے میں متعجب ہوں بوجہ اس فن سے عدمِ ممارست کے، جبکہ اہلِ سیر اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔"

امام بخاری رحمہ اللہ کے تراجم الابواب کے حوالہ سے نور الدین عتر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((ولدى الرجوع إلى تلك الدراسات لتراجم البخاري في "صحيحه" وجدنا جُهُودًا كبيرة ضخمة، دراسات مفصلة حافلة، قد تناولت تراجم الامام البخاري على سبيل التفصيل، ترجمة بعد ترجمة، لكن هذه الدراسات مع غزارة فائدتها لم تضبط تراجم البخاري بتقسيم يصنفها تصنيفا كاملاً، وليبين مسالك كل صنف منها، اللهم إلا محاولتين لضبط هذه التراجم وتصنيف أنواعها .)) [2]

"ہم نے صحیح بخاری میں تراجم بخاری کے جائزے لیتے ہوئے، اس میدان میں بہت ساری کوششوں کو پایا، تفصیلی دراسات پائے، نتیجتاً فرداً فرداً تراجم کی تفصیل

[1] المتواری علی تراجم ابواب البخاری، احمد بن محمد، ابن منیر، (م683ھ)، طبع دار السلفیہ، المدینہ المنورہ، س ن، ص 211

[2] الامام البخاری وفقہ التراجم فی جامعہ الصحیح، محمد عتر، نور الدین، مجلۃ الشریعۃ و الدراسات الاسلامیۃ، کویت، 1406ھ، ج1، ص 71

کا اہتمام کیا گیا ہے اگرچہ یہ تفصیلات مع اپنے کثیر الفوائد ہونے کے باوجود بھی ان تراجم کی ایسی مکمل تفصیل نہیں کہ جو ہر قسم کے راستوں (یعنی اشکالات وغیرہ) کو کھولتا ہو، بلکہ یہ تو صرف تراجم اور ان کے اقسام کی درجہ بندی کی دو کوششیں ہیں۔"

آگے لکھتے ہیں:

((فقد قسم الحافظ ابن حجر التراجم إلى قسمين: ظاهرة وخفية، ثم مضى في الشرح .))

"حافظ ابن حجر نے تراجم کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے: تراجم ظاہرہ اور تراجم خفیہ، پھر ان کی تشریح کی ہے۔"

آگے ان پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

1...... ((أنه لَمْ يُعْنَ بالتفصيل للتراجم الظاهرة، وَلاَ بَيَّنَ مسالك البخاري فيها، وما امتاز به منها .))

"ابن حجر نے تراجم ظاہرہ کی پوری تفصیل نہیں کی، نہ ہی ان میں امام بخاری کے مسلک کو واضح کیا اور نہ ہی ان کو جدا کیا ہے۔"

2...... ((أنه تداخل معه بحث التراجم الخَفِيَّةِ بالتراجم الظَّاهِرَةِ))

"اس نے تراجم خفیہ کو تراجم ظاہرہ میں داخل کر دیا ہے۔"

3...... ((أنه لم يستكمل كل أنواع التراجم، فلم يذكر النوع الثالث من تقسيمنا الذي أطلقنا عليه اسم التَّرَاجِمَ المُرْسَلَةَ .)) [1]

"اس نے تراجم کی ہر نوع کو مکمل نہیں کیا، چنانچہ اس نے تیسری قسم ہماری تقسیم

[1] ایضا، ص 72

میں سے یعنی تراجم مرسلہ کا ذکر نہیں کیا۔"

نیز آپ لکھتے ہیں:

((المحاولة الثانية: لِلْعَلَّامَةِ مُحَدِّثُ الهِنْدِ وَلِيُّ اللهِ الدَّهْلَوِي فى كتابه "شرح تراجم أبواب البخاري" صَدَّرَ بِهَا كِتَابَهُ هذا.))

"دوسری کوشش علامہ محدث الہند ولی اللہ دہلوی کی ہے جنہوں نے اپنی کتاب کی ابتدا "شرح تراجم ابواب البخاری" سے کیا۔"

((أنه يترجم بحديث مرفوع ليس على شرطه، ويذكر فى الباب حديثًا شاهدًا له على شرطه))

"وہ (یعنی امام بخاری رحمہ اللہ) ترجمہ میں کوئی ایسی حدیث مرفوع لاتے ہیں جو ان کی شرط کے موافق نہیں ہوتا، اور باب میں ایسی حدیث لاتے ہیں جو ان کی شرط کے موافق ہو۔"

((أنه يترجم بمسألة استنباطها من الحديث بنحو من الاستنباط من نصه أو إشارته أو عمومه أو إيمائه.))

"وہ ترجمہ میں کوئی ایسا مسئلہ لاتے ہیں جو حدیث سے مستنبط ہو اس طور پر کہ مستنبط ہو اپنی نص، اشارے یا عموم سے۔"

((أنه يترجم بمذهب ذُهب إليه قبل، ويذكر فى الباب ما يدل عليه من غير قطع بترجيح ذلك المذهب، فيقول: باب من قال كذا.))

"وہ ترجمہ میں کوئی ایسا مذہب لاتے ہیں جس کی طرف پہلے سے ذہاب ہوا ہو، اور باب میں کوئی ایسی چیز لاتے ہیں جو اس مذہب کے راجح ہونے پر بغیر قطع کے دلالت کرتا ہو، پس وہ کہتے ہیں: باب من قال كذا۔"

((أنه يترجم بمسألة اختلفت فيها الأحاديث، فيأتي بتلك الأحاديث على اختلافها، لِيُقَرِّبَ إِلَى الفَقِيهِ مِنْ بَعْدِهِ أَمْرَهَا، مثاله (بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى البَرَازِ) جمع فيه حديثين مختلفين.))

"وہ ترجمہ میں کوئی ایسا مسئلہ لاتے ہیں جس میں احادیث مختلف ہوں، پس ان احادیث کو اپنے اختلاف کے ساتھ لاتے ہیں، تاکہ بعد والے فقیہ پر اس کا معاملہ واضح ہو، اس کی مثال (بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى البَرَازِ) اس میں انہوں نے دو مختلف حدیثیں جمع کیں ہیں۔"

((أنه قد تتعارض الأدلة ويكون عند البخاري وجه التطبيق بينهما، بحمل كل واحد على محمل، فيترجم بذلك المحمل إشارة إلى وجه التطبيق. مثاله: (بَابُ خَوْفِ المُؤْمِنِ أَنْ يُحْبَطَ عَمَلُهُ، وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الاصْرَارِ عَلَى التَّقَاتُلِ وَالعِصْيَانِ)، ذكر فيه حديث: "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَاله كُفْر.))

"بعض اوقات دلائل متعارض ہوتے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں دونوں میں وجہ تطبیق ہوتی ہے، بایں صورت کہ ہر ایک کو کسی محمل پر ڈال دے، پس وہ وجہ تطبیق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ترجمہ میں وہی محمل لاتے ہیں۔ اس کی مثال (بَابُ خَوْفِ المُؤْمِنِ أَنْ يُحْبَطَ عَمَلُهُ وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الاصْرَارِ عَلَى التَّقَاتُلِ وَالعِصْيَانِ)، انہوں نے اس میں سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَاله كُفْر والی حدیث ذکر کی۔"

((أنه قد يجمع فى باب أحاديث كثيرة، كل واحد منها يدل على الترجمة، ثم يظهر له فى حديث واحد فائدة أخرى

سوى الفائدة المترجم عليها، ويُعَلِّمُ على ذلك الحديث بِعَلَامَةِ الباب.))

''بعض اوقات وہ کسی باب میں بہت سی احادیث کو جمع کرتے ہیں، جن میں سے ہر ایک ترجمہ پر دلالت کرتا ہے، پھر جب اسے کسی ایک دوسری حدیث میں مترجم علیہ فائدہ کے علاوہ کوئی دوسرا فائدہ معلوم ہو جائے تو وہ اس حدیث پر علامۃ الباب کے ذریعے سے نشان لگا دیتا ہے۔''

((أنه قد يكتب لفظة (باب) مكان قول المُحَدِّثِينَ وبهذا الإسناد. وذلك حيث جاء حديثان بإسناد واحد.)) ❶

''بعض اوقات وہ محدثین کے قول وبھذا الإسناد کی جگہ لفظ باب لکھتے ہیں اور ایسا تب ہوتا ہے کہ جہاں دو حدیثیں کسی ایک سند سے آئیں ہوں۔''

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے علاوہ نور الدین عتر رحمہ اللہ نے "جامع صحيح بخارى" کے تراجم الابواب کو بذات خود چار انواع پر تقسیم کیا ہے چنانچہ لکھا ہے:

((وهكذا كانت الحاجة مَاسَّةً لتقسيم حاصر، وتصنيف ضابط لأنواع فنون التراجم في "صحيح البخاري"، وقد توصلنا إلى تقسيم مبتكر لأنواع التراجم عند البخاري، واستقام لنا هذا التقسيم على أربعة أنواع من التراجم، اخترنا لكل نوع منها تسمية، نرجو أن تكون مَحَلَّ القَبُولِ لَدَى العُلَمَاءِ الأَفَاضِلِ، وهذه الأنواع هي التالية:

''اس طرح صحیح بخاری کے تراجم کی ایک محدود اور عمدہ درجہ بندی کی ضرورت محسوس ہوئی، اور بلاشبہ ہم نے تراجم بخاری کی ایک اعلیٰ تقسیم کو پایا ہے، اور

❶ (أ) ایضا، ص 73، 72 (ب). رسالة شرح تراجم ابواب صحيح البخاری، ولی الله بن عبدالرحیم الدهلوی، طبع دارالحدیث، بیروت، 1997ء، ص 2-5

تراجم میں سے ہم پر یہ تقسیم چار انواع کی ظاہر ہوئی، ہم نے ہر نوع کا نام رکھا، اس امید پر کہ افاضل علما کے ہاں یہ مقبول ہوگی، اور وہ انواع یہ ہیں:

أولاً:...... التَّرَاجِمُ الظَّاهِرَةُ: وهي التي تطابق الأحاديث التي تخرج تحتها مطابقة واضحة جليلة، دون حاجة للفكر والنظر.

''پہلی قسم:...... تراجم ظاہرہ: وہ ہیں کہ جن کے تحت وہ احادیث ہیں جو کہ واضح طور پر بغیر کسی غور و فکر کے مطابقت رکھیں۔''

((ثانيًا:...... التَّرَاجِمُ الاسْتِنْبَاطِيَّةُ: وهي التي تدرك مطابقتها لمضمون الباب بوجه من البحث والتفكير القريب أو البعيد.))

''دوسری قسم:...... تراجم استنباطیہ: وہ ہیں کہ جن کی مطابقت مضمون الباب سے تھوڑی بہت غور و فکر کرنے حاصل ہوں۔''

((ثَالِثًا:...... التَّرَاجِمُ الْمُرْسَلَةُ: وهي التي اكتفى فيها بلفظ (باب)، ولم يُعَنْوِنْ بشيء يدل على المضمون بل ترك ذلك العنوان.))

''تیسری قسم:...... تراجم مرسلہ: وہ ہیں کہ جن میں لفظ باب ہی پر اکتفا کیا گیا ہو، اور کسی ایسی چیز کے ساتھ جو اس کے مضمون پر دلالت کرے عنوان نہ دیا گیا ہو، بلکہ اس عنوان کو چھوڑ دیا ہو۔''

((رَابِعًا:...... التَّرَاجِمُ الْمُفْرَدَةُ: وهي تراجم لا يُخْرِجُ البخاري فيها شَيْئًا من الحديث للدلالة عليها.)) ❶

❶ الامام البخاری وفقه التراجم فی جامعه الصحیح، محمد عتر، نورالدین، مجلة الشریعت و الدراسات الاسلامیة، کویت، 1406ھ، ج1، ص 74

"چوتھی قسم:......تراجم مفردہ: وہ ایسی تراجم ہیں کہ جن میں امام بخاری رحمہ اللہ ان پر دلالت کرنے کی غرض سے کوئی حدیث نہیں لائے۔"

نور الدین عتر رحمہ اللہ کی اس تقسیم پر بالترتیب چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

1...... ((قول البخاری (بَابُ الـمَاءِ الـدَّائِمِ) ثم أخرج فيه الحديث: "لاَ يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي المَاءِ الدَّائِمِ الذِي لاَ يَجْرِي، ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ☆)) ❶

"امام بخاری رحمہ اللہ کا قول بَابُ الـمَاءِ الدَّائِمِ پھر اس کے تحت حدیث: لاَ يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي المَاءِ الدَّائِمِ الذِي لاَ يَجْرِي، ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ کو لائے ہیں۔"

2...... ((مثاله عند "البخاری" ما ذكر الامام بدر الدين بن جماعة فی "مناسبات تراجم البخاری" قال "فَتَارَةً يَخْتَصِرُ الـحَدِيثَ المُتَضَمِّنَ حُكْمَ تَرْجَمَةِ البَابِ، وَيُحِيلُ فَهْمَ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَعْرِفُهُ مِنْ أَهْلِ الحَدِيثِ، كَحَدِيثِ أَبِي سَلَمَةَ فِي الشِّعْرِ فِي الـمَسْجِدِ، فَإِنَّ الحَدِيثَ الذِي أَوْرَدَهُ لَيْسَ فِيهِ تَصْرِيحٌ بِالمَسْجِدِ، لكِنَّهُ جَاءَ مُصَرَّحًا بِهِ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى، فَاكْتَفَى بِالإِشَارَةِ فِي الحَدِيثِ إِحَالَةً عَلَى مَعْرِفَةِ أَهْلِهِ.)) ❷

"اس کی مثال امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں وہ ہے جو امام بدر الدین بن جماعہ نے "مناسبات تراجم البخاری" میں ذکر کی ہے، وہ کہتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ

☆......الجامع الصحيح للامام البخاری رحمہ اللہ، طبع دار السلام، رياض، 1999ء، كتاب الوضوء، باب البول فی الماء الدائم، حديث 239

❶ هدى السارى مقدمة فتح البارى، ص 57

❷ الامام البخاری وفقه التراجم فی جامعه الصحيح، محمد عتر، نور الدين، ، ج 1، ص 82۔ (بحواله ورقة من النسخة المخطوطة بمكتبة الاوقاف، حلب، الخزانة الاحمدية، رقم 318)

بعض اوقات ایک حدیث کو مختصر کر دیتے ہیں جو ترجمۃ الباب کے حکم کو متضمن ہوتا ہے، اور اہل الحدیث میں سے جو اس کی سمجھ رکھتا ہو اس کے حوالے کر دیتے ہیں، جیسے حدیث ابی سلمہ کی جو کہ مسجد میں شعر کہنے کے بارے میں ہے پس بلاشبہ جو حدیث وہ لائے اس میں مسجد (میں شعر کہنے) کی تصریح نہیں ہے لیکن ایک دوسری حدیث میں وہ اس کو با تصریح لائے ہیں، پس وہ ایسی حدیث میں اشارہ کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں اس کے جاننے والوں کو حوالہ کرتے ہوئے۔"

3...... ((ومن ذلك فی "الجامع الصحيح" قول البخاری فی الجنائز، (بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى المَيِّتِ) وأخرج فيه حديث المغيرة: مَنْ نِيحَ عليه يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ......☆☆، وحديث عمر: المَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ☆☆☆)) ❶

"اور انہیں میں سے "جامع صحیح" میں امام بخاری رحمہ اللہ کا قول جنائز میں (بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى المَيِّتِ) اور اس میں حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ: مَنْ نِيحَ عليه يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ لائے ہیں، اور حدیث عمر رضی اللہ عنہ: المَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ لائے ہیں۔"

4...... ((مثال ذلك قوله فی (الصَّلَاةِ): (بَابُ يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ القِبْلَةَ)، قَالَهُ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ، عَنِ النَّبِيِّ

☆☆......الجامع الصحيح للامام البخاری رحمہ اللہ، طبع دار السلام، رياض، 1999ء، كتاب الجنائز، باب مايكره من النياحة على الميت، حديث 1291

☆☆☆......الجامع الصحيح للامام البخاری رحمہ اللہ، طبع دار السلام، رياض، 1999ء، كتاب الجنائز، باب مايكره من النياحة على الميت، حديث 1292

❶ هدى السارى مقدمة فتح البارى، ص 80، 81

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .)) ❶

''اس کی مثال نماز میں ان کا قول: (بَابُ يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ)، اسے ابوحمید ساعدی نے حضور ﷺ سے نقل کیا۔''

جامع صحیح بخاری میں تراجم الابواب کا اجمالی نقشہ

یہ نقشہ محمد زکریا رحمہ اللہ کاندھلوی کی کتاب "الابواب و التراجم لصحیح البخاری" سے لیا گیا ہے:

رقم	التراجم المجردة المحضة التي ليس فيهاحديث ولا ذكر مع الترجمة شيئا من الآيات و الآثار
1	باب فضل الصدقة من كسب
2	باب التعجيل الى الموقف
3	باب الخروج فى الفزع وحده
4	باب جوائز الوفد
5	باب ذكر مصعب بن عمير
6	باب اذا اعتق عبدا بينه و بين آخر
7	باب ميراث العبد النصرانى والمكاتب النصرانى و اثم من ...... الخ
8	باب عمود الفسطاط تحت وسادته
9	باب اثم من قذف مملوكه (ليس فى محله)

....

❶ الامام البخاری وفقه التراجم فی جامعه الصحیح ، محمد عتر، نورالدین ، ج1، ص 87

رقم	التراجم المجردة لكن جعل الآية ترجمة
1	باب قول الله تعالى (وابتلوا اليتمى)
2	باب (و اذا صرفنا اليك نفرا من الجن)
3	باب قول الله تعالى (و اذ قال ابراهيم رب اجعل)
4	باب (و اذ بوانا لابراهيم)...... الخ
5	باب قول الله تعالى (و اذكر فى الكتٰب موسى)
6	باب (ان قٰرون كان من قوم موسى)...... الخ
7	باب (وسئلهم عن القرية التى)...... الخ
8	باب (و اضرب لهم مثلا اصحٰب القرية)...... الخ
9	باب قول الله تعالى (و من لم يستطيع منكم) الى (غفور رحيم)
10	باب قول الله تعالى (يٰايها الذين اٰمنوا)...... الخ
11	باب قول الله تعالى (وما كان لمؤمن ان يقتل)...... الخ
12	باب (و اذ قال موسى لقومه ان الله يامركم)...... الخ
13	باب (ام حسبت ان اصحٰب الكهف و الرقيم)
14	باب قول الله تعالى (و لو انهم صبروا)...... الخ

....

رقم	التراجم غير المجردة التي ليس فيها حديث مسند لكن ذكر فى الترجمة آية او حديثا او اثرا
1	باب كيف كان بدء الحيض
2	باب استواء الظهر فى الركوع
3	باب يستقبل باطراف رجليه القبلة

4 باب صلاة الطالب و المطلوب راکبا و ایماء

5 باب من صفّق جاهلا من الرجال.........الخ

6 باب الریاء فی الصدقة

7 باب لا یقبل الله صدقة من غلول

8 باب صدقة العلانیة

9 باب صدقة السر

10 باب المنّان بما اعطیٰ

11 باب المحصر و جزاء الصید

12 باب قول النبی ﷺ (اذا توضا فلیستنشق بمنخره الماء)

13 باب امر النبی ﷺ الیهود بیع ارضهم

14 باب من رمی جمرة العقبة و لم یقف

15 باب الاهلال من البطحاء

16 باب اذا وقف فی الطواف

17 باب صدقة الکسب و التجارة

18 باب من استاجر اجیرا فبین له الاجل......الخ

19 باب فی الشرب

20 باب من اخّر الغریم الی الغد

21 باب الانتصار من الظالم

22 باب العفو المظلوم

23 باب اماطة الاذی

24 باب ماجاء فی البینة علی المدعی

25 باب اذا وقف شیا فلم یدفعه الی غیره

26 باب اذا قال داری صدقة الله

27 باب قول الله تعالیٰ (و یسئلونک عن الیتٰمی)

28 باب من غزا و هو حدیث عهد بعرسه

29 باب من اختار الغزو بعد البناء

30 باب (فاما منا بعد و اما فداء)

31 باب هل للاسیر ان یقتل و یخدع......الخ

32 باب قول النبی ﷺ للیهود (اسلموا تسلموا)

33 باب ما یعطی البشیر

34 باب اذا قالوا صبانا........الخ

35 باب الموادعة من غیر وقت

36 باب فی النجوم

37 باب خلق آدم و ذریته

38 باب قوله تعالیٰ (ولقد ارسلنا نوحا........)الخ

39 باب (و ان الیاس لمن المرسلین)

40 باب قصة اسحاق بن ابراهیم

41 باب (و اذا جاء هم امر من الامن)

42 باب (الذین استجابوا لله الرسول......)الخ

43 باب (هلم شهداء کم)

44 باب تفسیر سورة المائدة

45 باب قال ابن عباس......الخ

46 باب قوله تعالیٰ (و اعبد ربک)

47 باب ما یحل من النساء و ما یحرم

48 باب قول الله تعالیٰ (ولاجناح علیکم مما عرّضتم......)الخ

49 باب العدل بین النساء

❶ الابواب والتراجم لصحیح البخاری، الکاندھلوی، محمد زکریا بن یحیٰ، (م 1402ھ)، دارالبشائر الاسلامیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، 1433ھ، ج 1، ص 243-248 راقم نے یہ نقشہ اس غرض سے پیش کیا، تاکہ قاری بیک وقت تمام تر ابواب وتراجم سے مطلع ہوجائے۔

فصل سوم:

امام بخاری رحمہ اللہ پر فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کے اثرات کا جائزہ

دراصل اس بحث کو سمجھنے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ کے مسلک و مذہب کو سمجھنا ہوگا، یعنی کیا امام بخاری رحمہ اللہ مقلد تھے یا مجتہد تھے؟ چنانچہ اس سلسلے میں علماء محدثین کی مختلف آراء ہیں، جو درج ذیل ہیں:

1...... ((قال محمد بن بشار (م 307ھ) :دخل اليوم سيد الفقهاء.)) ❶

''محمد بن بشار نے کہا: آج تو فقہا کے سردار داخل ہوئے۔''

2...... ((قال أبو مصعب أحمد بن أبي بكر المديني (م 241ھ) : محمد بن إسماعيل أفقه عندنا وأبصر من ابن حنبل ، فلما اعترض عليه بعض جلسائه قائلا جاوزتَ الحد، قال أبو مصعب لو أدركت مالكا ونظرت إلى وجهه ووجه محمد بن إسماعيل لقلت كلاهما واحد في الفقه والحديث.)) ❷

''احمد بن ابی بکر مدینی نے کہا: ہمارے نزدیک محمد بن اسماعیل زیادہ فقیہ، اور ابن حنبل سے زیادہ بصیرت والا ہے، پھر جب اس کے پاس بیٹھنے والے بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے حد سے تجاوز کیا تو آپ نے کہا: اگر تم نے امام مالک کو پایا ہوتا اور انؒ کے چہرے اور محمد بن اسماعیل کے چہرے کو دیکھا

❶ تاریخ بغداد، ج 2، ص 6 ❷ ایضا، ص 19

ہوتا تب تم ضرور کہتے کہ: دونوں (علم) فقہ اور حدیث میں ایک ہیں۔"

3...... ((یقول ابن تیمیة رحمہ اللہ (م758ھـ): أما البخاری وأبو داود فإمامان فی الفقه من أهل الاجتهاد)) ❶

"ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام بخاری اور امام ابوداؤد فقہ میں مجتہدین ائمہ میں سے ہیں۔"

4...... ((یقول محمد أنور الکشمیری رحمہ اللہ (م1352ھـ): البخاری عندی سلك مسلك الاجتهاد و لم یقلد احدا فی کتابه.)) ❷

"محمد انور کشمیری کہتے ہیں: میرے نزدیک تو امام بخاری رحمہ اللہ مجتہد ہیں اور انہوں اپنی کتاب میں کسی کی بھی تقلید نہیں کی۔"

5......((یقول نور الدین عتر: أما البخاری فکان فی الفقه أکثر عمقا وغوصا وهذا کتابه کتاب إمام مجتهد غواص فی الفقه والاستنباط بمالا یقل عن الاجتهاد المطلق لکن علی طریقة فقهاء المحدثین النابهین وقد قرأ منذ صغره کتب ابن المبارك وهو من خواص تلامذة أبی حنیفة ثم اطلع علی فقه الحنفیة وهو حدث کما أخبر عن نفسه واطلع علی فقه الشافعی من طریق الکرابیسی کما أخذ عن أصحاب مالك فقهه فجمع طرق الاجتهاد إحاطة واطلاعا فتهیأ له بذلك مع ذکائه المفرط وسیلان ذهنه أن یسلك طریق المجتهدین

❶ مجموع الفتاوی، ابن تیمیة، احمد بن عبد الحلیم، (م728ھـ)، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشریف، سعودی عرب، 1425ھ، ج20، ص40

❷ فیض الباری علی صحیح البخاری، ج1، ص438

ویبلغ شأوهم و هذا کتابه شاهد صدق علی ذلك حیث یستنبط فیه الحکم من الأدلة ویتبع الدلیل دون التزام مذهب من المذاهب والأمثلة التی ضمها بحثنا عن فقهه وما أوجزنا من القول فی عمق تراجمهم وتنوع طرق استنباطه یدل علی أنه مجتهد بلغ رتبة المجتهدین ولیس مقلدا لمذهب ما کما یدعی بعض أتباع المذاهب)) ❶

"نور الدین عتر لکھتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ فقہ میں کافی گہری نظر رکھتے تھے، اور یہ ان کی کتاب ایسی کتاب ہے جو فقہ و استنباط میں کامل بصیرت رکھنے والے مجتہد امام کی ہو، ایسا مجتہد کے جو بیدار وفقیہ محدثین کی راہ پر چلا ہو نہ کہ صرف مجتہد مطلق ہو، اور بلاشبہ انہوں نے کم سنی ہی میں ابن مبارک رحمہ اللہ جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا اور فقہ حنفیہ پر مطلع ہوئے اور یہ ان کی ابتدا تھی جیسا کہ انہوں خود اپنے بارے میں بتایا، اور امام کرابیسی سے فقہ شافعی سیکھی جیسا کہ امام مالک کے شاگردوں سے ان کی فقہ سیکھی، چنانچہ انہوں نے اجتہاد کے راستوں کا احاطہ کیا اور ان پر مطلع بھی ہوئے، پس اپنی ذکاوت و حاضر دماغی کے ساتھ وہ اس بات کے لیے تیار ہوئے مجتہدین کی راہ پر چلے اور اپنے عظم تک پہنچے اور یہ ان کی کتاب اس بات کا کھلی گواہی دیتا ہے کہ کس طرح سے انہوں نے دلائل میں سے ایک حکم نکالا اور کسی مذہب کی پیروی کیے بغیر ایک دلیل کے تابع ہوئے، اور وہ مثالیں جو وہ لائے اور جن سے ہم نے بحث کی اور جو ہم نے ان کے تراجم کی گہرائی اور استنباط کے اقسام کو مختصراً پیش کیا، یہ تمام تر اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مجتہد ہیں نہ کہ مقلد

❶ الإمام الترمذی والموازنة بین جامعة وبین الصحیحین- ارشیف ملتقی اهل الحدیث، نورالدین عتر، ج10، ص446، رقم 67752

جیسا کہ بعض نے دعوی کیا ہے۔"

6......"قاضی ابن ابی یعلی الفراء رحمہ اللہ نے آپ کو "طبقات الحنابلہ" میں حنبلی المسلک بتایا ہے۔" ❶

7......"علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے "طبقات الشافعیہ" میں آپ کو شافعی المسلک بتایا ہے۔" ❷

8......"مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہاں ایک مسئلہ کہ اہل الحدیث اور ائمہ محدثین مقلد تھے یا غیر مقلد؟ پھر مقلد ہونے کی صورت میں کس کی تقلید کرتے تھے؟ اور بات یہ ہے کہ جو آدمی بڑا ہوتا ہے اس کو ہر ہر شخص چاہتا ہے کہ ہماری پارٹی میں شامل ہو جائے کیونکہ اس میں تجاذب اور کشش بہت ہوتی ہے اور ہر ایک اپنی طرف کھینچتا ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق غیر مقلدین تو کہتے ہیں کہ وہ غیر مقلد تھے اور مقلدین ان کو مقلد مانتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے شوافع نے اپنے طبقات میں ان کو شافعی تحریر کیا ہے، چکی کا پاٹ یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ پختہ طور پر مجتہد تھے۔ اگرچہ فقہائے شافعیہ نے ان کو طبقات شافعیہ میں اور غیر مقلدین نے اپنا کہا ہے لیکن چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ احناف سے زیادہ ناراض ہے اس لیے نمایاں طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ شافعی ہیں حالانکہ امام بخاری رحمہ اللہ جتنے احناف سے ناراض ہیں اتنے ہی بلکہ اس سے کچھ زیادہ شافعیہ کے خلاف ہیں۔ چنانچہ الوضوء من القبلة اور قنوت فجر کا باب انہوں نے اپنی کتاب میں نہیں باندھا اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے

---

❶ طبقات الحنابلة، محمد بن محمد، ابن ابی یعلی، (م 526ھ)، دار المعرفة، بیروت، س ن، ج 1، ص 271

❷ طبقات الشافعيه الكبرى، عبدالوهاب بن تقي الدين، السبكي، (م 771ھ)، هجر للطباعة و النشر و التوزيع، 1413ھ، ج2، ص3

پاس روایت موجود نہیں بلکہ قنوت فجر اور درود شریف کی احادیث موجود ہیں ایسے ہی قلتین اور درود شریف کا بھی باب نہیں باندھا حالانکہ "درود فی الصلاۃ" شافعیہ کے یہاں واجب ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں اور اگر امام صاحب رحمہ اللہ کو مقلد مان ہی لیا جائے تو یہ ہمارے جیسے مقلد نہیں کہلائے جائیں گے کہ بس جو امام نے کہ دیا اسی پر عمل کرلیا بلکہ چونکہ ان کے پاس ایسے ذرائع تھے جن سے وہ اقوالِ ائمہ کو دلائل کی روشنی میں پرکھ سکتے تھے۔" ❶

9......مفتی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

"امام بخاری کا مجتہد ہونا اور امام شافعی کا مقلد نہ ہونا اس طور پر ثابت ہے کہ صحیح بخاری میں امام شافعی سے آپ نے کچھ اخذ نہیں کیا۔ صرف ایک جگہ بلفظ ابن ادریس ان کا نام تو لیا ہے۔ مگر نہ ان سے کوئی حدیث لی ہے۔ اور نہ کوئی کسی اجتہادی مسئلہ میں ان کی پیروی ہے۔ اور نہ کسی جگہ میں ان کا نام لے کر کسی مسئلہ میں ان کی تائید کی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ وہ امام شافعی کو لائق اتباع وباخذ روایت نہیں سمجھتے تھے۔ اگر ایسا سمجھتے تو ان کی روایت کو ترک نہ کرتے۔ پس باوجود ثقہ ہونے امام شافعی کے، ان سے امام بخاری نے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ تو پھر وہ امام شافعی کو اپنا امام کب سمجھ سکتے تھے۔ اور ان کی تقلید کیسے اختیار کر سکتے تھے۔ اگر امام بخاری امام شافعی کے مقلد ہوتے۔ تو امام شافعی سے کسی مسئلہ میں اختلاف نہ کرتے۔ جیسا کہ بہت سے مسائل میں آپ نے امام شافعی سے اختلاف کیا ہے۔ مثلاً امام شافعی فرماتے ہیں کہ انسان کے بال بدن سے جدا ہونے پر نجس وناپاک ہوجاتے ہیں۔ اور جس پانی میں وہ بال

---

❶ تقریر بخاری شریف اُردو، محمد زکریا کاندھلوی، مکتبۃ الشیخ، بہار آباد، کراچی، س ن، ج 1، ص 44

پڑ جائیں وہ پانی ناپاک اور پلید ہو جاتا ہے۔ سو امام بخاری نے اس قول کو اپنی کتاب میں رد کیا ہے۔ اور اس پانی کا پاک ہونا اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ عینی نے شرح بخاری میں فرمایا ہے۔ "یعنی ابن ابطال نے کہا ہے مراد امام بخاری کی شافعی کے قول کو رد کرنا ہے۔" امام شافعی فرماتے ہیں کہ وضو میں تمام سر کا مسح کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ایک دو بال کا مسح بھی کافی ہے۔ سو امام بخاری نے اس قول کا خلاف کیا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں امام مالک کا وہ قول وارد کیا ہے۔ جس سے بعض حصہ سر کے مسح کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے۔ امام شافعی کا قول ہے کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں صرف دینار درہم لیے جائیں نہ کے ان کی قیمت کے کپڑے سو امام بخاری نے اس کا خلاف کیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ کپڑے وغیرہ بھی زکوٰۃ میں لینے درست ہیں۔ چنانچہ بخاری میں باب العرض فی الزکوۃ کا باب باندھا ہے۔ علامہ عینی اپنی شرح میں لکھتے ہیں۔ کہ اس حدیث کے ساتھ ہمارے لوگوں (یعنی حنفیہ) نے دلیل پکڑی ہے۔ اس پر کہ زکوٰۃ میں قیمت دینی جائز ہے۔ اور اسی واسطے ابن رشید نے کہا کہ بخاری اس مسئلہ میں باوجود یہ کہ حنفیوں کے ساتھ بہت مخالف ہیں موافق ہو گئے ہیں۔ اور کرمانی شارح بخاری نے کہا ہے۔ کہ امام شافعی کے نزدیک زکوٰۃ میں قیمت دینی جائز نہیں ہے۔ امام شافعی کا قول ہے کہ جیسا امام مالک کا قول ہے۔ کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کے مسکینوں کے واسطے منتقل نہ ہو۔ سو امام بخاری نے اس کا خلاف کیا۔ اور اپنی صحیح میں فرمایا کہ جہاں کہیں فقیر ہوں۔ ان کو زکوٰۃ دی جائے چنانچہ لکھا ہے:

"باب اخذ الصدقة عن الاغنياء ورده على الفقراء حيث كانوا۔"

علی ھذ القیاس صحیح بخاری میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں۔ پس ان

مثالوں کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج یہ نہیں کہہ سکتا کہ امام بخاری امام شافعی کے مقلد تھے۔ ہاں یہ بات مسلم ہے کہ امام بخاری کو بہت سے مسائل میں امام شافعی کی رائے سے اتفاق ہے۔ مگر چونکہ کئی ایک مسائل میں ان کو امام شافعی سے اختلاف بھی ہے۔ لہٰذا اس امر کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان مسائل اتفاقیہ کے لحاظ سے امام بخاری کو امام شافعی کا مقلد ٹھہرایا جاوے اور ان مسائل اختلافیہ کے لحاظ سے ان کو تارک تقلید امام شافعی نہ خیال کیا جاوے۔ یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔ جس کا کوئی عقل وانصاف والا قائل نہیں ہو سکتا۔"[1]

جائزہ

ان تمام تر اقوال اور ان کے علاوہ اور کئی اقوال کے نتیجے میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے بھی مقلد نہ تھے، بلکہ آپ رحمہ اللہ کے تراجم کے تحقیقی مطالعے سے کوئی محقق اس بات کا اندازہ آسانی سے لگا سکتا ہے کہ آپ مجتہد مطلق ہی تھے۔ آپ نے خود اپنے ہی فقہی اصول کے تحت اپنی جامع میں ابواب قائم کیے اور مسائل کا استخراج کیا، آپ باوجود یہ کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے شاگرد رشید تھے لیکن اکثر مسائل میں آپ کا ان سے اختلاف پایا جاتا ہے، آپ رحمہ اللہ کا یہی اسلوب امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ بھی رہا بہت ہی کم مسائل میں ان کے موافق رہے، جبکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ جتنی موافقت آپ کی اکثر مسائل میں احناف کے ساتھ رہی کم ہی اروں کے ساتھ اتنی موافقت کی۔ واللہ اعلم

[1] امرتسری، ثناء اللہ-راز، محمد داؤد، فتاویٰ ثنائیہ، ادارہ ترجمان السنۃ، لاہور، 1972ء، ج1، ص38

باب سوم

استخراج المسائل اور فقہ الحدیث کے میدان میں امام ابوحنیفہؒ اور امام بخاریؒ کے اختلاف کا جائزہ

فصل اوّل: ......ائمہ احناف اور امام بخاری رحمہ اللہ کے فقہی اُصولوں کا جائزہ

جامع صحیح میں امام بخاری رحمہ اللہ کے بنیادی اصولِ استنباط

1۔اضافت کے عموم کے ساتھ احکامات کا استنباط کرنا:

اس کی مثال "باب اذا فاته العيد يصلى ركعتين، وكذالك النساء ومن كان فى البيوت والقرى" ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے "هذا عيدنا اهل الاسلام" کہ یہ اہل اسلام کی عید ہے۔اس حدیث عید کی جو اضافت اہل اسلام کی طرف کی گئی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے عموم سے استنباط کیا ہے، حتی کہ انہوں نے عورتوں، بستی والوں اور معذوروں کے لیے بھی عید کی نماز میں شریک ہونا ثابت کیا ہے۔[1]

2۔الفاظ کے عموم سے کسی مسئلے کا استنباط کرنا:

اس کی مثال ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے کہ جس میں زانیہ لونڈی کی بابت استفسار کیا گیا، یعنی اگر وہ بار بار زنا کرے اور پاکیزگی اختیار نہ کرے تو کیا حکم ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] فتح الباری، ج2، ص475

"ثم ان زنت فليجلدها الحد ثم بيعوها بعد الثالثة و الرابعة"[1]

"پھر اگر وہ زنا کرے تو اس پر حد قائم کر بعد ازاں اگر وہ تیسری اور چوتھی دفعہ زنا کرے تو اس کو بیچ ڈال۔"

اب امام بخاری رحمہ اللہ نے لفظ امة کے عموم سے مدبر غلام کی بیع وشراء کے جواز کا حکم بھی مستنبط کیا ہے، کیونکہ یہ لفظ مدبرہ لونڈی اور دوسری تمام تر لونڈیوں کو شامل ہے۔[2]

3۔دلالت النص سے مسئلہ کا استنباط کرنا:

اس کی مثال "باب الاستماع فى الخطبة" میں وارد یہ حدیث "فاذا خرج الامام طووا الصحف ويستمعون الذكر"[3] ہے، اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ جب فرشتے ذکر الٰہی کو سننے کے واسطے اعمال نامے بند کر دیتے ہیں، تب جمعہ کا خطبہ تو بدرجۂ اولی سنتے ہوں گے۔

4۔قیاس العلۃ سے مسئلہ کا استنباط کرنا:

اس کی مثال "باب فضل صلاة الفجر فى جماعة" میں وارد وہ حدیث ہے، جس میں اس شخص کی فضیلت آئی ہے جو نماز کا انتظار کرتا ہے حتی کہ ادا کر لیتا ہے یہ شخص اس آدمی سے زیادہ فضیلت والا ہے جو نماز عشاء ادا کر کے سو جاتا ہے۔[4] یہ حدیث نماز عشاء کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے پر دلالت کرتی ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے نماز فجر کو جماعت سے ادا کرنے کی فضیلت کو قیاس العلۃ سے مستنبط کیا ہے، اور وہ ایسے کہ

[1] الجامع الصحيح للامام محمد بن اسماعيل البخارى رحمہ اللہ، كتاب البيوع، باب بيع المدبر، طبعةباموق استنبول، س ن، حديث 2234

[2] فتح البارى، ج4، ص423

[3] الجامع الصحيح للامام محمد بن اسماعيل البخارى رحمہ اللہ، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، طبعةباموق استنبول، س ن، حديث 3211

[4] الجامع الصحيح للامام محمد بن اسماعيل البخارى رحمہ اللہ، كتاب الاذان، باب فضل صلاة الفجر فى جماعة، طبعةباموق استنبول، س ن، حديث 651

جب حدیث مذکور سے یہ ثابت ہوگیا کہ آدمی نماز عشاء کی جماعت کا انتظار بڑی مشقت سے کرتا ہے، تو یہ بات معلوم ہوئی کہ نماز فجر کو جماعت سے ادا کرنے میں زیادہ مشقت ہوتی ہے، لہٰذا اس کا اجر بھی زیادہ ہوگا۔

5۔ شرع من قبلنا سے استنباط کرنا:

اس کے بارے میں تو آپ خود فرماتے ہیں:

"شرع من قبلنا شرع لنا مالم ینکرہ شارعنا ﷺ"❶

"جب تک شارع ﷺ نے ہم سے پہلی شرع پر انکار نہ کیا ہو وہ ہمارے لیے بھی شریعت ہے۔"

6۔ سد الذرائع و اعتبار المقاصد کے تحت مسائل کا استنباط کرنا:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حدیث ((إنما الأعمال بالنیات)) کے تحت لکھتے ہیں: "اور سد الذرائع اور ابطال الحیل پر اس حدیث سے استدلال کرنا قوی دلائل میں سے ہے۔"❷

7۔ عرف کا اعتبار کرتے ہوئے مسئلہ مستنبط کرنا:

امام بخاری رحمہ اللہ عرف کی حجیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ جس کی مثال یہ ہے:

ابو طیبہ رضی اللہ عنہ نے پیشگی طے کیے بغیر نبی کریم کو سینگی لگائی تو آپ ﷺ نے اس کے لیے کھجور کے ایک صاع کا حکم دیا۔ گویا اس وقت سینگی لگوانے کی اجرت ایک صاع معروف تھی، جسے پہلے طے نہیں کیا گیا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جس طرح اس ترجمۂ باب سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کے فعل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے حجام کو مزدوری دی اور آپ نے یہ کام عرف کو مدنظر رکھ کر کیا اور امام حسن بصری بھی ایسا کرتے تھے۔ پس مزدوری دینا ان کے ہاں عرف عام تھا۔"❸

❶ فتح الباری، ج3، ص363
❷ فتح الباری، ج15، ص360
❸ فتح الباری، ج4، ص498

ائمہ احناف کے فقہی اُصول

ائمہ احناف

علی بن محمد ائمہ احناف کے اصول فقہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علم الشرایع والاحکام والاصل فی النوع الاول التمسک بالکتاب والسنة ومجانبة الهوی والبدعة ولزوم طریق السنة والجماعة الذی کان علیه الصحابة والتابعون ومضی علیه الصالحون وهو الذی کان علیه ادرکنا مشایخنا وکان علی ذلك سلفنا اعنی اباحنیفة وابایوسف ومحمدا وعامة اصحابهم رحمهم الله۔"❶

"علم الشرائع، احکام اور اصل کی پہلی قسم کتاب وسنت کا مضبوطی سے تھامنا، بدعت اور خواہشاتِ نفسانیہ سے بچنا ہے، نیز اہل سنت اور جماعت کے اس طریقہ کو لازمی پکڑنا ہے کہ جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہ اللہ تھے اور جس پر وہ صالحین تھے کہ جس پر ہم نے اپنے مشائخ رحمہم اللہ کو پایا تھا اور اسی پر ہمارے بڑے تھے میری مراد ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد اور ان کے عام شاگرد ہیں اللہ ان پر رحم کرے۔"

ذیل میں ہم ہر ایک کی مثال ذکر کرتے ہیں:

1...... "قال الله تعالی ﴿یایها الذین امنو اذا قمتم الی الصلاة فاغسلوا وجوهکم...... الایة﴾ ☆ ففرض الطهارة غسل الاعضاء الثلاثة ومسح الراس بهذا النص۔"❷

"اللہ کا فرمان ہے: اے ایمان والو جب تم نماز قائم کرنے کے لیے کھڑے

❶ کشف بزدوی، علی بن محمد، فخر الاسلام، (م 482ھ)، میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، س ن، ص3
☆...... المائدہ: ٥:٦
❷ الهدایة: علی بن ابی بکر والمرغینانی، (593ھ)، مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار، لاہور، ج: 1، ص. 17

ہو جاؤ تو اپنے چہروں کو دھولو۔ الایہ، چنانچہ اس نص سے وضو کے فرائض تین اعضا (چہرہ، ہاتھ اور پاؤں) کا دھونا اور سر کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے۔''

2...... "والمفروض فی مسح الراس مقدار الناصیة وھو ربع الراس لما روی مغیرة بن شعبة ان النبی ﷺ......الخ" ❶

''اور چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی وجہ سے کہ ایک دن آپ ﷺ......الخ''

3......''نظام الدین شاشی رحمہ اللہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"اجماع ھذہ الامة بعد ما توفی رسول الله ﷺ فی فروع الدین حجة موجبة للعمل بھا شرعا و کرامة لھذہ الامة۔" ❷

اس کی مثال:......رسول اللہ ﷺ نے صرف دورات تراویح باجماعت پڑھیں، اس کے بعد یہ فرما کر تراویح پڑھنی چھوڑ دی کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ تمہارے اوپر فرض نہ کر دی جائے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین عملاً وقولاً اختلاف رہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پورے رمضان مواظبت کے ساتھ بیس رکعات باجماعت تراویح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع منعقد ہو گیا۔ ❸

4......''قیاس کی مثال یہ ہے:

"قیاس حرمة اللواطة علی حرمة الوطی فی حالة الحیض بعلة الاذی المستفادة من قولہ تعالی: ﴿ولا تقربوھن حتی

---

❶ الھدایة، علی بن ابی بکر، المرغینانی، (م593ھـ)، مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور، س ن، ج1، ص18

❷ اصول الشاشی مع احسن الحواشی، احمد بن محمد، نظام الدین الشاشی، (م 344ھـ)، المصباح، اُردو بازار، لاہور، س ن، ص78

❸ نصب الرایة لعبد اللہ بن یوسف، ج: 2، ص: 153

یطھرن﴾☆ ❶

5......''استحسان کی مثال یہ ہے:''جناب رسول اللہ ﷺ نے چاندی سونے کے ظروف کو استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

آپ ﷺ نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا:

((ھی لھم فی الدنیا ولکم فی الآخرہ.))

''یہ کافروں کے لیے دنیا میں ہیں اور اور تمہارے لیے آخرت میں۔'' ❷

6......''حیلہ شرعی کی مثال یہ ہے:

"قال الطحاوی عن أبی حنیفة إنه قال من وجد رکازا فلا بأس أن یعطی الخمس للمساکین وإن کان محتاجا جاز له أن یأخذہ لنفسه قال وإنما أراد أبو حنیفة أنه تأول أن له حقا فی بیت المال ونصیبا فی الفیء فلذلك له أن یأخذ الخمس لنفسه عوضا عن ذلك." ❸

''امام طحاوی رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا: اگر کسی کو رکاز ملے تو کچھ باک نہیں اس پر کہ اس میں سے خمس مساکین کو دے، اور اگر وہ خود ہی محتاج ہوں تو اپنے لیے بھی استعمال کر سکتا ہے، اور کہا: ابوحنیفہ کی مراد اس کے حق میں تاویل کرنا ہے بایں طور کہ اس کا بیت المال، اور مال فیء میں حصہ ہے، چنانچہ اس کے لیے یہ جائز ہے کہ اس خمس کو اپنے حصے کے عوض لے لے۔''

☆......سورة البقرة، 222

❶ نور الانوار فی شرح المنار، احمد بن ابی سعید، ملاجیون، (م 1130ھـ)، مرکز الامام البخاری، صادق آباد، پاکستان، 1419ھ، ج1، ص15

❷ مسند امام اعظم، ص200

❸ شرح معانی الآثار، احمد بن محمد، الطحاوی، (م 321ھـ)، عالم الکتب، بیروت، 1414ھ، ج2، ص180

7..... ''عرف اور اس کی مثال مساقات ہے۔ [1]

نیز امام سرخسی کہتے ہیں:

"الثابت بالعرف كالثابت بالنص"

''جو چیز عرف سے ثابت ہو جائے وہ ایسا ہے گویا کہ نص۔'' [2]

جائزہ:...... ان تمام تر اصولوں کو دیکھ کر کہا جاسکتا ہے:

1۔ امام بخاری رحمہ اللہ شرعی حیلوں کے قائل نہ تھے۔ [3]

2۔ امام بخاری رحمہ اللہ استحسان کے قائل نہ تھے۔ [4]

چنانچہ کہا جاسکتا ہے ان اصولوں کے علاوہ تقریباً تمام تر اصول یکساں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

---
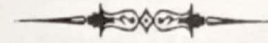
[1] مختصر القدوری فی الفقه الحنفی، احمد بن محمد، القدوری (م 428ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1418ھ، ص: 144۔

[2] المبسوط فی الفقه الحنفی، محمد بن أحمد، السرخسی، (م 483ھ)، ط 1406ھ، دار المعرفة، بیروت: 9/4، 11/15

[3] الجامع الصحیح للامام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ، کتاب الزکاة باب فی الرکاز الخمس، طبعةبامو‌ق استنبول، س ن، ج2، ص137

[4] صحیح البخاری، کتاب الاکراہ، ج8، ص58

فصل دوم:

امام بخاری رحمہ اللہ کے قول "قال بعض الناس" کی روشنی میں مذہب احناف کا جائزہ

جامع صحیح بخاری کی معتبر عربی شروحات مثلاً: عمدۃ القاری لملا علی القاری رحمہ اللہ، فیض الباری لانور شاہ الکشمیری وغیرہ نے اگرچہ امام بخاری رحمہ اللہ کے قول "قال بعض الناس" کے قیمتی و مُسکِت جوابات دیئے ہیں لیکن انہی کی تحقیقات پر مشتمل ان موجودہ شروحات کا مطالعہ بھی مفید تر ہے کہ جنہوں نے اپنی تحقیقات کے ذریعہ علم حدیث کے طالب علم پر کئی فقہی پردے یک جا صورت میں عیاں کر دیئے ہیں۔ چنانچہ ان نامور شروحات میں تراجم شیخ الہند لمولانا محمود حسن الدیوبندی رحمہ اللہ، کشف الباری لمولانا سلیم اللہ خان الدیوبندی مدّ ظلہ، انعام الباری لمفتی محمد تقی عثمانی الدیوبندی مدّ ظلہ، نصر الباری لمولانا محمد عثمان غنی السہارنفوری مدّ ظلہ، احسن الخبر فی مبادی علم الاثر لمفتی محمد حسن جان الشہید رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں۔

زیرِ بحث موضوع پر عربی اور اُردو ہر دو قسم کی شروحات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

جامع صحیح بخاری میں "قال بعض الناس" کے کل مقامات کی نشان دہی وعلماءِ احناف کے جوابات......

الأول:...... فی الرکاز

"وقال مالك وابن إدريس الركاز دفن الجاهلية فى قليله وكثيره الخمس وليس المعدن بركاز وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم فى المعدن جبار وفى الركاز الخمس وأخذ عمر بن عبد العزيز من كل مائتين خمسة وقال الحسن ما كان من

رکاز فی أرض الحرب ففیه الخمس وما کان فی أرض السلم ففیه الزکاة وإن وجدت اللقطة فی أرض العدو فعرفها وإن کانت من العدو ففیها الخمس وقال بعض الناس المعدن رکاز مثل دفن الجاهلیة لأنه یقال أرکز المعدن إذا خرج منه شیء قیل له قد یقال لمن وهب له شیء أو ربح ربحا کثیرا أو ثمرة أرکزت ثم ناقض وقال لا بأس أن یکتمه ولا یؤدی الخمس." [1]

"اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا رکاز زمانہ جاہلیت کا دفینہ ہے اس کے قلیل اور کثیر میں پانچواں حصہ ہے، اور کان رکاز نہیں ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کان کے بارے میں فرمایا کہ اس میں سے کوئی گر کر یا کام کرتے ہوئے مر جائے تو ہدر ہے اور رکاز میں خمس ہے اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کانوں سے دوسو روپے میں سے پانچ لیا کرتے اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ دارالحرب کے رکاز میں سے خمس لیا جائے اور جو دارالاسلام سے ملے اس میں زکوۃ ہے اور اگر دشمن کے ملک میں لقطہ ملے تو اس کا اعلان کرے، لیکن اگر دشمن کا ہے تو اس میں خمس ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ معدن رکاز ہے دفینہ جاہلیت کی طرح کیونکہ عرب لوگ کہتے ہیں ارکز المعدن جب اس میں سے کوئی چیز نکلے، ان کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی کو کوئی چیز ہبہ کی جائے یا وہ بہت نفع کمائے یا اس کے باغ میں بہت پھل نکلے تو کہتے ہیں ارکزت پھر ان لوگوں نے اپنے قول کے خلاف خود کیا، کہتے ہیں کہ رکاز کو چھپا لینے میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی خمس ادا کرے گا۔"

[1] الجامع الصحیح للامام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ، کتاب الزکاة باب فی الرکاز الخمس، طبعةباموق استنبول، س ن، ج2، ص137

"قال بدر العینی فی عمدة القاری قال بعض الناس قال ابن التین المراد أبوحنیفة." [1]

"بدرالدین عینی نے کتاب عمدۃ القاری میں کہا کہ ابن تین رحمہ اللہ نے کہا کہ قال بعض الناس سے امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔"

"قال الشنقیطی فی کوثر المعانی الدراری وحیث إن ابن التین جزم بأن المراد بالبعض هنا أبو حنیفة." [2]

"علامہ شنقیطی نے بھی کوثر المعانی الدراری میں کہا کہ ابن تین نے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہاں پر بعض الناس سے مراد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔"

"وقال الغنیمی فی کشف الالتباس أقول نسبة هذا القول إلی أبی حنیفة صحیحة سواء کان مراد البخاری أو غیره ممن وافقه أبو حنیفة." [3]

"کشف الالتباس میں علامہ غنیمی کا بھی یہی کہنا ہے کہ اس قول کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کرنا صحیح ہے چاہے یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد ہو یا پھر کسی اور کی۔"

"الرکاز فی الصحاح کنوز الجاهلیة المدفونة وفی المختار والرکاز بالکسر دفین الجاهلیة وکما یظهر من کلام البخاری فإن المعدن لیس برکاز وعلی ذلك یظهر منه أن الرکاز عنده

[1] عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الزکاة، محمود بن احمد، العینی، (م 855ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ن، ج9، ص100

[2] کوثر المعانی الدراری فی کشف خبایا صحیح البخاری، باب فی الرکاز الخمس، محمد الخضر، الشنقیطی، دارالمؤید-مؤسسة الرسالة، 1415ھ، ج12، ص460

[3] کشف الالتباس عما اورده البخاری علی بعض الناس، عبدالغنی، الغنیمی، مکتبة المطبوعات الاسلامیة، دمشق، س ن، ص64

وعنـد غيـره من الأئمة التابعين هو كنوز الجاهلية ودفيناتهم وهـو يـغاير المعدن والمعدن بقول النبى ﷺ جبار أى الهدر الذى لا شىء فيه بخلاف الركاز لأن الخمس يتعلق فى قليله وكثيره نـظرية الـحنفية يرى أبو حنيفة كما حكاه البخارى تـعـميـم مـعـنـى الركاز ليشمل حتى المعادن أيضا لأنه أفتى بـوجـوب إخراج الخمس من المعدن أو المال الموهوب أو الربح أو الثمرة والذى ينبت بالأرض. "[1]

"دراصل رکاز دفینہ جاہلیت کے خزانے کو کہا جاتا ہے جبکہ رِکاز کسرہ کے ساتھ دفینہ جاہلیت کو کہتے ہیں، اور جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے، پس بلا شبہ معدن رکاز نہیں ہے اور اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ رکاز کا معنی امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ ائمہ تابعین رحمہ اللہ کے نزدیک دور جاہلیت کے خزانے اور دفینیں ہیں جو کہ معدن کے علاوہ ہے جبکہ بقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم معدن، جبار یعنی ھدر ہے یعنی ایسی چیز ہے کہ جس میں سے کچھ نہیں لیا جاتا بخلاف رکاز کے، کیونکہ ان میں چاہے تھوڑا ہو یا بہت خمس لیا جاتا ہے، احناف کی سوچ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے خود بیان کیا ہے رکاز کے معنی کو عمومی لیتے ہیں تا کہ اس میں معادن بھی شامل ہو جائیں، کیونکہ انہوں نے معدن یا مالِ موہوب یا ربح یا پھل اور وہ جو زمین سے اُگے کے بارے میں خمس کی ادائیگی کا وجوبی قول کیا ہے۔"

"قال الطحاوى عن أبى حنيفة إنه قال من وجد ركازا فلا بأس أن يـعـطى الـخـمس للمساكين وإن كان محتاجا جاز له أن يـأخـذه لنفسه قال وإنما أراد أبو حنيفة أنه تأول أن له حقا فى

[1] نصب الراية لعبدالله بن يوسف، ج2، ص380

بيت الـمـال ونـصيـبا فى الفىء فلذلك له أن يأخذ الخمس لنفسه عوضا عن ذلك. "[1]

"امام طحاوی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے نقل کیا: اگر کسی کو رکاز ملے تو کچھ باک نہیں اس پر کہ اس میں سے خمس مساکین کو دے، اور اگر وہ خود ہی محتاج ہوں تو اپنے لیے بھی استعمال کر سکتا ہے، اور کہا کہ ابوحنیفہ کی مراد اس کے حق میں تاویل کرنا ہے بایں طور کہ اس کا بیت المال، اور مال فیء میں حصہ ہے، چنانچہ اس کے لیے یہ جائز ہے کے اس خمس کو اپنے حصے کے عوض لے لے۔"

نیز صاحب نصر الباری (شرح اُردو صحیح البخاری) لکھتے ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں جس مسئلہ پر تعریض کی ہے یہ صرف امامِ اعظم ہی کا مذہب نہیں ہے بلکہ سفیان ثوری رحمہ اللہ من اهـل الكوفة اور امامِ اوزاعی من اهل الشام وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ "المعدن رکاز...... الخ" معدن بھی رکاز ہے جاہلیت کے دفینے کی طرح کیونکہ عرب لوگ کہتے ہیں ارکز المعدن جب اس میں سے کوئی چیز نکلے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کی جائے یا وہ نفع کمائے یا اس کے باغ میں میوہ بہت نکلے تو کہتے ہیں ارکزت (حالانکہ یہ چیزیں بالاتفاق رکاز نہیں ہیں)۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو بخاری رحمہ اللہ کا یہ اعتراض غلط ہے اوّل تو یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ارکز المعدن کے معنی یہ نہیں بیان کیے ہیں کہ جب معدن میں سے کچھ نکلے اور نہ ہی عرب کے محاورے میں ارکـز الـمعدن کے یہ معنی ہیں بلکہ ارکز المعدن کے معنی ہیں معدن رکاز بن گئی تو ارکز میں صیرورت کی خاصیت ہے جو بابِ افعال کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت ہے۔ نیز یہ بھی صحیح نہیں

[1] شرح معانی الآثار، احمد بن محمد، الطحاوی، (م 321ھ)، عالم الکتب، بیروت، 1414ھ، ج2، ص180

کہ کسی کو کچھ ہبہ ملے یا نفع کمائے تو اسکو ارکز کہتے ہیں بلکہ عرب لوگ ارکز الرجل جب کہتے ہیں جب وہ کوئی رکاز پائے۔ "ثم ناقض...... الخ" یہاں سے امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسرا اعتراض کیا ہے کہ اوپر تو بعض الناس نے تعمیم کی کہ معدن کو بھی رکاز بنا دیا اور پھر کہنے لگے کہ اگر کوئی معدن کو چھپالے اور خمس نہ ادا کریں تو مضائقہ نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ سے یہاں بھی فاش غلطی ہوئی۔ امام اعظم کا مذہب سمجھا نہیں اور اعتراض کر دیا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے رکاز کا چھپانا اس وقت جائز رکھا ہے جبکہ پانے والا شخص خود محتاج ہو اور خمس بیت المال کے لیے ہے اس میں سارے مسلمانوں کا حق ہے اور خود اس شخص کا بھی حق ہے جس نے رکاز پایا ہے لہٰذا وہ اگر اپنا حق چھپالے اور بیت المال میں داخل نہ کرے تو یہ جائز ہے کیونکہ اس نے تو اپنا حق لیا ہے۔"❶

جائزہ:......دراصل امام بخاری رحمہ اللہ اور احناف کا موقف ایک ہی ہے کیونکہ رکاز میں سے خمس کے نکالنے کا کوئی بھی منکر نہیں جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ کے بیان سے واضح ہے فرق اتنا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ صاحب رکاز کو جب کہ خود ضرورت مند ہو خمس کا حقدار سمجھتے ہیں، جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس صورت میں مذہب احناف کی پوری وضاحت نہ جان کر امام صاحب رحمہ اللہ کو مورد اعتراض ٹھہرایا۔

الثانی:...... فی الهبة

"إذا قال أخدمتك هذه الجارية على ما يتعارف الناس فهو جائز وقال بعض الناس هذه عارية وإن قال كسوتك هذا الثوب فهو هبة."❷

❶ نصر الباری شرح أردو صحیح البخاری، محمد عثمان غنی، مکتبۃ الشیخ، بہار آباد، کراچی س ن، ج5، ص166، 167

❷ صحیح البخاری، کتاب الهبة، باب إذا قال: أخدمتك....، ج3، ص145

"اگر کوئی دوسرے سے کہے میں نے لوگوں کے رواج کے موافق اس لونڈی کو تیری خدمت میں دیا، تو یہ جائز ہے جبکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ عاریت ہے، اور اگر کوئی دوسرے سے کہے میں نے تجھے یہ لباس پہنایا تو وہ ہبہ ہوگا۔"

"نظرية الحنفية ومذهب أبى حنيفة فى المسألة هكذا إذا قال قائل لمخاطب أخدمتك هذه الجارية أو هذا الغلام على ما يتعارفه الناس، هذه الصيغة عارية، لأنها صريحة فى إعارة المنافع دون الرقبة إلا إذا نوى بها الهبة."❶

"احناف کی رائے یہ ہے کہ جب کوئی دوسرے سے کہے میں نے لوگوں کے رواج کے موافق اس لونڈی یا غلام کو تیری خدمت میں دیا (تو اس سے مراد عاریت ہوگی نہ کہ ہبہ)، ھذہ کا صیغہ عاریت کے لیے آتا ہے کیونکہ یہ صریح ہے منافع کے ادھار لینے میں نہ پوری رقبہ کے لینے میں مگر یہ کہ اس کے ذریعے سے ہبہ کی نیت کی گئی ہو۔"

ومراده أن لفظ الإخدام للتمليك كما أن لفظ الكسوة كذلك وقد عارضه فى ذلك ابن بطال فقال لا أعلم خلافا أن من قال أخدمتك هذه الجارية أنه قد وهب له الخدمة خاصة فإن الإخدام لا يقتضى تمليك الرقبة كما أن الإسكان لا يقتضى تمليك الدار واستدلال البخارى بقوله فأخدمها هاجر على الهبة لا يصح وإنما صحت الهبة فى هذه القصة من قوله فأعطوها هاجر إنتهى وقال أيضا لم يختلف العلماء أنه إذا قال كسوتك هذا الثوب مدة يسميها فله شرطه وإن لم يذكر

❶ الهداية فى شرح بداية المبتدى، على بن ابى بكر، المرغينانى (م 593هـ)، دار احياء التراث العربى، بيروت، س ن، ج3، ص160-161

حدا فهو هبة لأن لفظ الكسوة يقتضي الهبة لقوله تعالى فكفارته إطعام عشرة مساكين . . . أو كسوتهم . ❶ ولا تختلف الأمة أن ذلك تمليك للطعام والكسوة . "❷

''اور امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ لفظ الإخدام تملیک کے لیے آتا ہے جیسے کہ لفظ الکسوۃ بھی اس کے لیے آتا ہے، جبکہ ابن بطال نے اس کی مخالفت کی ہے چنانچہ اس نے کہا: میں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں پاتا کہ کوئی دوسرے سے کہے کہ میں نے یہ لونڈی تیری خدمت میں دی اور وہ بھی اس کو صرف خدمت ہی کے لیے سمجھتا ہے (یعنی اس کو ملک نہیں سمجھتا محض کچھ دیر خدمت ہی کے لیے سمجھتا ہے)، کیونکہ اخدام تملیک رقبی کا مقتضی نہیں ہے جیسا کہ اسکان تملیک دار کا مقتضی نہیں، پس امام بخاری رحمہ اللہ نے جو فأخدمها هاجر على الهبة سے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس قصہ میں ہبہ کے صحیح ہونے کی وجہ ان کا قول فأعطوها هاجر ہے۔ اور (ابن بطال نے) یہ بھی کہا کہ علما کا اس میں کوئی اختلاف نہیں اگر کوئی دوسرے سے کہے کسوتك هذا الثوب اور اس سے مراد ایک معین مدت تک پہنانا ہی ہو تب تو یہ اس کی (یعنی پہنانے والے) شرط کے مطابق ہوگا (یعنی ہبہ نہ ہوگا) ورنہ مدت متعین نہ کی گئی ہو تو اس سے مراد ہبہ ہی ہوگی۔ کیونکہ لفظ الکسوۃ اللہ تعالی کے قول ﴿فكفارته إطعام عشرة مساكين.... أو كسوتهم﴾ وجہ سے ہبہ کا مقتضی ہے، جبکہ امت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ تملیک طعام اور کسوۃ کے لیے ہے۔''

نیز صاحب انعام الباری کہتے ہیں:

''یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر جو اعتراض کیا ہے وہ اس لیے

❶ المائدة 5: 89. ❷ فتح الباری، ص5، ص188.

عائد نہیں ہوتا، کہ امام بخاری رحمہ اللہ خود کہہ رہے ہیں علی ما یتعارف الناس کہ اس کا فیصلہ عرف سے ہوگا۔ اگر عرف اخدم کہہ کر ہبہ کرنے کا ہے تو حنفیہ کے نزدیک بھی متحقق ہو جائے گا، لیکن اگر عرف ہبہ کا نہیں بلکہ عاریۃ کا ہے تو پھر عاریت ہی ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جو عاریت کا حکم لگایا ہے وہ عرف کی بنیاد پر لگایا ہے، جہاں عرف نہ ہو وہاں عاریۃ کا نہیں ہبہ کا حکم ہوگا۔ اور حضرت ابراہیم کے واقعہ سے استدلال اس لیے درست نہیں کہ اس میں صرف اخدم کا لفظ نہیں ہے بلکہ ساتھ اعطاها کا لفظ آیا ہے۔''❶

جائزہ:...... امام صاحب رحمہ اللہ نے جو عرف کو سمجھتے ہوئے قول کیا ہے نہایت ملائم ہے، ہاں اگر کسی جگہ عرف کا اعتبار نہیں ہے تب وہاں اخدام بمعنی عاریت کے نہیں بلکہ ہبہ کے ہے۔ لہٰذا اعتراض کی گنجائش نہیں۔

الثالث:...... في الهبة

"باب إذا حمل رجل على فرس فهو كالعمرى والصدقة وقال بعض الناس له أن يرجع فيها . "❷

''اگر کسی نے (اللہ کی راہ میں) کسی کو سواری کے لیے گھوڑا دیا تو وہ عمریٰ اور صدقہ کے حکم میں ہے (یعنی عمریٰ اور صدقہ کی طرح اس کی ملک ہو جاتا ہے اس میں رجوع جائز نہیں ہے)، جبکہ جو بعض لوگوں نے کہ اس میں رجوع کر سکتا ہے۔''

"البخاري مثل للهبة بالعمرى والصدقة أما العمرى فلقول النبي صلى الله عليه وسلم من أعمر عمرى فهي للمعمر له ولورثته من بعده وأما الصدقة فإنه يراد بها وجه الله تعالى

❶ انعام الباری دروس بخاری شریف، مفتی، محمدتقی، عثمانی، مکتبة الحراء، کے-ایریا، کراچی، س ن، ج7، ص317

❷ صحیح البخاری، کتاب الهبة، باب: إذا حمل الرجل على فرس...، ج3، ص145

فیقع القبض لله تعالی وإنما یصیر للفقیر نیابة عن الله تعالی بحکم الرزق الموعود فلا یبقی محل للرجوع.[1] ولذلك فإنه أورد تحت ترجمة باب لا یحل لأحد أن یرجع فی هبته وصدقته.[2] نظریة الحنفیة قال فی الهدایة وإذا وهب هبة لأجنبی فله الرجوع فیها ولنا قوله الواهب أحق بهبته ما لم یثب منها ☆☆[3] أی ما لم یعوض ولأن المقصود بالهبة هو التعویض للعادة فتثبت ولایة الفسخ عند فواته، أما الکراهة فلازمة لقوله صلی الله علیه وسلم العائد فی هبته کالعائد فی قیئه.[4] وهذا لاستقباحه أی لا لحرمته.“[5]

”امام بخاری رحمہ اللہ ہبہ کے لیے عمری اور صدقہ کو بطور مثال کے پیش کرتے ہیں، چنانچہ عمری کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: من أعمر عمری فهی للمعمر له ولورثته من بعده ☆ ...... ”جس کسی نے دوسرے کو تمام عمر رہنے کے لیے گھر دیا تو وہ اس کا اور اس کے ورثہ کا اور بعد والوں کا ہے) کی وجہ سے اور صدقہ کو اس وجہ سے ہبہ کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مراد ہوتی ہے، پس اس پر (اصل) قبضہ تو اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے جبکہ نیابۃً فقیر (کے ہاتھوں میں) یہ بحکم رزق کے لوٹتا ہے چنانچہ اس میں رجوع کا محل ہی باقی نہ رہا، اور یہی وجہ ہے کہ وہ ترجمة الباب کے تحت لا یحل لأحد أن یرجع فی هبته وصدقته (کسی کے لیے جائز نہیں کے اپنے ہبہ اور صدقہ میں رجوع کرے) لائے ہیں۔ احناف کا نظریہ یہ ہے: ہدایہ میں کہا گیا کہ: اور جب کوئی کسی اجنبی کو ہبہ کردے تو اس کے لیے رجوع کرنا (اپنے ہبہ میں) جائز ہے، اور ہماری دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول: الواهب أحق بهبته ما لم یثب منها (ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ کا خود زیادہ حقدار ہے جب تک کہ اس کا عوض نہ

لے لے) کیونکہ عموماً ہبہ اس لیے دیا جاتا ہے تا کہ اس کے بدلے کچھ لے لے پس عوض نہ ملنے کی صورت میں اس کا فسخ کرنا ثابت ہوگیا، اور اس کا مکروہ ہونا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: العائد فی هبته کالعائد فی قیئه (ہبہ میں رجوع کرنے والا گویا کہ ایسا ہے جیسا کہ اپنی قے (الٹی) میں رجوع کرنے والا ہو) سے ظاہر ہے، اور یہ امر اس کے قبیح ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ حرمت کی وجہ سے۔“

نیز صاحب الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری لکھتے ہیں:

”غرض یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے آدمی کو کہے حملتك علی هذا الفرس تو یہ ہبہ اور صدقہ ہوتا ہے عمریٰ کی طرح و قال بعض الناس له ان یرجع فیها، یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حملتک علی ھذا الفرس کہنے میں چار احتمال ہیں:

1...... عاریت کی نیت ہو تو عاریت۔

2...... ہبہ کی نیت کی ہو تو ہبہ۔

3...... وقف کی نیت ہو تو وقف فی سبیل اللہ۔

4...... کچھ نیت نہ ہو تو ادنیٰ یعنی عاریت ہے، اب امام بخاری رحمہ اللہ جو

---

[1] کشف الالتباس، ص 73

☆...... الدرية فی تخریج احادیث الهداية، ابن حجر العسقلانی، (م 852ھ)، دارالمعرفة، بیروت، س ن، ج1، 183

[2] صحیح البخاری، کتاب الهبة، ج3، ص 142

☆☆...... سنن ابن ماجه، ابن ماجه، محمد بن یزید، القزوینی، دار احیاالکتب العربية، کتاب الهبات، باب من وهب هبة رجاء ثوابها، حدیث 2474

[3] الهداية، ج3، ص 227

[4] صحیح البخاری، ج3، ص 215

[5] اختلاف الفقهاء، محمد بن نصر، المروزی، (م 294ھ)، اضواء السلف، ریاض، س ن، ص 277

کالعمریٰ فرمارہے ہیں، ہم کہتے ہیں: ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ ہمارے امام صاحب پر اعتراض فرمارہے ہیں کہ حدیث میں تو حمل کے لفظ کو صدقہ قرار دیا گیا ہے آپ کیسے اس کے عاریت قرار دے رہے ہیں۔

جواب:......اصل وضع عاریت کے لیے ہے، لیکن ہبہ اور صدقہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اس لیے کوئی اعتراض نہیں۔ [1]

جائزہ:......اس جگہ بھی امام بخاری رحمہ اللہ کا صدقہ اور عمریٰ کو ہبہ پر قیاس کرنا کچھ مناسب نہیں، کیونکہ صدقہ اور عمریٰ میں رجوع کرنے پر کوئی صحیح حدیث دال نہیں ہے، لیکن احناف نے اپنے رجوع کے موقف پر احادیث سے دلائل پیش کیے ہیں جبکہ رجوع عند الاحناف بھی بسبب حدیث مکروہ ہے۔

الرابع:......فی الشهادات

"باب شهادة القاذف والسارق والزاني وقوله تعالى ﴿ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا أولئك هم الفاسقون إلا الذين تابوا من بعد ذلك وأصلحوا﴾ [2] وجلد عمر أبا بكرة وشبل بن معبد ونافعا بقذف المغيرة ثم استتابهم وقال من تاب قبلت شهادته وأجازه عبد الله بن عتبة وعمر بن عبد العزيز وسعيد بن جبير وطاووس ومجاهد والشعبي وعكرمة والزهري ومحارب بن دثار وشريح ومعاوية بن قرة وقال أبو الزناد الأمر عندنا بالمدينة إذا رجع القاذف عن قوله فاستغفر ربه قبلت شهادته . وقال الشعبي وقتادة إذا أكذب نفسه جلد

[1] الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری، الصوفی، محمد سرور، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 1426ھ، ج3، ص448

[2] النور24: 4-5

وقبلت شهادته وقال الثوري إذا جلد العبد ثم أعتق جازت شهادته وإن استقضي المحدود فقضاياه جائزة وقال بعض الناس لا تجوز شهادة القاذف وإن تاب . [1] ثم قال لا يجوز النكاح بغير شاهدين فإن تزوج بشهادة محدودين جاز وإن تزوج بشهادة عبدين لم يجز وأجاز شهادة المحدود والعبد والأمة لرؤية هلال رمضان ." [2]

"یہ باب جھوٹی تہمت، چوری اور زانی کی گواہی کے بارے میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "اور ان لوگوں کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو، یہی لوگ تو فاسق بد کار ہیں، مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی۔" اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکرہ (نفیع بن حارث)، شبل بن معبد اور نافع کو مغیرہ رضی اللہ عنہ پر زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے کوڑے مارے تھے، پھر ان پر توبہ پیش کی اور فرمایا: جو تم میں سے توبہ کرے تو میں اس کی گواہی قبول کروں گا، اور عبداللہ بن عتبہ، عمر بن عبدالعزیز، سعید بن جبیر، طاؤس، مجاہد، شعبی، عکرمہ، زہری، محارب بن دثار، شریح اور معاویہ بن قرہ رحمھم اللہ یہ تمام اس کو جائز کہتے ہیں، اور ابوزناد نے کہا کہ ہمارا معاملہ تو مدینے والوں کی طرح ہے اگر قاذف اپنے قول سے پھرا، اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کی تب اس کی گواہی مقبول ہے، جبکہ شعبی نے کہا اگر وہ اپنے قول کی تکذیب کرے گا تب اس کو کوڑے لگائیں جائیں گے اور پھر گواہی مقبول ہوگی، اور سفیان نے کہا جب غلام کو کوڑے لگائیں جائیں اور پھر آزاد کردیا جائے تب

[1] (ا) مجمع الأنهر في شرح ملتقى الابحر، عبدالرحمن بن محمد، داماد آفندی، (م 1078ھ)، ج2، ص192، داراحیاء التراث العربی، س ن (ب) البحر الرائق شرح كنز الدقائق، زین الدین بن ابراهیم، ابن نجیم، (م970ھ)، ج7، ص86

[2] صحیح البخاری، کتاب الشهادات، ج3، ص150

اس گواہی کو قبول کر لینا جائز ہے، اور جب محدود کو قضاوۃ سونپ دی جائے تب اس کے فیصلے جائز ہوتے ہیں، اور بعض لوگوں نے کہا کہ قاذف کی گواہی کو قبول کرنا جائز نہیں اگرچہ توبہ ہی کیوں نہ کر لے۔ جبکہ بعد میں کہا نکاح بغیر دو گواہوں کے جائز نہیں، ہاں اگر دو محدود افراد گواہ ہوں تو جائز ہے لیکن اگر گواہ دو غلام ہیں تو جائز نہیں، جبکہ رؤیت ہلال رمضان میں ان کے نزدیک محدود، غلام اور لونڈی تک کی گواہی مقبول ہے۔''

"إن البخاری قد أخذ علی أهل الرأی تناقضاتهم فی باب الشهادات حیث منعوا شهادة المحدودین ثم أجازوا شهادة اثنین منهم فی النکاح فقط، ولم یجیزوا شهادة العبید فی النکاح ثم أجازوا شهادتهم فی رؤیة هلال رمضان" [1]

''امام بخاری رحمہ اللہ نے باب الشہادات میں اہل رائے کے اپنے تناقضات کے بسبب پکڑ کی ہے بایں طور کہ پہلے محدودین کی شہادت کو مردود ٹھہراتے ہیں پھر نکاح میں صرف دو (محدودین) تک کو بھی بطور گواہ بنانا جائز مانتے ہیں جبکہ نکاح ہی میں پھر غلام کی گواہی کو نہیں مانتے اور رؤیت ہلال رمضان میں مانتے ہیں۔''

"عقیدة الحنفیة: قال صاحب الهدایة لا تشترط العدالة حتی ینعقد بحضرة الفاسقین عندنا ولنا أنه من أهل الولایة فیکون من أهل الشهادة وهذا لأنه لما لم یحرم الولایة علی نفسه لإسلامه لا یحرم علی غیره لأنه من جنسه والمحدود فی القذف من أهل الولایة فیکون من أهل الشهادة تحملا وإنما الفائت ثمرة الأداء بالنهی لجریمته فلا یبالی بتوبته کما فی شهادة ابنی العاقدین ولا بد من اعتبار الحریة فیه لأن العبد لا

[1] عمدة القاری، ج13، ص 210

شهادة له لعدم الولایة علی نفسه فلا تثبت له الولایة علی غیره." [1]

''احناف کا عقیدہ یہ ہے: صاحب ہدایہ نے کہا (نکاح کے انعقاد میں) عدالت شرط نہیں حتی کہ ہمارے نزدیک (نکاح) دو فاسق گواہوں کی موجودگی میں بھی منعقد ہو جاتا ہے اور ہماری دلیل ہے کہ جب (فاسق) اہل ولایت میں سے ہے تو شہادت کا اہل بھی ہوگا اور یہ اس لیے کہ جب وہ مسلمان ہونے کی وجہ سے اپنے نفس پر ولایت رکھتا ہے تو غیر کے حق میں بھی اس کی ولایت معتبر ہے۔ کیونکہ یہ اسی کی جنس سے ہے، اور جب محدود فی القذف اہل ولایت میں سے ہے تب وہ تحمل شہادت کا اہل بھی ہوگا جبکہ اپنے جرم کی وجہ سے ادائے شہادت کا متحمل نہ ہوگا چنانچہ اس کی توبہ کی پرواہ نہ کی جائے گی جیسا کہ عاقدین کے (اپنے) بیٹوں کی گواہی کی نہیں کی جاتی، اور گواہ کا آزاد ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ غلام کی گواہی معتبر نہیں اس بنا پر کہ وہ خود اپنے پر ولایت نہیں رکھتا چہ جائیکہ اپنے علاوہ کسی اور پر کیا حق ولایت رکھ سکتا ہے۔''

"وقال ابن رشد فی بدایة المجتهد: أما قبول شهادة العدل فی هلال رمضان وإن کان عبدا فلأنه أمر دینی یشبه روایة الأخبار" [2]

''اور ابن رشد نے بدایۃ المجتہد میں کہا: رؤیت ہلال رمضان کے سلسلے میں عادل کی گواہی کو قبول کرنا اگرچہ غلام ہی کیوں نہ ہو، ایک دینی امر کی وجہ سے ہے جو کہ اخبار الروایت کے مشابہ ہے۔''

نیز محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''اس کا جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ نکاح کے اندر شہادت کے لیے وہ

[1] الهدایة، ج 3، ص 89

[2] بدایة المجتهد، ج 2، ص 370 - 386

اس وجہ سے کافی ہیں کہ وہ عادل ہیں ان کی شہادت مقبول نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تحمل شہادت کے اور عدالت کے لائق نہ ہوں۔ اور چاند کے اندر شہادت اس وجہ سے مقبول ہے کہ وہ دوسری نوع کی شہادت ہے حتیٰ کہ استفاضہ اور شہرت بھی اس کے اندر کافی ہے گویا وہ شہادت ہی نہیں بلکہ خبر ہے۔ و کیف تعرف توبتہ اس کے اندر بھی اختلاف ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر وہ اپنی تکذیب کر لے کہ میں نے جھوٹی گواہی دی تھی بس یہی اس کے تائید ہونے کی علامت ہے، امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک ظاہر عدالت ہونا کافی ہے جمہور کے نزدیک کوئی مقدار متعین نہیں ہے اور کوئی متعین قاعدہ نہیں ہے۔"❶

جائزہ:......کیونکہ احناف کے نزدیک توبہ کے ذریعہ سے اسے اتنا فائدہ ہوا کہ اس کی ولایت باقی رہی اور وہ متحمل شہادت رہا، باقی ادائے شہادت سے وہ اب بھی قاصر ہے اور اس پر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور بقیہ تابعین کا قول بھی دال ہے۔ (☆) چنانچہ اعتراض کی گنجائش نہیں۔

الخامس: ......فی الوصایا

"بـاب قول الله تعالى (من بعد وصية يوصى بها أو دين). ❷

ويذكر أن شريحا وعمر بن عبد العزيز وطاووسا وعطاء وابن أذينة أجازوا إقرار المريض بدين وقال الحسن أحق ما تصدق به الرجل آخر يوم من الدنيا وأول يوم من الآخرة وقال إبراهيم والحكم إذا أبرأ الوارث من الدين برء وأوصى

❶ تقریر بخاری شریف اُردو، محمد زکریا الکاندھلوی، مکتبۃ الشیخ، بہار آباد، کراچی، س ن، ج 5، ص 130

☆......بدایۃ المجتھد، ج 2، ص 370 - 386

❷ النساء 4: 11

رافع بن خديج ألا تكشف امرأته الفزارية عما أغلق عليه بابها وقال الحسن إذا قال لمملوكه عند الموت كنت أعتقتك جاز وقال الشعبى إذا قالت المرأة عند موتها إن زوجى قضانى وقبضت منه جاز وقال بعض الناس لا يجوز إقراره لسوء الظن به للورثة ثم استحسن فقال يجوز إقراره بالوديعة والبضاعة والمضاربة وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث ☆☆ ولا يحل مال المسلمين لقول النبى صلى الله عليه وسلم آية المنافق إذا ائتمن خان ☆☆☆ وقال الله تعالى (إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها"❶، ❷

"یہ باب اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تفسیر کہ وصیت یا دین کے بعد (یعنی حصوں کی تقسیم وصیت اور دین کے بعد ہوگی) اور منقول ہے کہ شریح، عمر بن عبد العزیز، طاؤس اور ابن اذنیہ رحمہ اللہ (عبد الرحمٰن بن اذنیہ) نے حالت مرض میں قرض کا اقرار درست رکھا ہے، اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا سب سے زیادہ آدمی کو اس وقت سچا سمجھنا چاہیے جب دنیا میں اس کا آخری دن اور آخرت کا پہلا دن ہو، (مطلب یہ ہے کہ مرتے وقت اگر یہ اقرار کرے کہ فلاں کا مجھ پر اس قدر قرض ہے تو یہ اقرار صحیح ہوگا)، اور ابراہیم نخعی اور حکم بن عتبہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر مریض وارث کو بَری بتائے (یعنی یوں کہہ دے کہ میرا اس پر کوئی قرض نہیں) تو یہ ابرا

☆☆......ابو داؤد، کتاب الادب، حدیث 4919

☆☆☆......صحیح البخاری، کتاب الوصایا، حدیث 2749

❶ النساء 4: 58

❷ عمدۃ القاری، ج 14، ص 41

صحیح ہوگا۔اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی فزاریہ بیوی کے دروازے میں جو مال بند ہے وہ نہ کھولا جائے (مطلب یہ ہے کہ وہ مال اسی کا ہے)، اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا اگر کوئی مرتے وقت اپنے غلام سے یہ کہے کہ میں نے تجھ کو آزاد کر دیا تو جائز ہے، اور شعبی رحمہ اللہ نے کہا اگر عورت نے اپنی موت کے وقت یہ کہا کہ میرا خاوند مجھ کو مہر دے چکا ہے اور میں لے چکی ہوں تو جائز ہے (یعنی اب عورت کے وارث مہر کا دعوی نہیں کر سکتے)، جبکہ بعض لوگوں نے کہا کہ مریض کا اقرار بعض ورثہ کے حق میں، باقی ورثہ کے لیے بدگمانی کرنے کی وجہ سے صحیح ہوگا، جبکہ ودیعت، بضاعت اور مضاربت میں اس کو جائز کہتے ہیں، جبکہ آپ ﷺ نے فرمایا: (بد) گمانی سے بچو کیونکہ یہ اکثر جھوٹ ہوتے ہیں.....الحدیث ، اور مسلمان کا مال (ناجائز طور سے) کھانا حلال نہیں نبی ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ منافق کی ایک نشانی خیانت کرنا ہے اور اللہ تعالی فرماتے ہیں: بلاشبہ اللہ تعالی تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل تک پہنچا دو۔"

"أراد البخاري أن يحتج بجواز إقرار المريض بالدين مطلقا سواء كان المقر له وارثا أو أجنبيا لقوله تعالى (من بعد وصية يوصى بها أو دين) حيث قدمهما على الميراث، ولم يفصل. نظرية الحنفية فى كتب الحنفية: وإقرار المريض لوارثه بدين أو عين باطل، لتعلق حق الورثة بماله فى مرضه، وفى تخصيص البعض به إبطال حق الباقين." [1]

"دراصل امام بخاری رحمہ اللہ اللہ تعالی کے فرمان ﴿من بعد وصية يوصى بها أو دين﴾ کی بنا پر مریض کا حالت مرض میں قرض کے اقرار کا جائز ہونا ثابت

[1] الامام البخاری و فقه اهل العراق، ص 165۔

کرنا چاہتے ہیں چاہے مقر لہ وارث ہو یا اجنبی بایں طور کہ ان دونوں کو میراث پر مقدم کیا جائے، جبکہ انہوں نے اس کی تفصیل نہیں کی۔ کتب احناف میں احناف کا نظریہ یہ ہے: مریض کا اقرار کرنا ورثہ کے لیے چاہے عین کا ہو یا دین کا باطل ہے، کیونکہ اس میں تمام ورثہ کا حق ہے اور بعض کو اس (مال) کے ساتھ مخصوص کرنے سے بقیہ ورثہ کے حق کا بطلان ہے۔"

نیز محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"وقال بعض الناس لا يجوز اقراره"

"حنفیہ پر (پہلا) اعتراض مقصود ہے کہ انہوں نے اقرار لوارث کو ممنوع قرار دیا ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ شخص جھوٹ ہی اقرار کرلے، حالانکہ یہ اس مسلمان کے ساتھ بدگمانی ہے ایاکم و الظن فان الظن اکذب ـــ الحدیث لہذا حنفیہ کو ایسا نہ کرنا چاہیے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے حدیث تو پڑھ دی لیکن اس کے باوجود حنفیہ سے بدگمانی کرتے ہیں، کہ انہوں نے ممانعت اس علت کی وجہ سے کی ہے حالانکہ حنفیہ نے اس وجہ سے منع نہیں کیا ہے بلکہ ممانعت کی وجہ حدیث ہے کہ لا اقرار بدین لہذا ہمارے ساتھ بدگمانی کر کے اعتراض کرنا درست نہیں۔

"لان النبی ﷺ قال ایاکم و الظن فان الظن اکذب الحدیث ثم استحسن فقال یجوز اقراره بالودیعة."

"(یہ امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسرا اعتراض کیا ہے) یعنی پھر خلاف عقل و قیاس ودیعت کے اندر یہ لوگ (حنفیہ) کہتے ہیں کہ اقرار معتبر ہے، حالانکہ قرض و ودیعت کے اندر کوئی فرق نہیں ہے، جیسے وہاں وہ جھوٹ بول سکتا ہے ایسے ہی ودیعت کے اندر بھی جھوٹا اقرار کرسکتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ہم نے جو منع کیا وہ حدیث کی وجہ سے کیا ہے اور ودیعت کے اقرار کی حدیث کے اندر ممانعت نہیں ہے، لہذا وہ جائز ہے نیز ودیعت و قرض اور دَین کے

اندر فرق ہے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص اقرار کرے کسی کے لیے دَین کا تو وہ موجب ہو جاتا ہے خواہ جھوٹ ہی اقرار ہوا، اور ودیعت کے اندر ایسا نہیں ہوتا بلکہ اگر حقیقۃً ودیعت تو اقرار سے واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ ❶

جائزہ:......جیسا کہ سہراوی نے بیان کیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اگرچہ مذاہب نقل تو کیے ہیں لیکن اپنا موقف مفصل بیان نہیں کیا، باقی احناف اگر اقرار بالدین کو ناجائز کہتے ہیں تو حدیث کی رو سے جو اوپر گذر چکا ہے۔

السادس: ......فی اللعان

"باب اللعان وقول الله تعالى (والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم شهداء إلا أنفسهم...... إلى قوله إنه لمن الصادقين) ❷، فإذا قذف الأخرس امرأته بكتابة أو إشارة أو بإيماء معروف فهو كالمتكلم لإن النبي صلى الله عليه وسلم قد أجاز الإشارة في الفرائض وهو قول بعض أهل الحجاز وأهل العلم وقال الله تعالى (فأشارت إليه قالوا كيف نكلم من كان في المهد صبيا). ❸ وقال الضحاك: (إلا رمزا) ❹ إلا إشارة. وقال بعض الناس لا حد ولا لعان ثم زعم أن الطلاق بكتاب أو إشارة أو إيماء جائز وليس بين الطلاق والقذف فرق فإن قال القذف لا يكون إلا بكلام قيل له كذلك الطلاق لا يجوز إلا بكلام وإلا بطل الطلاق والقذف وكذلك العتق وكذلك الأصم يلاعن وقال الشعبي وقتادة إذا قال أنت طالق

❶ تقریر بخاری شریف اُردو، ج5، ص 144

❷ النور 24: 6 ❸ مريم 19: 29

❹ آل عمران 3: 41

فأشار بأصابعه تبين منه بإشارته وقال إبراهيم الأخرس إذا كتب الطلاق بيده لزمه وقال حماد الأخرس والأصم إن قال برأسه جاز ثم روى بعد ذلك أحاديث تفيد استعمال النبي ﷺ الإشارة في بعض الأمور مثل قوله ﷺ أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا وأشار بالسبابة والوسطى وفرج بينهما شيئا وكإشارته ﷺ إلى نحو اليمن ثم قوله الأيمان ههنا مرتين وقوله صلى الله عليه وسلم والشهر هكذا وهكذا وهكذا يعني ثلاثين......" ❶

''یہ باب لعان اور اللہ کے فرمان ﴿والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم شهداء إلا أنفسهم..... إلى قوله إنه لمن الصادقين﴾ (اور جو عیب لگائیں اپنی بیویوں کو اور اپنے علاوہ ان کے پاس اور گواہ نہ ہوں.....وہ سچوں میں سے ہے.....تک) کے بارے میں ہے، چنانچہ اگر گونگے نے اپنی بیوی پر تہمت بذریعہ کتابت، اشارہ یا اور کسی معروف اشارے کے لگائی، پس وہ ایسا ہے جیسا کہ بولنے والا ہو، کیونکہ نبی ﷺ نے فرائض میں اشارہ کرنے کی اجازت مرحت فرمائی ہے، جو کہ بعض اہل حجاز اور بعض اہل علم کا قول بھی ہے، اور اللہ کا فرمان ہے: اور اس کی جانب اشارہ کیا، تو بولے ہم کیوں کر اس شخص سے بولے جو بچہ ہے گود میں)، اور ضحاک نے کہا: صرف اشارہ، جبکہ بعض لوگوں نے کہا نہ حد ہے نہ ہی لعان، پھر جانا کہ کتابت، اشارہ اور ایما سے طلاق دینا جائز ہے، جبکہ طلاق اور قذف میں کوئی فرق نہیں، پس اگر کہا کہ قذف تو صرف کلام ہی سے ہوتا ہے تب پوچھا جائے کہ طلاق بھی تو اس طرح ہے کہ جائز نہیں ہوتا مگر کلام سے اور اگر ایسا نہیں تب تو طلاق اور قذف دونوں ہی

❶ صحيح البخاري، كتاب الطلاق، ج6، ص173

باطل ہوں اور اسی طرح حق ہے اور اسی طرح بہرہ لعان کرتا ہے، اور شعبی اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ جب کسی نے کہا کہ انت طالق اور اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کیا اور بسبب اس اشارہ کے عورت بائنہ ہوگئی اور ابراہیم نے کہا کہ گونگے نے جب اپنے ہاتھ سے طلاق لکھ دی تو ہوگئی، اور حماد نے کہا کہ جب گونگے اور بہرے نے سر ہلایا تو یہ جائز ہے (یعنی طلاق ہوگئی) پھر اس کے بعد روایت کیا ان احادیث کو جو بعض امور میں نبی ﷺ کے اشارہ کے استعمال کو بتلاتا ہے، اس کی مثال آپ ﷺ کا ارشاد: أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا وأشار بالسبابة والوسطى وفرج بينهما شيئا ہے (میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور سبابہ اور وسطی (ان دو انگلیوں) سے اشارہ کیا اور ان میں کچھ خلا تھی) اور اس کی مثال آپ ﷺ کا ارشاد جب یمن کی طرف اشارہ کیا تو فرمایا: الأيمان ههنا مرتين (ایمان ادھر ہے دو مرتبہ فرمایا) اور اس کی مثال آپ ﷺ کا ارشاد: والشهر هكذا وهكذا وهكذا يعني ثلاثين .... (اور مہینہ اس طرح اور اس طرح اور اس طرح یعنی تیس (دن) ہے۔"

"يرى البخاري أن الكتابة للأخرس وإشارته تقوم مقام الكلام في اللعان ويستدل على قوله بطائفة من الآيات والأخبار فمن الآيات قوله تعالى (فأشارت إليه قالوا كيف نكلم من كان في المهد صبيا). [1] ومن الأخبار قوله صلى الله عليه وسلم أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا وأشار بالسبابة والوسطى...... رأى الحنفية الأحناف يرون أن اللعان يتعلق بالصريح في القول، ولا ينعقد بالكتابة والإشارة كما

[1] مریم 19: 29

أن في القذف لا يحد بالإشارة، لانعدام القذف صريحا. [1]
ولذلك قال في الهداية قذف الأخرس لا يتعلق به اللعان لأنه يتعلق بالصريح كحد القاذف ثم قال ولا يحد بالإشارة في القذف لانعدام القذف صريحا." [2]

''امام بخاری لعان میں گونگے کے لیے کتابت اور اشارہ کرنا اس کے حق میں کلام سمجھتے ہیں اور باری تعالیٰ کے ارشاد: ﴿فأشارت إليه قالوا كيف نكلم من كان في المهد صبيا﴾ اور نبی کریم ﷺ کے فرمان: أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا وأشار بالسبابة والوسطى...... ، اور کئی بہت سے نصوص سے استدلال کرتے ہیں، احناف کی رائے یہ ہے کہ لعان کا تعلق صریح قول سے ہے اور وہ کتابت اور اشارے سے منعقد نہیں ہوتا، اس لیے قذف میں محض اشارے کی بنا پر حد نہیں دی جاتی، اس لیے کہ قذف جلد منعدم ہوجائے، اور اسی غرض سے ہدایہ میں کہا: گونگے کی تہمت سے لعان نہ ہوگا کیونکہ وہ (لعان) قاذف کے حد کی طرح صراحت سے متعلق ہے اور پھر کہا قذف میں محض اشارے کی بنا پر حد نہیں دی جاتی، اس لیے کہ قذف جلد منعدم ہوجائے۔

نیز قاضی باقی باللہ زاہد لکھتے ہیں:

''اعتراض اول: ان کے نزدیک اگر گونگا آدمی لکھ کر یا اشارہ کیساتھ طلاق دیدے تو طلاق کو معتبر سمجھتے ہیں، لیکن اگر کسی پر لکھ کر یا اشارے، کنائے سے قذف کردے، تہمت لگا دے تو اس قذف کو معتبر نہیں سمجھتے، کہتے ہیں کہ اس

[1] صحيح البخاري 2: 278، وفي طبعة باموق استانبول 6: 173 كتاب الطلاق، عمدة القاري 20: 290
[2] الهداية ج 2، ص 19

قذف کی وجہ سے نہ حد آئے گی نہ لعان، حالانکہ قذف میں اور طلاق میں کوئی فرق نہیں دونوں کے حکم میں اخرس کے لیے انہوں نے فرق کر دیا ہے یہ فرق غیر معقول ہے؟ جواب: قذف اور طلاق میں وجہ فرق نہایت واضح ہے طلاق ان چیزوں میں سے ہے جو ہذلا بھی کہہ دے تو ہو جاتی ہے، لیکن حد اور لعان معمولی شبہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہے، احادیث میں حکم ہے کہ شبہات کی وجہ سے حدود کو ساقط کر دیا کرو، اس ضابطے پر سب کا اتفاق ہے کہ الحدود تندرء بالشبہات، اشارہ خواہ کتنا واضح ہو۔ اس میں شبہات رہتے ہی ہیں اس لیے حنفیہ نے اس میں احتیاط کیا اور یہ احتیاطی قدم حدیث اور مسلمہ اصولوں کے مطابق ہیں۔ اعتراضِ ثانی: اخرس کے قذف کو تو معتبر سمجھا نہیں لیکن اصم کے قذف کو معتبر سمجھتے ہیں، حالانکہ دونوں ایک جیسے ہیں؟ جواب: دونوں ایک جیسے تو نہیں واضح فرق ہے، گونگا بے چارہ نہ بول سکتا ہے، نہ سن سکتا ہے، نہ اشتباہ کے ازالہ پر قادر ہے لیکن بہرہ اگرچہ اس کے سننے میں تو اشتباہ ہے لیکن وہ زبان سے بات کر سکتا ہے اور بات کو صاف کر سکتا ہے جس سے اشتباہ دور ہو سکتا ہے، اس لیے ہم نے دونوں میں فرق کر دیا۔"❶

جائزہ:...... جیسا کہ اوپر گذرا کہ احناف کا مسلک دور رس ہے اور مسلمان کی عزت و آبرو کی حفاظت اسی میں ہے کہ محض شبہ کی وجہ سے وہ محدود نہ ٹھہرے، یہی وجہ ہے کہ صاحب ہدایہ نہ کہا کہ: قذف میں محض اشارے کی بنا پر حد نہیں دی جاتی، اس لیے کہ قذف جلد منعدم ہو جائے۔

جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف ظاہری نصوص کو جمع کرتے ہوئے اعتراض کیا ہے۔

السابع:...... فی الإکراہ

إذا أکرہ حتی وهب عبدا أو باعه لم یجز وقال بعض الناس

❶ تبشیر الناس فی شرح قال بعض الناس، باقی باللہ زاھد، قاضی، نعمان پبلشنگ کمپنی، اردو بازار، لاھور، س ن، ص 42-43

فإن نذر المشتری فیه نذرا فهو جائز بزعمه وكذلك إن دبره." ❶

"جب کسی کو مجبور کیا گیا حتی کہ اس نے غلام ہبہ کیا یا اس کو بیچ ڈالا تو یہ جائز نہیں جبکہ بعض لوگوں نے کہا کہ اگر مشتری نے اس میں سے نذر مان لی تب ان کے گمان کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے اور اسی طرح ہے اگر اس نے اس (غلام) کو مدبر کیا۔"

"أفتى البخاری فی ترجمته لهذا الباب بعدم جواز بیع المکره، وهبته، بأنه لو أكره شخص على بيع عبده أو هبته، لم يصح البيع والهبة، الحنفية ترى في بيع المكره ثبوت الملك عند القبض ويجوز للمشترى أن يتصرف فيه حيث يشاء وتلزمه القيمة كما في سائر البيوع الفاسدة كما أن ركن البيع في المتعاقدين من أهله والفساد ينتفى بانتفاء شرطه وهو التراضي وبالإجازة يرتفع الإكراه وهو كسائر الشروط المضمرة عند البيع." ❷

"امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے ترجمۃ الباب میں مکرَہ کی بیع اور ہبہ کے ناجائز ہونے کا فتوی دیا ہے بایں طور کہ اگر کسی شخص کو اپنے غلام کے بیچنے یا ہبہ کرنے پر مجبور کیا گیا تو ایسی بیع اور ہبہ صحیح نہ ہوگی، جبکہ احناف بیع مکرہ میں عند القبض ثبوت ملک پاتے ہیں، اور مشتری کے لیے اس میں جہاں چاہے تصرف کرنا جائز سمجھتے ہیں جبکہ اس پر قیمت لازم ہوگی جیسا کہ تمام بیوع فاسدہ میں ہوتا ہے، جیسا کہ متعاقدین میں رکن بیع اس کے اہل ہونے سے ہوتا ہے اور فساد اس کے

❶ صحیح البخاری، کتاب الاکراہ، ج8، ص 57

❷ الامام البخاری و فقه اهل العراق، ص 169

شرط کے منتفی ہونے کے بسبب ہوتا ہے جو کہ تراضی ہے، جبکہ اجازت کر دینے سے اکراہ مرتفع ہو جاتا ہے جو کہ عند المبیع تمام تر شرائط مضمرہ کی طرح ہے۔"

علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

"مہلب نے کہا اس پر علماء کا اجماع ہے کہ بیع اور ہبی مکرہ کا صحیح نہیں ہے، لیکن حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ اگر مکرہ سے خریدے ہوئے غلام یا لونڈی کو کوئی آزاد کردے یا مدبر کردے تو خریدار کا یہ تصرف جائز ہوگا، امام بخاری رحمہ اللہ کے اعتراض کا ماحصل کہ حنفیہ کے کلام میں مناقضہ ہے اگر مکرہ کی بیع صحیح اور مفید ملک ہے تو سب تصرفات خریدار کے درست ہونا چاہیں، اگر صحیح اور مفید ملک نہیں ہے، تب نہ نذر صحیح ہونا چاہئے نہ تدبیر (یعنی مدبر کرنا) اور نذر اور تدبیر کی صحت کا قائل ہونا اور پھر مکرہ کی بیع صحیح نہ سمجھنا دونوں میں مناقضہ ہے۔" ❶

نیز قاضی باقی باللہ زاہد لکھتے ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بیع جائز نہیں اور حنفیہ بھی اسکو جائز نہیں سمجھتے لیکن آگے ایسی بات کہتے ہیں جو اس کے مناقض ہے، وہ یہ کہ مشتری یا موہوب لہ نے اگر اس غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر بنا دیا تو یہ اعتاق اور تدبیر صحیح ہے، لیکن اگر اس غلام کو آگے بیچ دیا یا ہبہ کر دیا تو وہ صحیح نہیں۔ ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ ایسی اکراہ والی بیع جائز اور مفید ملک ہے یا نہیں؟ اگر اس کو جائز اور مفید للملک سمجھتے ہو تو صرف اعتاق اور تدبیر ہی نافذ نہیں ہونگے بلکہ بیع وغیرہ بھی صحیح ہونی چاہئے، اور اگر یہ بیع جائز نہیں اور ملک کا فائدہ نہیں دیتی، تو پھر کوئی بھی تصرف جائز نہیں ہونا چاہئے؟

جواب: یہ ہے کہ بیع ناجائز ہے لیکن ناجائز ہونے کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ باطل ہے

❶ تیسیر الباری ترجمہ و تشریح صحیح بخاری شریف، وحیدالزمان، علامہ، نعمانی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور، 1990ء، ج6، ص409

دوسرے یہ کہ فاسد ہے ہمارے نزدیک دونوں میں فرق ہے۔ بیع باطل بالکل جائز نہیں ہوتی، بیع فاسد میں خرابی اصل کے اعتبار سے ہوتی ہے، بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ اگر مشتری قبضہ کرے تو وہ چیز اس کی ملک میں آجاتی ہے، لیکن فساد کی وجہ سے اس بیع کو رد کرنا واجب ہے اس بیع کو ہم نے ناجائز کہا تھا بمعنی فاسد، قبضہ کرنے کے بعد مشتری مالک ہو جائے گا، لیکن اس کا رد ضروری ہے، اب قابل غور ہے یہ کہ اگر رد نہیں کرتا اس میں تصرف شروع کر دیتا ہے تو تصرفات کا حکم یہ ہے، حنفیہ کے ہاں اس کی تفصیل یہ ہے کہ تصرفات کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ تصرفات جو قابلِ فسخ ہیں جیسے بیع، اجارہ، ہبہ وغیرہ، دوسری قسم وہ تصرفات ہیں، جو قابل فسخ نہیں ہیں مثلاً اعتاق، تدبیر وغیرہ، اگر صورتِ مذکورہ میں غلام پر قبضہ کر کے دوسری قسم کے تصرفات کیے تو ہمارے نزدیک یہ تصرفات ہو جاتے ہیں، توڑے بھی نہیں جائیں گے، اس لیے کہ یہ غلام اس کی ملک میں آگیا تھا اور اپنے مملوک کو آزاد کیا جاسکتا ہے مدبر بھی بنایا جاسکتا ہے، اور توڑے اس لیے نہیں جائیں گے کہ یہ قابل فسخ نہیں ہے۔ اگر پہلی قسم کے تصرفات کیے تو یہ توڑ دیئے جائیں گے، اس لیے کہ یہ بیع واجب الرد تھی، اس لیے حنفیہ نے اگر ایسی بیع کے بعد مشتری نے پہلی قسم کے تصرفات کیے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ تصرفات توڑ دیئے جائیں گے، اگر دوسری (قسم) کے کیے تو نافذ ہوں گے۔ ❶

جائزہ:...... جیسا کہ قاضی صاحب کے قول سے ثابت ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اپنے قول میں تناقض ہے۔ لہٰذا اعتراض کی گنجائش نہیں۔

الثامن:...... فی الأیمان

"إن حلف ألا يشرب نبيذا فشرب طلاء أو سكرا أو عصيرا لم يحنث في قول بعض الناس وليست هذه بأنبذة عنده." ❷

"اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ نبیذ نہیں پیئے گا پھر اس نے طلا (انگور کا شربت جس

❶ تبشیر الناس فی شرح قال بعض الناس، ص 48-50

❷ صحیح البخاری، کتاب الایمان النذور، ج7، ص230

کے دو تہائی حصے پک گئے ہوں)، سکر (کھجور یا کشمش کا نبیذ کہ جس کو اتنا پکایا گیا ہو کہ گاڑھا ہو کر جاگ پھینکے) یا عصیر (پھلوں کا شربت) پی لیا تب بعض لوگوں کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور یہ (مشروبات) نبیذوں میں سے نہیں ہیں۔"

"أراد البخاری بهذه الترجمة حنث الأيمان لو حلف ألا يشرب النبيذ فشرب العصير العنبی أو الطلاء أو ما يصدق عليه أن يأخذ به إلى السكر فيوجب الكفارة مثلا لو حلف ألا يأكل لحما فأكل السمك لم يحنث عند أبی حنيفة فيصح عند البخاری حنث اليمين فتوجب الكفارة رأی الحنفية لا يصح عند أبی حنيفة صرف الحقيقة فی المحلوف عليه عند الاستعمال على غيره." ❶

"امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ سے اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ نبیذ نہیں پیئے گا پھر اس نے انگور کا شربت یا طلا یا ہر ایسی چیز پی لی جو اس کا مصداق ہو تب اس پر کفارہ واجب ہوگا، مثلاً اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا اور پھر اس نے مچھلی کھائی تب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ حانث نہ ہوگا جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک حانث ہوگا اور کفارہ واجب ہوگا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ محلوف علیہ میں حقیقت کا پھیرنا عند الاستعمال اس کا غیر پر ہونا ہے۔"

نیز صوفی سرور لکھتے ہیں:

"باب کی غرض کی دو تقریریں ہیں:

1۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کا ردّ ہے۔

2۔ تائید ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ اگر رد ہوتا تو صراحتاً مذکور ہوتا کہ یہ ٹھیک نہیں

❶ الامام البخاری و فقه اهل العراق، ص170

ہے، بلکہ وہ حانث ہو جائے گا، اور حانث ہونے کی یہ دلیل ہے، معلوم ہوا ہے کہ یہاں ردّ کرنا مقصود نہیں بلکہ تائید مقصود ہے کیونکہ تراجم میں امام بخاری رحمہ اللہ اپنا مذہب بیان فرماتے ہیں، کہ یہ پہلا موقعہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر بعض الناس کے لفظ سے کیا اور کوئی تردید نہ کی بلکہ تائید کی۔" ❶

جائزہ:...... جیسا کہ صوفی صاحب کہہ چکے کہ تائید کی ہے، اور اگر تردید ہے تب احناف کا قول قوی ہے۔

التاسع: ......فی الإكراه

"باب يمين الرجل لصاحبه أنه أخوه إذا خاف عليه القتل أو نحوه وكذلك كل مكره يخاف فإنه يذب عنه المظالم ويقاتل دونه ولا يخذله فإن قاتل دون المظلوم فلا قود عليه ولا قصاص وإن قيل لتشربن الخمر أو لتأكلن الميتة أو لتبيعن عبدك أو تقر بدين أو تهب هبة وتحل عقدة أو لنقتلن أباك أو أخاك فی الإسلام وسعه ذلك لقول النبی صلى الله عليه وسلم المسلم أخو المسلم وقال بعض الناس لو قيل له لتشربن الخمر أو لتأكلن الميتة أو لنقتلن ابنك أو أباك أو ذا رحم محرم لم يسعه لأنه ليس بمضطر ثم ناقض فقال إن قيل له لنقتلن أباك أو ابنك أو لتبيعن هذا العبد أو تقر بدين أو تهب يلزمه فی القياس ولكنا نستحسن ونقول البيع والهبة وكل عقدة فی ذلك باطل فرقوا بين كل ذی رحم محرم وغيره بغير كتاب ولا سنة وقال النبی صلى الله عليه وسلم قال إبراهيم لامرأته هذه أختی وذلك فی الله وقال النخعی

❶ الخير الجاری فی شرح صحيح البخاری، ج6، ص 344

إذا كان المستحلف ظالما فنية الحالف وإن كان مظلوما فنية المستحلف ."[1]

''یہ باب ہے اس بارے میں کہ اگر کسی آدمی نے کسی دوسرے آدمی کے قتل ہونے کے اندیشہ سے یہ قسم کھائی کہ یہ میرا بھائی ہے (تاکہ اس کی جان بچ جائے)، یا اس طرح (کوئی اور قسم کھائی) اور اسی طرح ہر مکرَہ کہ جب وہ ڈرے (اور یہ سمجھے کہ ایسا کرنے سے) اس پر سے مظالم دور ہوں گے، اور اس کے علاوہ کسی اور سے مقاتلہ کیا جائے گا اور اس کو نہیں روکا جائے گا، پس اگر مظلوم کے علاوہ سے مقاتلہ ہو تو اس پر نہ دیت ہے اور نہ قصاص، اور اگر اس سے کہا گیا کہ تو ضرور بضرور شراب پی یا مردار کھا یا غلام بیچ یا دَین کا اقرار کر یا ہبہ کر، یا گرہ کھولو ورنہ ہم ضرور بضرور تیرے اسلامی باپ، یا اسلامی بھائی کو قتل کر دیں گے، تو ایسا کرنے میں بسبب فرمان نبوی ﷺ المسلم أخو المسلم وسعت ہے، جب کہ بعض لوگوں نے کہا کہ اگر اس سے کہا گیا کہ تو ضرور بضرور شراب پی یا مردار کھا ورنہ ہم ضرور بضرور تیرے بیٹے، یا تیرے بھائی یا ذارحم محرم کو قتل کر دیں گے، تو ایسا کرنے میں اس کے لیے وسعت نہیں ہے کیونکہ وہ مضطر نہیں ہے، پھر انہوں (بعض لوگ) نے نقض کیا بایں طور کہ اگر کہا گیا کہ ہم ضرور بضرور تیرے باپ، یا تیرے بیٹے کو قتل کر دیں گے ورنہ تو ضرور بضرور اس غلام کو بیچ دے یا دین کا اقرار کر یا اس کو ہبہ کر، تو بروے قیاس ایسا کرنا اس کو لازمی ہے، لیکن ہم بنا بر استحسان کہتے ہیں کہ اس صورت میں بیع، ہبہ اور ہر قسم کی عقود باطل ہیں، انہوں نے ہر ذی رحم محرم وغیرہ کو جدا کر دیا بغیر کتاب وسنت کے جب کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو هــذه اختــی کہہ کر پکارا، اور یہ مسلمان ہونے کی وجہ سے کہا، اور

[1] صحیح البخاری، کتاب الاکراہ، ج8، ص58

امام نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ جب مستحلف ظالم ہے تو حالف کی نیت کا اعتبار ہوگا، اور وہ مظلوم ہو تو مستحلف کی نیت کا اعتبار ہوگا۔''

"بيان البخاری أراد أن يأخذ على الحنفية وأصحاب الرأی نموذجا واضحا للإتجاه الخلقی الدينی حيث أوجب على كل مسلم أن يسعى فی إنقاذ أی مسلم وإن لم يكن قريبه بالنسب بل يكتفی هناك بقرابة الإخوة وعلاقة الإسلام ولذلك روى المسلم أخو المسلم ولذلك عاب عليه جماعة من شارحيه بأن أمثال هذه الترجمة لا تناسب كتاب الصحيح۔ [1] رأی الحنفية قد اعتبر الأحناف أن تصرف المكره هنا ينعقد فاسدا حتى أن الملك يثبت به بالقبض لأن ركن البيع صدر من أهله مضافا إلى محله والفساد لفقد شرطه وهو التراضی فصار كسائر الشروط المفسدة فيثبت الملك عند القبض حتى لو قبضه وأعتقه أو تصرف فيه تصرفا لا يمكن نقضه جاز ويلزمه القيمة ." [2]

''خلاصہ یہ ہے کہ دراصل امام بخاری نے احناف اور اہل رائے پر یہاں اعتراض اس طور سے کیا ہے کہ چونکہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس لیے چاہیے کہ ایسے موقعوں پر وسعت کو ترجیح دی جائے، جبکہ خود امام بخاری رحمہ اللہ پر شارحین بخاری نے اس جگہ پر نقد کیا یعنی ایسی بات اس قسم کی صحیح کتاب کے شایان شان نہ تھی، نیز احناف کی دلیل یہ ہے کہ متعاقدین میں رکن بیع اس کے اہل ہونے سے ہوتا ہے اور فساد اس کے شرط کے منتفی ہونے کے بسبب ہوتا

[1] الامام البخاری و فقه اهل العراق، ص176
[2] الهداية، ج 3، ص 38، 38، 201

ہے جو کہ تراضی ہے، جبکہ اجازت کر دینے سے اکراہ مرتفع ہو جاتا ہے جو کہ عند البیع تمام تر شرائط مضمرہ کی طرح ہے پس عند القبض ملک اور تصرف ثابت ہوگا اور قیمت لازم ہوگی۔"

نیز صاحب الخیر الجاری لکھتے ہیں:

"تائید کرنی مقصود ہے جمہور کی کہ اگر کہہ دیا قسم کھا کر: یہ میرا بھائی ہے تا کہ اس کی جان بچ جائے تو نہ کفارہ ہے، یہ قسم توڑنے کا گناہ ہے، حنفیہ کے نزدیک قسم توڑنے کا گناہ ہے ترجیح قولِ حنفیہ کو ہے کیونکہ وہ توریہ کر سکتا تھا، توریہ نہ کرنے کی وجہ سے جھوٹی قسم کھانے کا گناہ ہوگا۔ فلا قود علیه و لا قصاص :لفظ قصاص لانے سے مقصود کیا ہے:

1......تاکید کیونکہ قود و قصاص کے ایک ہی معنی ہیں۔

2......تعمیم بعد التخصیص کیونکہ قود کا تعلق صرف نفس سے ہے اور قصاص عام ہے، قتل کا بدلہ ہو یا ہاتھ پاؤں کاٹنے کا بدلہ ہو وکل عقدة۔ایک نسخہ میں ہے او تحل عقدة یعنی نکاح کی گرہ یا عبدیت کی گرہ کھولنے کی قسم کھائے یعنی طلاق دے یا غلام آزاد کرے۔

وقال بعض الناس لو قیل له لتشربن الخمر :بعض الناس سے مراد حنیفہ ہیں اور اس لمبی عبارت کا حاصل حنفیہ پر تین اعتراض ہیں:

1......اکل و شرب پر اگر کوئی مجبور کرے تو کھانے پینے کو آپ نے جائز نہیں قرار دی اور بیع، اقرار، ہبہ پر اگر کوئی اکراہ کرے تو اس بیع، اقرار اور ہبہ کے کر لینے کو آپ نے جائز قرار دیا ہے یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔

جواب: مرجح موجود ہے اور وہ یہ کہ جو کھا لیا اور پی لیا اس کا تو کوئی تدارک نہیں اس لیے وہ اس چھوٹی دھمکی میں جائز نہیں اور بیع، اقرار اور ہبہ قابلِ فسخ ہیں اور بعد میں جب اکراہ ختم ہو جائے تو اس کا تدارک ہو سکتا ہے کہ اگر اجازت بخوشی نہ دے گا تو یہ تینوں فسخ ہو

جائیں گے اس لیے مرجح موجود ہے۔

2......آپ نے فرق کر دیا کہ محرم رشتہ دار یا بالکل اجنبی آدمی کے قتل کی کوئی دھمکی دے تو یہ اکراہ معتبر ہے اور ہبہ، بیع اور اقرار کر لینا جائز ہے اور اگر دھمکی کسی غیر محرم رشتہ دار یا بالکل اجنبی آدمی کے قتل کی دے تو یہ اکراہ معتبر نہیں ہے گویا اکراہ ہوا ہی نہیں، یہ اس حدیث کے خلاف ہے جو اس باب میں نقل کی ہے المسلم اخو المسلم لایظلمه ولا یسلمه؟

جواب : شریعت میں محرم اور غیر محرم کا فرق موجود ہے کہ محرم کا کوئی مالک بن جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے غیر محرم آزاد نہیں، جب جس کا غم عذر ہے تو یہ بھی عذر ہونا چاہئے اور غیر محرم میں اس درجہ کا غم طبعاً نہیں ہوتا، اس سے عقود و فسوخ اور غیر عقود و فسوخ میں ایک فرق یہ بھی نکل آیا کہ عقود و فسوخ میں رضا شرط ہوتی ہے۔ الا ان تکون تجارة عن تراض منکم ۔غم کی وجہ سے یہ رضا نہیں پائی گئی، اس لیے وہ عقود و فسوخ جن میں اکراہ ہوا تھا ٹھیک نہ ہوئے غیر عقود و فسوخ میں ایسا نہیں ہے۔

3......حنیفہ استحسان کر لیتے ہیں حالانکہ استحسان کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہے؟

جواب :......

1...... ہم یہ دیتے ہیں کہ استحسان کی حقیقت ہے کہ وہ اس آیت یا حدیث یا اجماع یا قیاسِ خفی کو کہتے ہیں جو قیاسِ جلی کے مقابلہ میں ہو اور یہ سب چیزیں آیت، حدیث وغیرہ ادلۂ شرعیہ ہیں۔

2......استحسان سے مقصود آسانی کا تلاش کرنا ہوتا ہے جو اس آیت کے مطابق ہے یرید الله بکم الیسر و لا یرید بکم العسر (البقرہ: 185:2)

3......قیاس کے مقابلہ مین استحسان لینا ایسا ہی ہے جیسے دو حدیثوں کے تعارض کو اٹھانا ہے۔

4......اگر آپ کو استحسان کے نام پر اعتراض ہے تو یہ بھی مناسب نہیں کیونکہ یہ نام اس آیت سے ماخوذ ہے فیتبعون احسنہ اور اس حدیث سے ماخوذ ہے ما راہ المؤمنون حسنا فھو عنداللہ حسن۔“ ❶

جائزہ ......جیسا کہ واضح ہو چکا کہ یہ اعتراض اس مقام پر سرے سے اس جیسی کتاب کے ساتھ مناسب نہیں ہے باقی بظاہر یوں بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ استحسان کے بھی قائل نہیں جو کہ جمہور ائمہ محدثین کا مسلمہ اصول ہے۔

العاشر: ......فی الحیل (فی الزکاۃ)

”باب فی الزکاۃ وأن لا یفرق بین مجتمع ولا یجمع بین متفرق خشیۃ الصدقۃ ثم روی حدیث الآخر فی ھذہ الترجمۃ بقولہ یا رسول اللہ أخبرنی ماذا فرض اللہ علی من الصلاۃ فقال الصلوات الخمس إلا أن تطوع شیئا فقال أخبرنی بما فرض اللہ علی من الصیام فقال شھر رمضان إلا أن تطوع شیئا قال أخبرنی بما فرض اللہ علی من الزکاۃ قال فأخبرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرائع الإسلام قال والذی أکرمك لا أتطوع شیئا ولا أنقص مما فرض اللہ علی شیئا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أفلح إن صدق أو دخل الجنۃ إن صدق وقال بعض الناس فی عشرین ومائۃ بعیر حقتان فإن أھلکھا متعمدا أو وھبھا أو احتال فیھا فرارا من الزکاۃ فلا شیء علیہ.“ ❷

”یہ باب زکاۃ کے بارے میں ہے اور مجتمع مال کو نہ بانٹے اور بانٹے ہوئے کو جمع

❶ الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری، ج6، ص363/51

❷ صحیح البخاری / کتاب الحیل. 2 – فتح الباری، کتاب الحیل، 12: 274

نہ کرے زکاۃ کے خوف سے پھر اس ترجمہ میں ایک اور حدیث نقل کی، اس قول کے ساتھ کہ: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ بتایئے مجھ پر اللہ تعالی نے کتنی نمازیں فرض کی ہیں، فرمایا: پانچ نمازیں مگر یہ کہ تو کوئی نفل پڑھے، پھر پوچھا اللہ تعالی نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں، فرمایا: ماہ رمضان کے روزے مگر یہ کہ تو کوئی نفلی روزہ رکھے، پوچھا اللہ تعالی نے مجھ پر کتنی زکاۃ فرض کی ہے، (راوی نے کہا) رسول اللہ ﷺ نے اسے شرائع اسلام کا بتائے، (سائل نے) کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو شرف بخشا میں کوئی نفلی عبادت نہ کروں گا اور نہ ہی فرائض میں کچھ کم کروں گا، پس آپ ﷺ نے فرمایا: کامیاب ہوا، اگر یہ سچا ہوا (پھر یوں فرمایا) جنت میں داخل ہوا، اگر سچا ہوا جب کہ بعض لوگوں نے کہا کہ ایک سو بیس اونٹوں میں دو حقے ہیں، پس اگر اس نے ان کو قصداً ہلاک کیا یا ان کو ہبہ کیا یا ان میں زکاۃ سے بچنے کی غرض سے حیلہ کیا تب اس پر کوئی تاوان نہ ہوگا۔“

”قول السرخسی فی المبسوط فالحاصل أن ما یتخلص بہ الرجل من الحرام أو یتوصل بہ إلی الحلال من الحیل فھو حسن وإنما یکرہ أن یحتال فی حق الرجل حتی یبطلہ أو فی باطل حتی یموھہ أو فی حق حتی یدخل فیہ شبھۃ فما کان علی ھذا السبیل فھو مکروہ.“ ❶

”کتاب مبسوط میں امام سرخسی کا قول یہ قول ہے: پس حاصل یہ کہ ایسا حیلہ کہ جن کے ذریعے سے آدمی حرام سے بچ جائے اور حلال تک رسائی ہو تب تو یہ اچھا ہے، اور مکروہ حیلہ یہ ہے کہ آدمی کسی کی حق تلفی کے لیے حیلہ کرے تو یہ صورت

❶ المبسوط، محمد بن احمد السرخسی، شمس الائمۃ، (م483ھ)، دار المعرفۃ، بیروت، 1414ھ، ج30، ص210

باطل ہے۔"

"موقف المحدثين من الحيل عرفت الحيل عند المحققين بالتخلص عما يخاف أن يقع فيه أو التخلص عما لا يريد أن يؤخذ به وقال ابن حجر هي ما يتوصل به إلى مقصود بطريق خفي ." [1]

"محدثین کے موقف کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ حیلہ اس وقت کیا جاوے کہ جس وقت آدمی کو یہ ڈر ہو کہ کئی گناہ میں نہ پڑ جائے، جبکہ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک مخفی طور پر مقصود تک پہنچنے کو حیلہ کہا جاتا ہے۔"

علامہ عثمان غنی مدظلہ لکھتے ہیں:

"وقال بعض الناس فی عشرین . . . . الخ

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ایک سو بیس/120 اونٹوں میں دو/2 حقے ہیں، پس اگر مالک نے ان اونٹوں کو قصدا ہلاک (کہ ذبح کردیا) یا کسی کو ہبہ کردیا یا زکوۃ سے بچنے کے لیے (سال پورا ہونے سے قبل) کوئی حیلہ کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں (یعنی زکوۃ ساقط ہوگئی) چونکہ وجوبِ ادا کے لیے حولانِ حول شرط ہے۔ زیرِ بحث مسئلہ میں یعنی حولانِ حول سے قبل حیلہ کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا طعن و اعتراض صرف امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر ہے تو یہ امام بخاری رحمہ اللہ کا سہو و غفلت ہے کیونکہ اس کے قائل حنفیہ کے علاوہ شافعیہ وغیرہ بھی ہیں، کیونکہ یہ مسئلہ اتفاقی بلکہ اجماعی ہے کہ زکوۃ کے مسئلہ میں وجوبِ ادا کے لیے حولانِ حول شرط ہے یعنی پورا ایک سال گزرنا شرط ہے اور حولانِ حول سے قبل صاحبِ مال کو اپنے مال میں تصرف کا پورا پورا حق ہے، اب اگر صاحبِ مال نے مالِ نصاب پر سال پورا ہونے سے قبل سارے اونٹ کسی کو ہبہ

[1] فتح الباری، کتاب الحیل، ج12، ص 274

کردیئے اور موحوب لہ نے قبضہ کرلیا تو صاحبِ مال پر زکوۃ واجب نہیں، اور اس کو اسقاطِ زکوۃ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس پر زکوۃ کی ادائگی حولانِ حول سے پہلے فرض ہی نہیں ہوئی۔ امام بخاری رحمہ اللہ پر حیرت ہے کہ اصل مسئلہ پر غور کیے بغیر شدت وغضب میں اھلکھا فرمایا، کیا کوئی صاحبِ عقل ایسا کرسکتا ہے کہ دو اونٹنیاں فقراء کو دینے سے بچنے کے لیے اپنے ایک سو بیس/120 اونٹوں کو ہلاک کردے؟ البتہ اگر یہ سارے اونٹ ہلاک ہوجائیں، چور اور ڈاکو لے جائیں تو بالاتفاق زکوۃ ساقط ہوجائیگی۔" [1]

جائزہ :...... جیسا کہ شرعی حیلہ کو جمہور محدثین تسلیم کرتے ہیں تب احناف پر یہ اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

الحادی عشر: ...... فی الزکاۃ

"روى البخاري يكون كنز أحدكم يوم القيامة شجاعا أقرع يفر منه صاحبه فيطلبه ويقول أنا كنزك قال والله لن يزال يطلبه حتى يبسط يده فيلقمها فاه وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ما رب النعم لم يعط حقها تسلط عليه يوم القيامة تخبط وجهه بإخفافها وقال بعض الناس في رجل له إبل فخاف أن تجب عليه الصدقة فباعها بإبل مثلها أو بغنم أو ببقر أو بدراهم فرارا من الصدقة بيوم احتيالا فلا بأس عليه وهو يقول إن زكى إبله قبل أن يحول الحول بيوم أو بسنة جازت عنه ." [2]

"امام بخاری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ قیامت والے دن تم میں

[1] نصر الباری شرح اُردو صحیح البخاری، ج12، ص 287-88

[2] صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج8، ص 59-60

سے کسی کے خزانے کو گنجے سانپ کی شکل میں لایا جائے گا جس سے وہ بھاگے گا
پس وہ (سانپ) اسے ڈھونڈے گا، اور وہ کہے گا میں تیرا خزانہ ہوں
آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم وہ اس کو اسی طرح ڈھونڈے گا یہاں تک کہ
اس کو لقمہ بنا لے گا اور نبی ﷺ نے فرمایا: جب اونٹوں والا اپنا حق ادا نہ کرے
تو وہ قیامت کے دن اس پر مسلط کیا جائے گا اور وہ اس کے چہرے کو اپنے ٹاپوں
سے روندے گا جبکہ بعض لوگوں نے کہا اس آدمی کے بارے میں کہ جس کے
پاس اونٹ ہوں تب بھی اس پر زکاۃ دینا واجب ہے پس اگر اس نے ان کو اسی
کے برابر اونٹ یا بکری یا گائے یا دراہم کے بدلے بیچا اس غرض سے کہ زکاۃ
دینے سے بچ جائے تب یہ حیلہ کرنا صحیح ہے جبکہ وہ کہتا ہے کہ اگر اس نے اپنے
اونٹ کی زکاۃ حولان حول سے پہلے دے دی تو جائز ہے۔"

نوٹ:...... اس کی تشریح بھی اوپر کی طرح ہے، جب کہ کچھ وضاحت آگے آرہی ہے۔

الثانی عشر:...... فی الزکاۃ

"روی البخاری استفتی سعد بن عبادة الأنصاری رسول الله صلی الله علیه وسلم فی نذر کان علی أمه توفیت قبل أن تقضیه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقضه عنها وقال بعض الناس إذا بلغت الإبل عشرین ففیها أربع شیاه فإن وهبها قبل الحول أو باعها فرارا واحتیالا لإسقاط الزکاة فلا شیء علیه وکذلك إن أتلفها فمات فلا شیء فی ماله." ❶

"امام بخاری نے سعد بن عبادۃ الانصاری رضی اللہ عنہ کا استفتا نقل کیا ہے: کہ انہوں
نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی ماں کے نذر کے متعلق پوچھا کہ ان کی ماں نے
اس کو اپنی زندگی میں پورا نہیں کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے اپنی ماں کی

❶ صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج8، ص59-60

طرف سے پورا کرو، اور بعض لوگوں نے کہا کہ جب اونٹ بیس (عدد) ہو جائیں
تب ان میں سے چار بکریاں ہیں، پس اگر اس نے ان کو سال گزرنے سے پہلے
ہبہ کر دیا، یا ان کو بیچ ڈالا زکاۃ سے بچنے کے حیلے کے طور پر تو اس پر کچھ نہیں ہے
اور اسی طرح اگر اس نے ان کو ہلاک کر دیا اور مر گیا تب اس پر کوئی چیز نہیں۔"

صاحب نصر الباری لکھتے ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر غلط اعتراض کیا ہے اور کہنا
چاہتے ہیں کہ ان کے مسائل میں تناقض ہے، اور اس طرح کہ بعض الناس کا
ایک قول یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس بقدرِ نصاب اونٹ ہوں اور وہ سال پورا
ہونے سے پہلے ان اونٹوں کو بیچ دے تو اس پر زکوۃ نہیں، پھر بھی بعض الناس
کہتے ہیں کہ اگر کسی نے سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے یا سال بھر پہلے پیشگی
زکوۃ ادا کر دی تو ادا ہوگئی، امام بخاری رحمہ اللہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس سے تو معلوم
ہوتا ہے کہ بعض الناس کے یہاں سال پورا ہونے سے پہلے زکوۃ واجب ہو جاتی
ہے اگر واجب نہ ہوتی تو زکوۃ دینا زکوۃ نہ ہوتا بلکہ صدقۂ نافلہ ہوتا۔ ہم کہتے ہیں
کہ ایک ہے نفسِ وجوب اور ایک ہے وجوبِ ادا اگر کسی کے پاس مال بقدرِ
نصاب ہے تو نفسِ وجوب ہوگیا، لیکن وجوبِ ادا حولانِ حول کے بعد ہوگا یعنی
سال پورا ہونے سے پہلے صاحبِ مال پر ادا کرنا واجب نہیں مال کا مالک سال
پورا ہونے سے قبل اپنی ضروریات میں خرچ کر سکتا ہے۔" ❶

الثالث عشر:...... فی النکاح

"روی البخاری عن عبید الله قال حدثنی نافع عن عبد الله رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ نهی عن الشغار قلت لنافع ما الشغار قال ینکح ابنة الرجل وینکحه ابنته وینکح أخت

❶ نصر الباری شرح اُردو صحیح البخاری، ج12، ص289

الرجل وينكحه أخته بغير صداق وقال بعض الناس إن احتال حتى تزوج على الشغار فهو جائز والشرط باطل . " ❶

''امام بخاری رحمہ اللہ نے عبید اللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا مجھے نافع بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع کیا میں نے نافع سے پوچھا کہ شغار کیا ہے، کہا کہ کوئی کسی کی بیٹی سے نکاح کرے اور وہ اس کی بیٹی سے نکاح کرے اور کوئی کسی کی بہن سے نکاح کرے اور وہ اس کی بہن سے نکاح کرے بغیر مہر کے اور بعض لوگوں نے کہا اگر کسی نے حیلہ کر کے شغار پر نکاح کیا تو نکاح جائز ہوگا اور شرط باطل ہوگی۔''

"أراد البخاري بهذا الفرع أن يبطل نكاح الشغار . ❷ رأي الحنفية قال ابن بطال قال أبو حنيفة نكاح الشغار منعقد ويصلح بصداق المثل وكما يظهر من فتواه أن الممنوع في الشغار المعاوضة فإذا كان لكل منهما مهر المثل فيكون العقد جائزا وكل نكاح فساده من أجل صداقه لا ينفسخ عنده ويصلح بمهر المثل . " ❸

''امام بخاری رحمہ اللہ نے اس فرع کے ذریعے شغار کے نکاح کو باطل کیا ہے۔ جبکہ احناف کا نظریہ یہ ہے کہ ابن بطال نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نکاح الشغار کو مہر مثل کے ساتھ منعقد مانتے ہیں اور جیسا کہ ان کے فتوے سے ظاہر ہے کہ شغار میں معاوضہ ممنوع ہے پس جب ان میں سے ہر ایک کے لیے مہر مثل ہوگا تب عقد جائز ہوگا، اور ہر ایسا نکاح کہ جس کا فساد اس کے مہر کی وجہ

❶ صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج8، ص 59-60

❷ الامام البخاری و فقه اهل العراق، ص 186

❸ عمدة القاری، 24، 112.

سے ہو تو ایسا نکاح ان کے نزدیک فسخ نہ ہوگا، اور مہر مثل سے صحیح ہوگا۔''

مولانا صوفی سرور مدظلہ لکھتے ہیں:

''ہم امام بخاری رحمہ اللہ کے اس کلام کا رد یوں کرتے ہیں کہ بعض الناس کے عنوان سے جب آپ اعتراض کرتے ہیں تو آپ کی مراد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یا حنفیہ ہوتے ہیں، لیکن یہاں ہم یوں کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے تو یہاں کوئی حیلہ ہے ہی نہیں کیونکہ ہم شغار کو باطل کر رہے ہیں اور مہر کو ثابت کر رہے ہیں اور شغار سے نہی جو حدیث شریف میں آئی ہے اس کا یہی مقصد ہے کہ نکاح مال والے عوض سے خالی نہ ہونا چاہئے۔'' ❶

جائزہ:......جیسا کہ گذر چکا کہ شغار سے نہی جو حدیث شریف میں آئی ہے اس کا یہی مقصد ہے کہ نکاح مال والے عوض سے خالی نہ ہونا چاہئے۔

الرابع عشر: ......في النكاح

"روى البخاري حديث النهي عن المتعة ثم قال وقال بعض الناس إن احتال حتى تمتع فالنكاح فاسد وقال بعضهم النكاح جائز والشرط باطل . " ❷

''امام بخاری رحمہ اللہ نے متعہ سے نہی کی روایت نقل کی پھر کہا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگر حیلہ کر کے متعہ کیا تب تو نکاح فاسد ہوگا اور بعض نے کہا کہ نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے۔''

مولانا صوفی سرور مدظلہ لکھتے ہیں:

" وقال بعضهم المتعة و الشغار جائز والشرط باطل"

جواب: حنفیہ پر کچھ اعتراض نہیں ہے کیونکہ متعہ کا بطلان اجماعی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا

❶ الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری، ج6، ص365

❷ صحیح البخاری، کتاب الحیل، حدیث 6961

ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو امام زفر رحمہ اللہ کے قول سے شبہ ہوگیا کہ اگر کوئی شخص تزوج کے لفظ سے نکاح کرے لیکن نکاح کی
مدت مقرر کرلے۔ مثلا ایک مہینے کے لیے تو نکاح صحیح اور لازم ہو جائے گی اور شرط باطل ہو جائے گی، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک یہ صورت بھی باطل ہے اسی لیے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حیل کے ابواب میں متعہ کا ذکر کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ہے۔"[1]

الخامس عشر:...... فی النکاح

"روی البخاری لا تنكح البكر حتى تستأذن ولا الثيب حتى تستأمر فقيل يا رسول الله كيف إذنها قال إذا سكتت وقال بعض الناس إن لم تستأذن البكر ولم تزوج فاحتال رجل فأقام شاهدي زور أنه تزوجها برضاها فأثبت القاضي نكاحها والزوج يعلم أن الشهادة باطلة فلا بأس أن يطأها وهو تزويج صحيح ثم روى البخاري حديث خنساء بنت خذام فإنها أنكحها أبوها وهي كارهة فرد النبي صلى الله عليه وسلم ذلك."[2]

"امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کی کہ باکرہ کا نکاح اس کی اجازت سے ہوگا اور ثیبہ کا نکاح اس کے کہنے سے ہوگا پس پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ اس کی اجازت کیسے ہوگی فرمایا جب چپ ہو جائے، اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر باکرہ اجازت نہ دے اور نکاح نہ کرے تب حیلہ کرے اور وہ یہ کہ مرد جھوٹے گواہ بنالے اور عند القاضی جھوٹی گواہی دے کر یہ ثابت کردے کہ باکرہ نے

[1] الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری، ج6، ص365

[2] صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج8، ص60-61

اپنی رضا سے اس سے نکاح کیا ہے جبکہ خاوند کو گواہوں کا جھوٹا ہونا بھی معلوم تب کوئی باک نہیں مرد پر کہ باکرہ سے وطی کرلے اور ایسا نکاح صحیح ہے پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے خنساء بنت خذام کی روایت نقل کی کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کیا حالیکہ وہ ناخوش تھی تو آپ ﷺ نے نکاح رد فرمادیا۔"

مولانا صوفی سرور مدظلہ فرماتے ہیں:

"اس باب سے مقصود حنفیہ پر اعتراض ہے کہ کوئی شخص جھوٹے گواہ پیش کردے قاضی کی عدالت میں کہ فلاں عورت میرے نکاح میں ہے، قاضی گواہوں کو سچا سمجھ کر فیصلہ کردے کہ وہ تمہاری بیوی ہے تو حنفیہ کے نزدیک ان کا تعلق زنا کا شمار نہ ہوگا بلکہ میاں بیوی کا شمار ہوگا، حالاں کہ گواہی جھوٹی ہے اور نکاح عورت کی اجازت کے بغیر شمار کیا گیا ہے اور احادیث میں عورت کی اجازت کو نکاح کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے؟ جواب: قضاءِ قاضی تو میاں بیوی کے درمیان ہر قسم کا جھگڑا مٹانے کے لیے ہوتا ہے، اگر یہ قضاء باطنا نافذ نہ ہو تو یہ قضاء جھگڑا پیدا کرنے کی تمہید اور سبب بن جائے گی اور یہ چیز قضاء کے مقصد کے خلاف ہے، اس کی نظیر لعان کی قضاء ہے کہ وہ سب کے نزدیک باطنا نافذ ہوجاتی ہے اور عورت دوسری جگہ نکاح کرلے تو بالاجماع یہ نکاح صحیح ہے حالاں کہ یقیناً دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ دوسری نظیر یہ ہے کہ عورت نے جھوٹے گواہ طلاق کے پیش کردیئے قاضی نے نکاح ٹوٹنے کا فیصلہ دے دیا، اس کے بعد عورت نے عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرلیا تو یہ نکاح بھی بالاجماع صحیح ہے حالاں کہ یہ بھی ایسی قضاء پر مبنی ہے کہ جس کی بنیاد جھوٹی گواہی ہے۔ سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیٹی پر جھوٹے گواہ پیش کردے کہ یہ میری لونڈی ہے تو اس سے وطی بالاجماع حرام رہتی ہے حنفیہ اس کو جائز کیوں نہ کہہ دیتے؟ جواب: قضاء قاضی کے باطنا نافذ ہونے کا تعلق صرف عقود وفسوخ سے ہے کہ حنفیہ کے

نزدیک نافذ ہے جمہور کے نزدیک نہیں اور یہ بیٹی والا معاملہ تو نسب سے متعلق ہے اس میں بالاجماع قضاءِ قاضی باطناً نافذ نہیں ہے۔ سوال: جب خاوند جانتا ہے کہ گواہ جھوٹے ہیں تو اس کے لیے وطی کیسے حلال ہوسکتی ہے؟

جواب:...... جھوٹ بولنے کا گناہ تو ہوا زنا کا گناہ نہ ہوگا، کیونکہ فیض الباری میں ہے کہ بدائع الصنائع میں بحوالہ مبسوط حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے دو گواہ پیش کردیئے کہ فلاں عورت میرے نکاح میں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمادیا کہ وہ تیری بیوی ہے اس فیصلے کے بعد وہ عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی کہ حضرت جب آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ ہی فرمادیا ہے تو اب ہمارا نکاح بھی پڑھ دیجئے، تاکہ ساری عمر زنا تو نہ ہو کیونکہ گواہ تو جھوٹے ہیں اور ہمارا کوئی نکاح نہیں ہے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ شاهداك زوجاك. ❶

جائزہ:...... جیسا کہ گذر چکا کے دراصل امام بخاری رحمہ اللہ شرعی حیلوں کے قائل نہیں اس لیے یہ اعتراضات کیے ہیں۔

السادس عشر:...... فی النکاح

"روى البخاري حدثنا أبو نعيم حدثنا شيبان عن يحيى عن أبي سلمة عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تنكح الأيم حتى تستأمر ولا تنكح البكر حتى تستأذن قالوا كيف إذنها قال أن تسكت وقال بعض الناس إن احتال إنسان بشاهدي زور على تزويج امرأة ثيب بأمرها فأثبت القاضي نكاحها إياه والزوج يعلم أنه لم يتزوجها قط فإنه يسعه هذا النكاح ولا بأس بالمقام له معها." ❷

❶ الخير الجاری فی شرح صحیح البخاری، ج6، ص366-367

❷ صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج8، ص60-61

یہ مسئلہ بھی ماقبل مسئلہ کی طرح ہے صرف الفاظ کی تبدیلی کی گئی ہے، لہٰذا مذکورہ بالا تشریح دیکھ لیں۔

السابع عشر:...... فی النکاح

"أيضا روى البخاري حديث استئذان البكر من طريق آخر البكر تستأذن قلت إن البكر تستحي قال إذنها صماتها وقال بعض الناس إن هوى رجل جارية يتيمة أو بكرا فأبت فاحتال فجاء بشاهدي زور على أنه تزوجها فأدركت فرضيت اليتيمة فقبل القاضي شهادة الزور والزوج يعلم ببطلان ذلك حل له الوطء." ❶

یہ مسئلہ بھی ماقبل مسئلہ کی طرح ہے صرف الفاظ کی تبدیلی کی گئی ہے، لہٰذا مذکورہ بالا تشریح دیکھ لیں۔

الثامن عشر:...... فی الغصب

"باب إذا غصب جارية فزعم أنها ماتت فقضى بقيمة الجارية الميتة ثم وجدها صاحبها فهي له وترد القيمة ولا تكون القيمة ثمنا وقال بعض الناس الجارية للغاصب لأخذه القيمة وفي هذا احتيال لمن اشتهى جارية رجل لا يبيعها فغصبها واعتل بأنها ماتت حتى يأخذ ربها قيمتها فيطيب للغاصب جارية غيره قال النبي صلى الله عليه وسلم أموالكم عليكم حرام و لكل غادر لواء يوم القيامة." ❷

"یہ باب اس بارے میں ہے کہ جب کسی نے کوئی لونڈی غصب کر لی اور یہ

❶ صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج8، ص60-61

❷ صحیح البخاری، کتاب الغصب، ج8، ص62

گمان کیا کہ یہ تو مردہ ہے اور فیصلہ مردہ لونڈی کی قیمت پر ہوا پھر لونڈی والے نے اس کو پایا تو وہ اس کی ہوگی اور قیمت واپس کی جائے گی اور قیمت ثمن نہ ہوگی، اور بعض لوگوں نے کہا کہ لونڈی غاصب کی ہوگی اس کی قیمت دینے کی بنا پر اور اس میں حیلہ بازی ہے کسی کی لونڈی کو چاہنے والے کے لیے بایں طور کے وہ اس کو نہ بیچے گا تو وہ (چاہنے والا) اس کو غصب کر لے گا اور بہانہ بیان کر دے گا کہ وہ تو مردہ ہے حتی کہ اس کے مالک سے اس کو قیمت پر لے لے گا پس غاصب کے لیے پرائی لونڈی حلال کردی گئی جبکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ تمہارے اموال تم پر (ناجائز طریقہ سے) حرام ہیں اور ہر دھوکہ باز کے لیے قیامت والے دن جھنڈا ہوگا۔"

صاحب نصر الباری لکھتے ہیں:

"حنفیہ کا مختار و صحیح مذہب یہ ہے کہ صورتِ مذکورہ میں غاصب پر واجب ہے کہ لونڈی کو واپس کرے اس لیے سرے سے اس تعریض کی کوئی گنجائش نہیں اور احناف میں سے جن کا یہ قول ہے کہ لونڈی غاصب کی ہے اس کی بنیاد ایک اصل پر ہے اور وہ یہ ہو کہ جھوٹی گواہی پر قاضی کا فیصلہ ظاہرا و باطنا دونوں طرح نافذ ہوتا ہے یا صرف ظاہرا نافذ ہوتا ہے باطنا نہیں اس کو امام سرخسی رحمہ اللہ نے مبسوط میں پوری تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ صورتِ مجوثہ میں جب قاضی نے یہ فیصلہ کردیا کہ لونڈی مرچکی ہے اور غاصب مالک کو لونڈی کی قیمت ادا کردے، اور مالک نے غاصب سے لونڈی کی قیمت لے لی اس کے بعد یہ کہنا کی لونڈی پہلے شخص کی ملک ہے تب تو بدل اور مبدل منہ کا ایک شخص کی ملکیت میں جمع ہونے کا قول کرنا ہے جو نہ عقلا صحیح ہے نہ شرعا اور اتنی بات تو حنفیہ بھی کہتے ہیں کہ غاصب مجرم ہے غصب کیا، جھوٹ بولا، جھوٹے گواہ پیش کیے مگر اس کی نظیر موجود ہے کہ ایک فعل ناجائز ہے مگر حکمِ شرعی مرتب ہوتا ہے جیسے حیض کی حالت

میں طلاق دینا ناجائز ہے لیکن اگر کسی نے طلاق دی تو طلاق واقع ہوجائے گی۔" [1]

جائزہ: ...... جیسا کہ گذر چکا کے دراصل امام بخاری رحمہ اللہ شرعی حیلوں کے قائل نہیں اس لیے یہ اعتراضات کیے ہیں۔

التاسع عشر:...... فی الهبة باب فی الهبة والشفعة

"وقال بعض الناس إن وهب هبة ألف درهم أو أكثر حتى مكث عنده سنين واحتال فى ذلك ثم رجع الواهب فيهما فلا زكاة على واحد منهما فخالف الرسول ﷺ فى الهبة وأسقط الزكاة." [2]

"یہ باب ہے ہبہ اور شفعہ کے بارے میں اور بعض لوگوں نے کہا اگر کسی نے ہزار دراہم ہبہ کیے یا اس سے زیادہ حتی کہ (موهوب له) کے پاس دو سال تک رہے بھی اور حیلہ کیا پھر واہب نے اس میں رجوع کی تب ان دونوں میں سے کسی پر بھی زکاۃ نہ ہوگی پس رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہبہ میں اور زکاۃ کو ساقط کردیا۔"

علامہ عثمان غنی ہبہ کے مسئلہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہاں بھی امام بخاری رحمہ اللہ بلاوجہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر اعتراض کررہے ہیں، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اراد به التشنيع ايضا على ابى حنيفة من غير وجه...... الخ۔ امام اعظم رحمہ اللہ نے جو ہبہ میں رجوع کی اجازت دی ہے اس شرط کے ساتھ کے موانع نہ ہو، موانع کی موجودگی میں رجوع فى الهبة عند الاحناف جائز نہیں۔ رجوع فی الہبۃ حنفیہ کے نزدیک سات/7 صورتوں میں جائز نہیں از موانعِ سبعہ کو درِ مختار وغیرہ نے

---

[1] نصر الباری شرح أردو صحیح البخاری، ج12، ص298

[2] صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج8، ص62

سات/7 حرفوں "دمع خزقه" میں ضبط کیا ہے۔

1......د سے مراد زیادتی متصلہ ہے یعنی زمین پر مکان یا باغ۔

2......م سے مراد موت احد العاقدین ہے۔

3......ع سے مراد عول ہے۔

4......خ سے مراد خروج الهبة من ملك الموهوب له ہے۔

5......ز سے مراد زوجیت وقت الهبة ہے۔

6......ق سے قرابت محرمیت جس سے نکاح حرام ہے۔

7......ہ سے هلاك الهبة ہے۔ ❶

العشرون:...... فی الشفعة

"روى البخاري عن جابر بن عبد الله قال إنما جعل النبي صلى الله عليه وسلم الشفعة في كل ما لم يقسم فإذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة وقال بعض الناس الشفعة للجوار ثم عمد إلى ما شدده فأبطله وقال إن اشترى دارا فخاف أن يأخذها الجار بالشفعة فاشترى سهما من مائة سهم ثم اشترى الباقي وكان للجار الشفعة في السهم الأول ولا شفعة له في باقي الدار وله أن يحتال في ذلك ." ❷

"امام بخاری رحمہ اللہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ہر غیر تقسیم شدہ میں شفعہ کرنے کا فرمایا ہے پس جب حدود واقع ہو جائیں اور راستے پھیر جائیں تب کوئی شفعہ نہیں اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ پڑوسی کے لیے حق شفعہ ہے پھر اپنے ہی کہے سے پھر گئے اور کہا کہ اگر کسی نے کوئی گھر

❶ نصر الباری شرح اُردو صحیح البخاری، ج12، ص 308-309

❷ صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج8، ص65

خریدا اور پھر یہ ڈر ہوا کہ پڑوسی شفعہ کر کے لے لے گا تو چاہیے کہ سو حصوں میں سے ایک حصہ خرید لے پھر باقی خرید لے چنانچہ پڑوسی کے لیے پہلے حصہ میں حق شفعہ ہوگا جب کہ باقی میں نہ ہوگا اور اس کے لیے ایسا حیلہ کرنا جائز ہے۔"

صاحب نصر الباری مسئلہ شفعہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"صورتِ مذکورہ میں شفیع (جار) نے اپنا حق شفعہ خود باطل کیا ہے اگر وہ پہلے ہی حصہ میں حق شفعہ کا مطالبہ کر کے لے لیتا تو باقی دار کا حق بطریق اولی ہو جاتا لیکن پڑوسی شفیع نے پہلے سہم (حصہ) کو حقیر و معمولی سمجھ کر چھوڑ دیا اور مشتری نے خرید لیا تو یہ مشتری شریک فی الدار ہو گیا اور ظاہر ہے کہ شریک فی المبیع کے ہوتے ہوئے جار (پڑوسی) کا حق قطعاً نہیں ہے۔" ❶

جائزہ:......امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے کتاب الشفعہ میں چند جگہ مزید اعتراضات کیے ہیں لیکن وہ سب اس پہلے ہی مسئلہ جیسے ہے خلاصہ یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ خود چونکہ شرعی حیلوں کے قائل نہیں اس لیے اعتراضات کیے ہیں جبکہ پہلے قول گزر چکا کہ جمہور محدثین رحمہ اللہ بھی شرعی حیلوں کو درست کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

❶ نصر الباری شرح اُردو صحیح البخاری، ج12، ص311

فہرست اعلام

حرف الف

1۔ احمد بن علی (الخطیب) البغدادی

2۔ احمد بن حجر المکی

3۔ احمد بن محمد (ابن خلکان)

4۔ اسماعیل بن عمر (ابن کثیر)

5۔ احمد بن عبدالرحیم (شاہ ولی اللہ)

6۔ احمد بن شعیب النسائی

7۔ ابراہیم بن حمزہ الزبیری

8۔ ابراہیم بن المنذر الحزامی

9۔ ابراہیم بن موسیٰ الرازی

10۔ احمد بن حنبل

11۔ احمد بن صالح المصری

12۔ احمد بن ابی الطیب المروزی

13۔ احمد بن محمد الازرقی

14۔ آدم بن ابی ایاس العسقلانی

15۔ ابی النضر اسحاق بن ابراہیم الفرادیسی

16۔ اسحاق بن راہویہ

17۔ اسماعیل بن ابان الوراق

18۔ اسماعیل بن ابی اویس

19۔ ایوب بن سلیمان

20۔ ابوعمر حفص بن عمر الحوضی

21۔ ابوالیمان الحکم بن نافع

22۔ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقرء

23۔ ابومعمر عبداللہ بن عمرو المنقری

24۔ ابوالمغیرۃ عبدالقدوس بن الحجاج الخولانی

25۔ ابونعیم الفضل بن دکین

26۔ ابوعاصم الضحاک بن مخلد

27۔ طلق بن غنام النخعی

28۔ ابوبکر عبداللہ بن الاسود

29۔ ابومسہر عبدالاعلیٰ بن مسہر الغسانی

30۔ ابوالولید ہشام بن عبدالملک الطیالسی

31۔ ابراہیم بن بشار الرمادی

32۔ ابراہیم بن محمد بن یحییٰ بن عباد بن ہانء الشجری

33۔ ابوحفص احمد بن حفص البخاری

34۔ احمد بن خالد الوہبی

35۔ اسماعیل بن سالم الصائغ

36۔ ابوصالح عبداللہ بن صالح المصری

37۔ ابوغسان مالک بن اسماعیل النہدی

38۔ ابن خزیمہ محمد بن نصر مروزی۔

39۔ ابوعبداللہ الفربری

40۔ انور شاہ کشمیری

حرف باء

1۔ بدل بن محبّر

2۔ بشر بن شعب بن ابی حمزہ

حرف ثاء

1۔ ثابت بن محمد الشیبانی الزاہد

حرف جیم

1۔ جعفر بن عبداللہ السلمی البلخی

حرف حاء

1۔ حسن بن زیاد

2۔ حاجی خلیفہ (کاتب چلپی)

3۔ حجاج بن منہال الانماطی

4۔ حسن بن بشر البجلی

5۔ حسن بن ربیع البورانی

6۔ حسن بن شجاع البلخی

7۔ حسن بن واقع الرملی

8۔ حسین بن ضحاک النیسابوری

حرف دال

1۔ داؤد بن شبیب الباہلی، ربیع بن یحییٰ الاشنانی

حرف زاء

1۔ زفر بن ہذیل

2۔ زکریا بن ابی زائدہ

3۔ زین الدین بن ابراہیم (ابن نجیم)

حرف سین

1۔ سریج بن نعمان الجوہری

2۔ سعید بن الحکم بن ابی مریم

3۔ سعید بن سلیمان الواسطی

4۔ سعید بن کثیر بن عفیر

5۔ سلیمان بن حرب

6۔ سلیمان بن عبدالرحمٰن الدمشقی

حرف صاد

1۔ صدقۃ بن الفضل المروزی

2۔ صلت بن محمد الخارکی

حرف طاء

1۔ طلق بن غنام النخعی

حرف ظاء

1۔ ظلیم بن حطیط الجہضمی الدبوسی

حرف عین

1۔ علی بر [illegible] الجرجانی

2۔ عبدالرحمٰن بن خلدون (ابن خلدون)

3۔ عبدالرحمٰن السیوطی

4۔ عثمان بن عبدالرحمٰن (ابن صلاح)

5۔ عبدان بن عثمان المروزی

6۔ عبداللہ بن موسیٰ، عفان بن مسلم

7۔ علی بن المدینی

8۔ عبداللہ بن یوسف التنیسی

9۔ عبدالرحمٰن بن ابراہیم دحیم

10۔ عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی

11۔ عبداللہ بن زبیر الحمیدی

12۔ عبداللہ بن صالح المصری

13۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی

14۔ عثمان بن ہارون القرشی الانماطی

15۔ علی بن عبدالحمید المعنی

16۔ عبدالرحمٰن بن محمد (داماد آفندی)

حرف قاف

1۔ قبیصہ بن عقبہ

2۔ قتیبہ ابن سعید

3۔ قیس بن حفص الدارمی

حرف میم

1۔ محمد بن اسماعیل البخاری

2۔ محمد بن حسن الشیبانی

3۔ محمد بن سعد

4۔ محمد بن اسحاق الندیم

5۔ محمد بن حجر العسقلانی

6۔ محمد بن یزید (ابن ماجہ) القزوینی

7۔ محمد بن ابی بکر (ابن القیم)

8۔ مسلم بن حجاج (امام مسلم)

9۔ محمد بن عیسیٰ ترمذی

10۔ محمد زکریا کاندہلوی

11۔ محمد بن بشار بُندار

12۔ محمد بن سعید ابن الاصبہانی

13۔ محمد بن سنان العوقی

14۔ محمد بن الصباح الدولابی

15۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر

16۔ محمد ابن عبداللہ الانصاری

17۔ ابوثابت محمد بن عبداللہ المدینی

18۔ محمد بن الفضل السدوسی عارم

19۔ محمد بن کثیر العبدی

20۔ ابوموسیٰ محمد بن المثنی

21۔ محمد بن یوسف الفریابی

22۔ مطرف بن عبداللہ المدینی

23۔ مکی بن ابراہیم البلخی

حرف نون

1۔ نعمان بن ثابت (ابوحنیفہ)

2۔ نعیم بن حماد المروزی

3۔ نجا بن رضوان الابیاری

حرف ھاء

1۔ ہشام بن عمار الدمشقی

2۔ ہشام بن اسماعیل العطار الدمشقی

حرف یاء

1۔ یعقوب بن ابراہیم (ابو یوسف)

2۔ یوسف المزی (جمال الدین)

3۔ یحییٰ بن صالح الوحاظی

4۔ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر

5۔ یحییٰ بن معین

فہرست آیات قرآنیہ

1. ﴿و آخرين منهم لما يلحقوا بهم﴾ (الجمعه 62:3)
2. ﴿فأشارت إليه قالوا كيف نكلم من كان في المهد صبيا﴾ (مريم 19:29)
3. ﴿والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم شهداء إلا أنفسهم ....إلى قوله إنه لمن الصادقين﴾ (نور 24:6)
4. ﴿إلا رمزا﴾ (آل عمران 13:4)
5. ﴿من بعد وصية يوصى بها أو دين﴾ (النساء 4:11)
6. ﴿إن الله يأمركم أن تودوا الأمانات إلى أهله﴾ (النساء 4:11)
7. ﴿فكفارته إطعام عشرة مساكين.... أو كسوتهم﴾ (المائده 5:89)
8. ﴿ولا تقربوهن حتى يطهرن﴾ (البقرة 2:222)
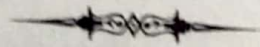
فہرست احادیث النبویۃ على صاحبها الصلاة و السلام

1. ثم ان زنت فليجلدها الحد ثم بيعوها بعد الثالثة و الرابعة
2. هذا عيدنا اهل الاسلام
3. فاذا خرج الامام طووا الصحف ويستمعون الذكر
4. إنما الأعمال بالنيات
5. من أعمر عمرى فهى للمعمر له ولورثته من بعده
6. الواهب أحق بهبته ما لم يثب منها
7. العائد فى هبته كالعائد فى قيئه
8. إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث
9. أنا وكافل اليتيم فى الجنة هكذا وأشار بالسبابة والوسطى وفرج بينهما شيئا
10. الأيمان ههنا مرتين
11. والشهر هكذا وهكذا وهكذا
12. المسلم أخو المسلم
13. قال إبراهيم لامرأته هذه أختى
14. أفلح إن صدق أو دخل الجنة إن صدق
15. إذا ما رب النعم لم يعط حقها تسلط عليه يوم القيامة تخبط وجهه باخفافها
16. روى البخارى استفتى سعد بن عبادة الأنصارى رسول الله صلى

الله عليه وسلم فى نذر كان على أمه توفيت---الخ

17. أن رسول الله ﷺ نهى عن الشغار---الخ:
18. لا تنكح البكر حتى تستأذن ولا الثيب حتى تستأمر
19. عن أبى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تنكح الأيم---الخ
20. قال النبى صلى الله عليه وسلم أموالكم عليكم حرام و لكل غادر لواء يوم القيامة
21. عن جابر بن عبد الله قال إنما جعل النبى صلى الله عليه وسلم الشفعة فى كل---الخ
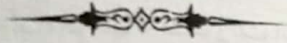
مصادر ومراجع

(الف)

1۔ ابن سعد، محمد، (م 230ھ)، الطبقات الکبریٰ، دارالاشاعت، کراچی، 2003ء۔

2۔ احمد تیمور، نظرة التاریخیة فی حدوث المذاهب، ط، س ن۔

3۔ ابو زهره، محاضرات فی تاریخ المذاهب، مطبعه المدنی، س ن۔

4۔ ابن خلکان، ابی العباس، احمد بن محمد بن ابی بکر، (م681ھ)، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، منشورات الرضی۔

5۔ ابوعیسیٰ، ترمذی، محمد بن عیسیٰ، (م 279)، جامع ترمذی، طبع دوم فرید بك سٹال، لاهور، 1422ھ/ 2001م۔

6۔ ابن ندیم، ابو الفرج، محمد بن اسحٰق الندیم، (م 377ھ)، الفهرست، نورمحمد کارخانه تجارت کتب، کراچی، س ن۔

7۔ ابن الصلاح، عثمان بن عبدالرحمن، (م646ھ)، مقدمه ابن الصلاح فی علوم الحدیث، المکتبة الفاروقیة، ملتان، پاکستان، س ن۔

8۔ ابن کثیر، عماد الدین، اسماعیل بن عمر، (م774ھ)، اختصار علوم الحدیث، دار التراث القاهرة، 1399ھ۔

9۔ ابوحنیفه، مقاله در اُردو دائره معارف اسلامیه، دانش گاه پنجاب، لاهور۔

10۔ ابیاری، عبدالهادی، نجا بن رضوان، (م1305ھ)، نیل الامانی فی توضیح مقدمة القسطلانی، دارالکتب العلمیة، بیروت، 2001م۔

11۔ اصلاحی، ضیاء الدین، تذکرة المحدثین، دارالابلاغ، اردو بازار، لاهور، 2014ء۔

12۔ احمد امین، ضحی الاسلام، ط، س ن۔

13۔ ابو الحسین بن ابی یعلیٰ، محمدبن محمد، طبقات الحنابلة، دارالمعرفة، بیروت، س ن۔

14۔ الجامع الصحیح للامام البخاری رحمہ اللہ، طبع دار السلام، ریاض، 1999ء۔

15۔ ابن منیر، احمد بن محمد، (م683ھ)، المتواری علی تراجم ابواب البخاری، طبع دار السلفیه، المدینه المنوره، س ن۔

16۔ ابن تیمیة، احمد بن عبد الحلیم، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشریف، سعودی عرب، 1425ھ۔

17۔ امرتسری، ثناء الله - راز، محمدداؤد، فتاویٰ ثنائیه، اداره ترجمان السنة، لاهور، 1972ء۔

18۔ ابن نجیم، زین الدین بن ابراهیم، (م970ھ)، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، دارالمعرفة، بیروت، س ن۔

19۔ ابن رشد، محمد بن احمد، (م595ھ)، بدایة المجتهد و نهایة المقتصد، دارالحدیث، القاهرة، 1425ھ۔

20۔ اندلسی، ابوعمر، یوسف بن عبدالله، (م 463ھ)، التمهید لما فی الموطأ من المعانی و الاسانید، دارالحدیث الحسنیة، 1387ھ۔

21۔ ابن عساکر، علی بن حسن، (م571ھ)، تاریخ دمشق، دارالفکر،

بیروت، 1415ھ۔

(باء)

1۔ بدر الدین، العینی، محمود بن احمد، (م855ھ)، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ن۔

2۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ، (م 279ھ)، جمل من أنساب الأشراف، دار الفکر، بیروت، 1417ھ۔

(تاء)

1۔ تاج الدین، السبکی، عبدالوھاب بن تقی الدین، (م771ھ)، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، ھجر للطباعۃ و النشر و التوزیع، 1413ھ۔

(جیم)

1۔ جھلمی، فقیر محمد، حدائق الحنفیۃ، ط، س ن۔

2۔ جمال الدین، ابو الحجاج، یوسف المزی، تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1413ھ۔

3۔ جمال الدین، ابو محمد، عبداللہ بن یوسف، (762ھ)، نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ مع حاشیۃ بغیۃ الالمعی فی تخریج الزیلعی، مؤسسۃ الریّان للطباعۃ و النشر، بیروت، 1418ء۔

4۔ جزائری، السمعونی، طاھر بن صالح، (م1338ھ)، توجیہ النظر الی اصول الاثر، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ، حلب، 1416ھ۔

(حاء)

1۔ حافظ الدین، ابن البزاز، الکردری، محمد بن محمد بن شھاب، (م827ھ)، مناقب الامام، مکتبہ الاسلامیہ، کوئٹہ، 1407ھ۔

2۔ حاکم، ابو عبداللہ، نیشاپوری، محمد بن عبداللہ، (م405ھ)، معرفۃ علوم الحدیث، داراحیاء التراث العلوم، بیروت، طبع اولیٰ، 1417ھ/ 1997م۔

3۔ حاجی خلیفہ، کاتب چلپی، (م 1067ھ)، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، نور محمد اصح المطابع، کراچی، س ن۔

4۔ حسام الدین، الخسیکثی، محمد بن محمد عمر، (م644ھ)، منتخب الحسامی، مکتبۃ البشریٰ، کراچی، 1431ھ۔

5۔ حمیداللہ، خطباتِ بھاولپور، ط، س ن۔

(خاء)

1۔ خطیب، البغدادی، ابو بکر، احمد بن علی، (م463ھ)، تاریخ بغداد، دارالکتب العربی، بیروت، لبنان، س ن۔

2۔ خوارزمی، محمد بن محمود، (م665ھ)، جامع المسانید، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، س ن۔

(دال)

1۔ داماد آفندی، عبدالرحمن بن محمد، (م1078ھ)، مجمع الأنھر فی شرح ملتقی الابحر، داراحیاء التراث العربی، س ن۔

(ذال)

1۔ ذھبی، الامام، الحافظ، ابی عبداللہ، محمد بن احمد، (م748ھ)، مناقب الامام ابی حنیفۃ و صاحبیہ ابی یوسف و محمد بن الحسن، دار الکتاب العربی، مصر، س ن۔

(زاء)

1۔ زیدان، عبدالکریم، الوجیز فی اصول الفقہ، مؤسسۃ قرطبہ، س ن۔

2. زیلعی ، الحنفی ، فخر الدین ، حاشیۃ الإمام الشلبی علی کنز الدقائق المسمی بتبیین الحقائق ، دار المعرفۃ ، بیروت ، س ن۔

(سین)

1. سکروڈی ، مولانا جمیل احمد ، اجمل الحواشی علی اصول الشاشی ، مکتبہ دارالاشاعت ، اردو بازار کراچی ، 2005۔
2. سلطان احمد ، امامِ اعظم بحیثیت محدث اعظم (ایم فل مقالہ) شعبۂ اسلامیات ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور ، غیر مطبوعہ ، 2006ء۔
3. سیوطی ، عبدالرحمن ، ابوبکر ، جلال الدین ، (م911)، تبییض الصحیفۃ ، ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیۃ ، کراچی ، س ن۔
4. سیوطی ، عبدالرحمن بن ابی بکر ، (م 911ھ)، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی ، دار طیبۃ ، س ن۔
5. سخاوی ، محمد بن عبد الرحمن ، (م 902)، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ، صدار المناہج ، 1426ھ۔
6. سباعی ، مصطفیٰ ، السنۃ و مکانتہا فی التشریع الاسلامی ، الکتب الاسلامی ، بیروت ، 1405ھ۔
7. سرخسی ، شمس الائمۃ ، محمد بن احمد ، (م483ھ)، المبسوط ، دارالمعرفۃ ، بیروت ، 1414ھ۔

(شین)

1. شریف جرجانی ، علی ابن محمدابن سید الزین ، کتاب التعریفات ، مکتبہ رحمانیہ ، اردو بازار لاہور۔
2. شمس الدین ، الذہبی ، محمد بن احمد ، (م 748ھ)، سیر اعلام

النبلاء للذہبی رحمہ اللہ ، مؤسسۃ الرسالۃ ، 1985ء۔

3. شہاب الدین ، المکی ، الہیثمی ، احمد بن حجر ، (م973ھ)، الخیرات الحسان ، ایچ ایم سعید کمپنی ، کراچی ، پاکستان ، 1414ھ۔
4. شاہ ، المحدث ، الدہلوی ، عبد الحق ، شرح سفر السعادۃ ، مکتبہ نوریہ رضویہ ، سکھر ، پاکستان ، 1398ھ/ 1978م۔
5. شمس الدین ، الذہبی ، محمد بن احمد ، (م 748ھ)، تذکرۃ الحفاظ ، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت ، 1419ھ۔
6. شامزئی ، نظام الدین ، شیوخ امام بخاری رحمہ اللہ (پی-ایچ- ڈی مقالہ) شعبۂ اسلامیات ، سندھ یونیورسٹی حیدر آباد ، غیر مطبوعہ۔
7. شمس الدین ، محمد بن محمد ، (م879ھ)، التقریر والتحبیر ، دار الکتب العلمیۃ ، بیروت ، 1983ء۔
8. شیبانی ، محمد بن حسن ، (م189ھ)، الحجۃ علی أہل المدینۃ ، عالم الکتب ، بیروت ، 1403ھ۔
9. شنقیطی ، محمد الخضر ، کوثر المعانی الدراری فی کشف خبایا صحیح البخاری ، باب فی الرکاز الخمس ، دارالمؤید-مؤسسۃ الرسالۃ ، 1415ھ۔
10. شاشی ، نظام الدین ، اصول الشاشی مع احسن الحواشی ، مکتبہ المصباح ، اردو بازار لاہور ، س ن۔
11. شعرانی ، عبدالوہاب ، المیزان الشریعۃ الکبریٰ ، مکتبۃ النہضۃ الاسلامیۃ ، مصر ، 1328ھ۔

(صاد)

1۔ صدیقی، کاندھلوی، محمد علی، (م 1992)، امامِ اعظم اور علم الحدیث، انجمن دار العلوم الشہابیہ، سیالکوٹ، پاکستان، 1981ء۔

2۔ صوفی، محمد سرور، الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 1426ھ۔

(طاء)

1۔ طحاوی، ابو جعفر، احمد بن محمد، (م 321ھ)، شرح معانی الآثار، عالم الکتب، بیروت، 1414ھ۔

2۔ طبری، احمد بن عبداللہ، (م 694ھ)، الریاض النضرۃ فی العشرۃ المبشرۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، س ن۔

(عین)

1۔ عبدالرحمن بن خلدون (م 808ھ)، مقدمۃ ابن خلدون، دار العرب، الطبع، 1425ھ/ 2004م۔

2۔ عتر، نورالدین، الإمام الترمذی والموازنۃ بین جامعۃ وبین الصحیحین- ارشیف ملتقی اھل الحدیث۔

3۔ عبدالمجید محمود، الاتجاھات الفقھیۃ عند اصحاب الحدیث فی القرن الثالث الھجری، مکتبۃ الخانجی، مصر، 1399ھ۔

4۔ عماد الدین، اسماعیل بن عمر بن کثیر، البدایۃ و النھایۃ، بیت الافکار الدولیۃ، س ن۔

5۔ عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر، (م 852ھ)، تھذیب التھذیب، دائرۃ المعارف النظامیۃ، ھندوستان، 1326ھ۔

(غین)

1۔ غنیمی، الدمشقی، عبدالغنی، کشف الالتباس عما اوردہ البخاری علی بعض الناس، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ، دمشق، س ن۔

2۔ غنیمی، عبدالغنی بن طالب، (م 1298ھ)، اللباب فی شرح الکتاب، مکتبۃ العلمیۃ، بیروت، س ن۔

(قاف)

1۔ قسطلانی، شھاب الدین، ابو العباس، احمد بن محمد، (م 923ھ)، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، دار الکتب العربی، بیروت، س ن۔

2۔ قنوجی، صدیق بن حسن، ابجد العلوم، دارالکتب العلمیۃ، دمشق، 1978ء۔

3۔ قاضی، باقی باللہ زاھد، تبشیر الناس فی شرح قال بعض الناس، نعمان پبلشنگ کمپنی، اردوبازار، لاھور، س ن۔

(کاف)

1۔ کاندھلوی، محمد زکریا، لامع الدراری علی جامع البخاری، مقدمہ، المکتبۃ الامدادیۃ، مکہ (قدیم)، 1395ھ۔

2۔ کاندھلوی، محمد زکریا، تقریر بخاری شریف اُردو، مکتبۃ الشیخ، بہار آباد، کراچی، س ن۔

3۔ کرمانی، شمس الدین، محمد بن یوسف، (م 786ھ)، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1937

4۔ کاندھلوی، محمد زکریا بن یحیٰ، (م 1402ھ) الابواب والتراجم

لصحیح البخاری، دار البشائر الاسلامیة، بیروت، الطبعة الاولیٰ، 1433ھ۔

5۔ کشمیری، الدیوبندی، محمد انور شاہ بن معظم شاہ، (م 1353ھ)، فیض الباری علی صحیح البخاری، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1426ھ۔

(گاف)

1۔ گیلانی، مناظر احسن، تدوین فقہ و اصول فقہ، الصدف پبلیشرز، کراچی طبع اول 1427ھ۔

(میم)

1۔ محی الدین، ابو زکریا، النووی، یحی بن شرف، (م 676ھ)، المنہاج شرح مسلم بن الحجاج، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1392ھ۔

2۔ ملا، قاری، علی بن سلطان، (م 1014ھ)، ذیل الجواہر المضیة، میر محمد کتب خانہ، کراچی، س ن۔

3۔ محمد بن حسن، الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1416ھ، 1995م۔

4۔ محی الدین، ابو زکریا، النووی، یحی بن شرف، (م 676ھ)، تہذیب الاسماء و اللغات، دار الکتب العلمیة، بیروت، س ن۔

5۔ محدث میگزین، مجلس التحقیق الاسلامی، 1993ء، مفتی، الفلاح، محمد عبدہ، امام بخاری رحمہ اللہ اور الجامع الصحیح (مقالہ-غیر مطبوعہ)۔

6۔ مقاصد تراجم ابواب صحیح البخاری فی ضوء فقہ البخاری فی

تراجمہ، پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ، 2012ء۔

7۔ ملا جیون، احمد بن ابی سعید، نور الانوار معہ حاشیة قمر الاقمار، المصباح، اُردو بازار، لاہور، س ن۔

8۔ محمد عثمان غنی، نصر الباری شرح اُردو صحیح البخاری، مکتبة الشیخ، بہار آباد، کراچی س ن۔

9۔ مفتی، عثمانی، محمد تقی، انعام الباری دروس بخاری شریف، مکتبة الحراء، کے-ایریا، کراچی، س ن۔

10۔ مروزی، محمد بن نصر، (م294ھ)، اختلاف الفقہاء، اضواء السلف، ریاض، س ن۔

11۔ مرغینانی، برہان الدین، علی بن ابی بکر، (م 593ھ)، الہدایة فی شرح بدایة المبتدی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ن۔

12۔ مقدسی، محمد بن طاہر-الحازمی، محمد بن موسی، شروط الائمة الستة، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1984ء۔

13۔ محدث، الدہلوی، احمد بن عبدالرحیم، (م 1176ھ)، حجة الله البالغة، دار الجیل، بیروت، 1426ھ۔

14۔ مکی، موقف بن احمد، (م 578ھ)، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة رحمہ اللہ، مکتبہ اسلامیہ، میزان مارکیٹ، کوئٹہ، 1407ھ۔

15۔ محدث، الدہلوی، ولی الله بن عبدالرحیم، رسالة شرح تراجم ابواب صحیح البخاری، طبع دار الحدیث، بیروت، 1997ء۔

(نون)

1۔ نعمانی، عبد الرشید، ما تمس الیه الحاجة لمن یطالع سنن ابن ماجه۔

2۔ نور الدین، الحلبی، محمد عتر، الامام البخاری وفقه التراجم فی جامعه

الصحیح ، مجلة الشریعت و الدراسات الاسلامیة ، کویت ، 1406ھ۔

3۔ نسائی ، احمد بن شعیب ، (م 303ھ) ، السنن الکبریٰ ، مؤسسةالرسالة ، بیروت ، 1421ھ۔

4۔ ننجرھاری ، الحقانی ، رحیم الله ، احقاق الحق فی الدفع عن المذھب الحق ، العرفان خپرندویه علمی ټولنه ، افغانستان ، 2015م۔

5۔ نقیب ، احمد بن نصیر الدین ، المذھب الحنفی ، مکتبه الرشید ، ریاض ، سعودی عرب ، 1422ھ/ 2001م۔

6۔ نعمانی ، محمد شبلی ، سیرة النعمان ، طبع دوم ، مطبع مفید عام آگره ، انڈیا ، 1892م۔

(واو)

1۔ وحیدالزمان ، تیسیر الباری ترجمه و تشریح صحیح بخاری شریف ، نعمانی کتب خانه ، اردو بازار ، لاھور ، 1990ء۔

(ہاء)

1۔ ھیئة العلماء ، المعجم الوسیط ، مجمع اللغة العربیة ، دارالدعوة ، القاھرة مصر۔

2۔ ھرساوی ، حسین غیب ، الامام البخاری و فقه اھل العراق ، دارالاعتصام للطباعة و النشر ، بیروت ، 2000ء۔

(یاء)

1۔ یوسف صالح ، الدمشقی الشافعی ، محمد بن یوسف ، (م 942 ھ) ، عقود الجمان ، مکتبة الشیخ ، بهار آباد کراچی ، 1394ھ/ 1974م۔
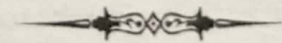
زیر نظر کتاب میں امام ابو حنیفہؒ اور امام بخاریؒ کی محدثانہ اور فقیہانہ شان کے ساتھ
اُن کی اصول فقہ، طرق استنباط، استخراج المسائل من السنہ کو موضوع بنایا گیا ہے
(جس پر اب تک یکجا کام نہیں ہوا) نیز امام بخاریؒ کی طرف سے امام ابو حنیفہؒ پر وارد اعتراضات یعنی
''وقال بعض الناس'' کا بھی تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کرنے سے قاری
بخوبی ان امامین کی محدثانہ اور فقیہانہ شان پر بغیر کسی افراط و تفریط کے مطلع ہو جائے گا۔

AKSPUBLICATIONS
Book Street, Data Darbar Market, Lahore,
Ph:042-37300584,Cell # 0300-4827500-0348-4078844
E-mail:publications.aks@gmail.com